مور میجک
آف دی
منیمم ڈوز

مترجمین

ڈاکٹر جاوید اختر بٹ
چوہدری محمد یوسف

DR DOROTHY SHEPHERD

MORE MAGIC of THE MINIMUM DOSE

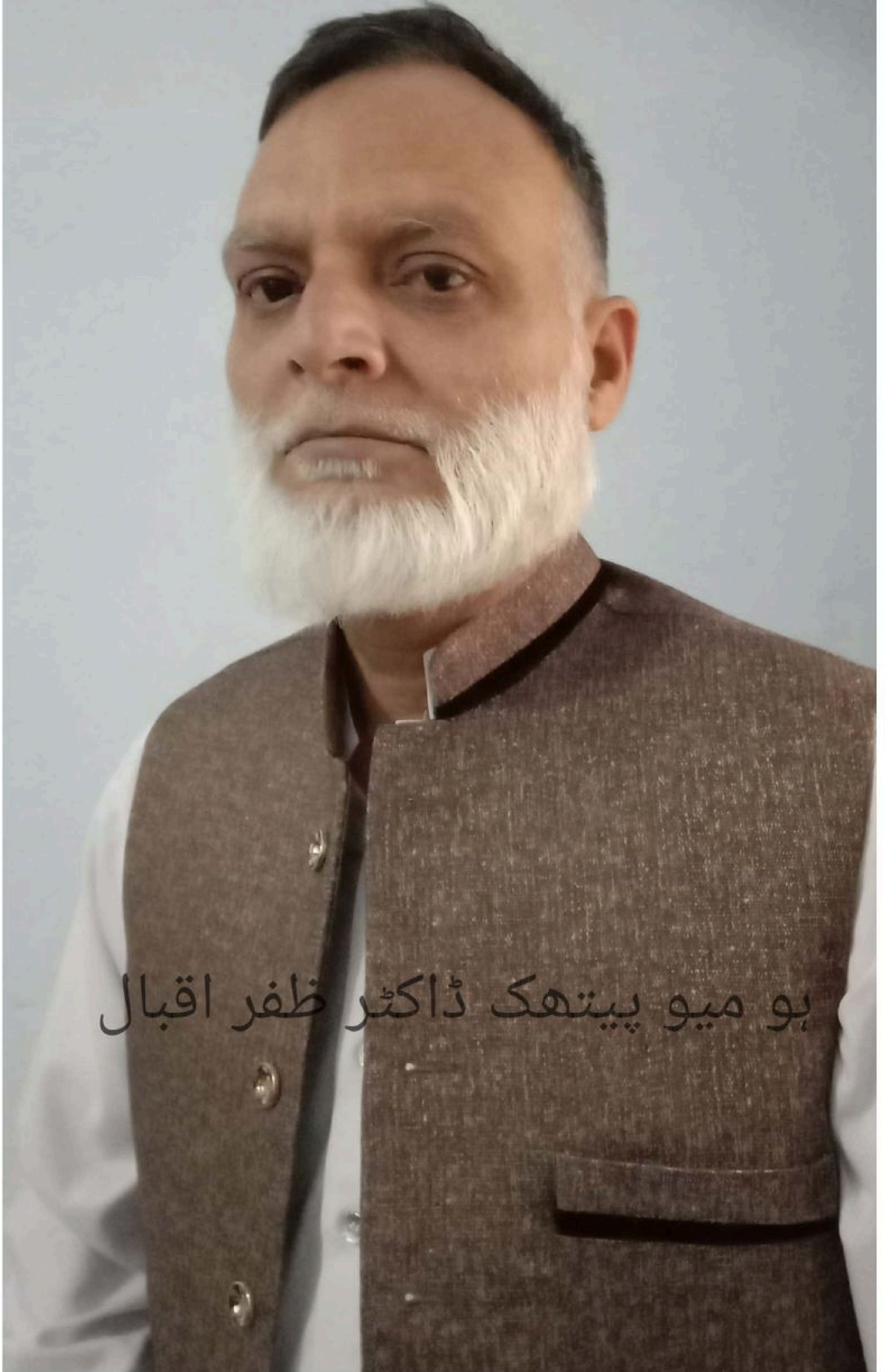


Further case histories by a world famous homoeopathic doctor

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز

ناشران وتاجران کتب

سیل پوائنٹ


ہو میو پیتھک ڈاکٹر ظفر اقبال



ہومیو پیتھک ڈاکٹر ظفر اقبال

ڈی ایچ ایم ایس

زین ہومیو پیتھک کلینک

این سی ایچ رجسٹریشن نمبر 146169

پی ایچ سی رجسٹریشن نمبر R-36482

اوقات کار کلینک

صبح 9 بجے تا شام 5 بجے تک

نزد اخوت بینک اقبال آباد رحیم یار خان 0320-6770727

Scanned by CamScanner

فہرست

(I)

ہومیوپیتھی کے فوائد

ہو میو پیتھی ایسی حیران کن چیز ہے کہ شاید ہی آپ کو کبھی مصیبت میں اکیلا چھوڑے- آپ متمدن دنیا کی آسائشوں، ہسپتال اور ڈاکٹر کی رسائی اور پہنچ سے کتنا ہی دور ہوں یہ طریقہ علاج آپ کے لئے صحت اور آرام کا ذریعہ ہوگا- اگرچہ ایلوپیتھی میں سرجری کا بہت بڑا سٹاف، جراثیم کش ادویات اور جراثیم سے پاک سازوسامان میسر ہیں- اس کے باوجود ہومیوعلاج کو ایلوپیتھی پر برتری حاصل ہے- بات واضح کرنے کے لئے میں ایک ذاتی تجربہ بیان کرنا چاہتی ہوں-

میں سوئزر لینڈ کے پہاڑوں پر شفاف فضا میں موسم گرما کی تعطیلات گذار رہی تھی- ایک روز دن بھر کی پرلطف تفریح کے بعد نیند کے مزے لے رہی تھی، رات کے درمیانی حصے میں دائیں پاؤں میں ناقابل برداشت درد نے مجھے جگا دیا- بقیہ رات نہایت بے چینی اور تکلیف میں گزری- اگلی صبح پاؤں کا معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ پاؤں کی ایک انگلی میں سڑاند پیدا ہوگئی تھی- یہ سڑاند پورے پاؤں میں پھیل گیا تھا- پاؤں اور ٹخنہ بری طرح متورم ہوگیا- سوزش زدہ حصہ باقی جسم پر بہت نمایاں تھا- متاثرہ حصہ بہت حساس تھا- بوٹ پہننا ممکن نہ رہا، یہاں تک کہ پٹی کرنے کے بعد بڑے سائز کا بوٹ بھی نہیں پہنا جا سکتا تھا- چلنا تو دور کی بات پاؤں کا زمین پر رکھنا بھی بے حد مشکل تھا- اس پر مزید پریشانی کی یہ بات تھی کہ سوزش تیزی سے پھیل رہی تھی اور علاج کی کوئی سہولت میسر نہ تھی- اس موقعہ پر صرف ہومیو دوائی ہی کام آ سکتی تھی- پہاڑی راستوں پر دو گھنٹے کی پیدل مسافت اور سولہ میل کے کوچ اور تین گھنٹے ٹرین پر سفر کے بعد کسی قریب ترین سرجن یا ہسپتال پہنچا جا سکتا تھا- پاؤں کی سڑاند دماغ کو بھی متاثر کر رہی تھی- اس طرح کی تکلیف میں ہسپتال والوں کی غفلت سے میں نے مریضوں کو دو تین دن کے اندر اندر مرتے ہوئے کئی بار دیکھا تھا- ذہن ماؤف ہو رہا تھا-

تاہم مجھے یہ یاد آیا کہ زخم دھونے والی ہومیوادویات، کھیتوں اور جنگلوں میں پیدا ہونے والی خودرو جڑی بوٹیوں سے تیار کی جاتی ہیں- خدائے برتر نے ان میں ہمارے لئے شفا رکھی ہے- ان سے فائدہ اٹھانا نہ اٹھانا ہمارے اختیار کی بات ہے-

میں چل پھر نہ سکتی تھی لہذا ایک مہربان دوست ایک پہاڑی جڑی بوٹی ہائیپرکم کی کچھ

مقدار اکٹھی کرنے نکلا-وہاں ہومیو دوا کے طور پر عام استعمال ہونے والی ہائپریکم پائی نہیں جاتی تھی بلکہ اس کی ایک اور قسم ہائپریکم انڈراسینم مل گئی- پرانے وقتوں میں بڑی عمر کی تجربہ کار عورتیں تازہ اور گلے سڑے زخموں میں اسے استعمال کرتی تھیں۔ درپیش صورت حال میں اس کے استعمال کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا-چنانچہ اس بوٹی کے چند پودے شاخوں پتوں اور جڑوں سمیت پانی میں ڈال کر کچھ دیر تک ابالے گئے اور یوں اس ایک سنہری رنگ کا خوشبودار محلول تیار ہوگیا-اس گرم لوشن میں رومال گیلا کر کے سوزش زدہ پاؤں پر رکھا گیا-فوری طور پر آرام آنے لگا- پاؤں پر بندھی پٹی خشک ہوتی تو اسے لوشن سے تر کر دیا جاتا شام تک تکلیف میں خاصہ افاقہ ہو چکا تھا-سوزش کافی کم ہوگئی تھی- پاؤں کی جلن اور درد تقریباً ختم ہو چکی تھی- اور اگلی صبح تک اس لوشن کو شروع کیے ہوئے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے-اب پاؤں زمین پر رکھنا اور لنگڑا کر سیڑھیاں اترنا ممکن ہو گیا- میں نے کئی دنوں تک لوشن سے پٹی کو تر رکھنے کا عمل جاری رکھا- پانچ دنوں کے بعد میں چلنے پھرنے کے لائق ہوگئی-

بیرونی علاج کے طور پر ہائپریکم لوشن کے استعمال کے ساتھ ساتھ اندرونی علاج کے لئے ہپر سلف 1m اور ہائپریکم 1m ادل بدل کر لی گئی-وجہ یہ تھی کہ متاثرہ جگہ کی جلد بہت زیادہ خستہ ہو چکی تھی اور اسے ہاتھ لگانے سے بہت تکلیف ہوتی تھی-سڑاند کے آغاز میں یہ دوائیں نہایت مفید ہیں-یہ پھوڑوں کی تشکیل کو روکتی ہیں-ہائپریکم کا انتخاب اس لئے بھی تھا کہ تکلیف کا آغاز ناخن کے قریب تھا اور ایسا شاید پہاڑوں پر چلنے میں ناخنوں پر دباؤ آنے سے ہوا تھا-

میں ہومیو پیتھک علم پر ممنون و مسرور تھی-اس سے مجھے شدید تکلیف میں آرام ملا- بے چینی سے نجات کے علاوہ بھاری اخراجات سے بچت ہوئی-تکلیف کے ساتھ اتنے کٹھن سفر کا تصور ہی خوف ناک تھا اور ہاں اگر میں کسی طرح سفر کی صعوبتیں اٹھا کر ہسپتال تک پہنچ ہی جاتی تو ڈاکٹر نشتر اور ویکسین کو ترجیح دیتے- ان کا دوائیہ عمل واضح نہیں- یہ ویکسین کس طرح تیار ہوتی ہے- پیپ کا ٹیکہ کسی جانور کو لگایا جاتا ہے- عام طور پر گھوڑے کو لگایا جاتا ہے- پھر اس جانور سے ویکسین حاصل کی جاتی ہے- یہ عمل جانور، خواہ گھوڑا، خرگوش، خنزیر ہو بہرحال مریض اور جانور دونوں کے لئے تکلیف دہ ہے- اس طرح جانوروں سے حاصل کردہ ویکسین زیر جلد خلیوں میں دوران خون میں داخل کر دی جاتی ہے-امید یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مریض کو فائدہ ہوگا-مگر ویکسین کے پیدا کردہ مسائل بہت گہرے ہیں-اس کے برعکس عام نباتات سے لوشن اور ہومیو ادویات کے مفید اثرات سال ہا سال کے کلینیکل تجربات سے ثابت ہیں-

میں اونچی طاقت کی دواؤں کے بیگ کے بغیر کہیں بھی سفر نہیں کرتی - یہ دوائیں میرے لئے کئی بار خدا کا انعام ثابت ہوئی ہیں - اگست ۱۹۳۸ میں فرانس سے سوئزرلینڈ کو سفر کر رہی تھی - ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی - دوران سفر ایک ہم سفر اچانک درد شقیقہ میں مبتلا ہوا - درد بہت شدید، بے ہوشی کے دورے اور قے - یہ شدید علامات تھیں مگر بد قسمتی سے میرا ادویات کا تھیلا ریلوے کے رجسٹر شدہ سامان میں بند تھا - گاڑی کئی گھنٹے لیٹ ہو گئی تھی - بیچاری مریضہ شدت تکلیف سے گر پڑتی - گاڑی پہاڑی علاقے سے گزر رہی تھی - آخر کار سفر پورا ہوا - مریضہ بے ہوشی کی حالت میں تھی - خوش قسمتی سے دوران سفر سامان ضائع نہ ہوا تھا - اپیکاک 1m کی خوراک مریضہ ہوش میں آ گئی - اس نے گرم یخنی کا پیالہ لیا اور سکون کی نیند سو گئی - اگلی صبح اسے ایک مزید خوراک دی گئی اور علاج مکمل ہو گیا -

ہومیو علاج سے قبل اسے اس طرح کا حملہ ہوا تھا تو ۴۸ گھنٹے تک شدید حالت رہتی - آپ دیکھیں کہ اپیکاک کی ایک ہی خوراک نے اس کی صحت کو فوری طور پر بحال کر دیا -

ایک اور موقع پر میں سوئزرلینڈ ہی میں تھی - میرا ایک دوست شکمی انفلوئنزا میں مبتلا ہوا - یہ بیماری وادی میں پھیلی ہوئی تھی - ہمارے ہوٹل میں بھی پہنچ چکی تھی - بیمار ہوتے ہی اسہال شروع ہو جاتے - رات کے وقت مرض میں شدت' اور ۱۲ بجے رات کے وقت شدت، بے انتہا بے چینی، نڈھال اور شدید پیاس - آرسینک مطلوبہ دوائی تھی - مریض کی خراب حالت کے پیش نظر ہر آدھ گھنٹے بعد ایک خوراک - تاہم آرسینک نے گہرا اثر نہ کیا - مریض کا مزید جائزہ لیا گیا تو کئی اور علامات پیدا ہو گئی تھیں - بعض اوقات حاد بیماریوں میں علامتیں تیزی سے تبدیل ہو جاتی ہیں کیونکہ بیماری پروان چڑھ رہی ہوتی ہے - آرسینک نے قے اور متلی روک دی لیکن معدے کی انتڑیوں کی سوزش پر اس نے کوئی اثر نہ کیا - ہیضہ جاری رہا - پاخانے سیاہی مائل بھورے پتلے اور پانی کی طرح کئے ان میں بعض اوقات خون ملا ہوتا' سڑے ہوئے انڈوں جیسی بدبو اور پاخانہ اس طرح خارج ہوا جیسے ٹونٹی کھول دی گئی ہو - صبح کے وقت یہ کیفیت شدید ہوتی - بعض اوقات مریض کا پاخانہ بلا ارادہ ہی نکل جاتا - پاخانہ کے لئے دباؤ اتنا شدید ہوتا کہ اسے بھاگ کر جانا پڑتا جیسے کہ سلفر کے مریض میں ہوتا ہے - شدید اپھارہ اور پیٹ سے خاج ہونے والی ہوا نہایت بدبودار - دراصل مریض کی نمایاں ترین علامت بدبو ہی تھی - سانس انتہائی بدبودار گندے تالاب جیسی - زبان پر موٹی بھورے رنگ کی تہ - آرسینک دینے کے چوبیس گھنٹے بعد ہی ان علامات نے میرے ذہن میں سورائینم کا انتخاب طے کر دیا - چنانچہ سورائینم 9m دے دی - میرے پاس اس دوا کی یہی ایک طاقت موجود تھی - مریض انتہائی خطرناک صورت حال سے دو چار تھا' میں ہسپتال یا

میڈیکل سٹوروں سے میلوں دور ایک بالکل ہی اجنبی علاقے میں تھی۔ پاخانے کی مسلسل حاجت، درد اور انتڑیوں میں جلن کو روکنے کے لئے نشاستہ کا انیما معاون ہو سکتا تھا۔ لیکن وہاں میرے پاس انیما کی سورنج نہ تھی اور نہ ہی نشاستہ دستیاب تھا۔ مریض کے لئے مفید صرف ایک ہی چیز مہیا تھی وہ چاولوں کا پانی تھا۔ بدقسمتی سے مریض نے چاولوں کا پانی قے کر دیا۔ اس علاقے میں کوئی شخص اراروٹ اور مکئی کے آٹے سے شناسا ہی نہ تھا۔ کرین بیریز پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر پیدا ہوتی ہے مگر موسم کے لحاظ سے وہ ابھی ناپختہ ہونے کی وجہ سے ناقابل استعمال تھیں۔ کرین بیریز یا بل بیریز خشک یا تازہ حالت میں موسم میں اکٹھی کر لی جاتی ہیں۔ اگر خشک حالت میں ہو تو اسے پانی میں حل کر لیا جاتا ہے اور اس میں تھوڑی سی چینی ڈال کر اس وقت تک پکایا جاتا ہے جب تک وہ نرم نہ ہو جائے۔ پھر اسے چھان کر رس یا توس کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

کوئی معاون چیز میسر نہیں تھی۔ صرف ہومیو پیتھک کی دوا پر ہی انحصار کرنا پڑ رہا تھا۔ سورائینم 9m ہر چار گھنٹے بعد ایک خوراک۔ کیا اس اونچی طاقت کی دوا نے کوئی اثر دکھایا؟ کیا یہ انتہائی قلیل مقداریں کچھ کر سکتی ہیں؟

یقیناً انہوں نے اثر دکھایا، پوچھا جائے تو مریض بھی اس کی تصدیق کرے گا۔ دوا نے تیزی سے اثر کیا۔ افاقہ اتفاقانہ تھا۔ سورائینم سے پہلے تک وہ جسمانی لحاظ سے بڑی تیزی سے کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا تمام تر انحصار صرف گھونٹ گھونٹ پانی پر رہ گیا تھا۔ ہومیو پیتھک دوا کی چند خوراکوں کے علاوہ اس نے کوئی علاج نہ کیا تھا۔ پیچش کے حملے کے تین دن بعد وہ ہوٹل کے کھانے کے کمرے میں تھی۔ اس نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جس سے اس کی خوف زدہ کرنے والی کمزوری اور ضعف دور ہو گیا۔

وہ پیلی اور پچکی ہوئی اور بہت حد تک سائے کی طرح دکھائی دیتی تھی وہ زنانہ صحت کی شخصیت کا محض سایہ تھی۔ لیکن وہ زندہ تھی اور اپنی خوراک ہضم کرنے کے قابل تھی۔ یہ عجوبہ ہے کہ سورائینم لینے کے بعد کتنی تیزی کے ساتھ اس کے جسم اور سانس کی انتہائی ناگوار بدبو غائب ہو گئی۔

انگلینڈ واپسی کے بعد اس کی بدترین شکایت، خون کی کمی، کمزوری اور ناطاقتی تھی۔ یہ کیفیت، اسہال اور قے کے شدید حملے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ اس کا علاج کیا گیا اور تھوڑے ہی وقت میں یہ کیفیات ختم ہو گئیں۔ اس کے لئے پلساٹیلا کی چند خوراکیں دی گئیں۔ اس سے کھانے کی خواہش اور کھانے کا لطف بحال ہو گیا رخسار بھر گئے زرد رنگت اور کمزوری دور ہو گئی۔

پلساٹیلا کیوں دی گئی؟ مریضہ شدید گرمی محسوس کرتی اور اس کے پاؤں جلتے یہاں تک کہ ان کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بستر سے باہر رکھنے پڑتے (میڈورینم سلفر، پلساٹیلا)۔ مریضہ ذہنی

دباؤ کا شکار تھی، رونے والا مزاج، چکنائی سے گریزاں، بھاری غذا کے بعد متلی کی شکایت کے ساتھ ساتھ وہ دوسروں کو زچ کرنا پسند کرتی تھی پلساٹیلا-30 اور بعد میں اس کی 1m طاقت نے مریض کو صحت مند اور توانا بنا دیا اور وہ پھر سے معاشرہ کا ایک کارآمد رکن بن گیا-

ہومیوپیتھی شفا دیتی ہے اور وہ بھی تیزی سے- ہیضے کا یہ شدید ترین حملہ تھا- اتنا شدید حملہ میں نے کسی بالغ میں نہیں دیکھا تھا- تین دن کے علاج میں مریضہ ٹھیک ہوگئی- جب کہ ہوٹل میں مقیم اسی طرح کے دوسرے مریض ہفتہ سے زائد بستر میں رہے۔

دیکھیں اگر مریضوں کا حاد کیسوں میں ہومیو علاج کیا جانے لگے تو ہسپتال سے مریضوں کی واپسی کتنی تیزی سے ہوگی- مجھے یقین ہے کہ ہمیں اتنے زیادہ ہسپتالوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔ انتظار کرنے والوں کی لمبی لمبی فہرستیں نہیں ہوں گی۔ ٹیکس ادا کرنے والوں کی رقم بچے گی اور صنعت کو فائدہ ہوگا کیونکہ بیماریاں کم ہوں گی اور لوگ زیادہ کام کریں گے۔

(II)

ہومیو پیتھک ادویات کا جانوروں پر اثر

ہمارا پیارا ''ٹم'' جہانِ ابدی کو سدھار گیا- وہ ہمارے گھر کی رونق تھا- مجھے یہ بیان کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اس کی موت پر میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے- وہ سات ماہ سے جگر کی سوزش میں مبتلا تھا- جس نے اسے لاغر بنا دیا تھا- ان تمام باتوں کے باوجود اس بات کا مطالعہ بڑا دلچسپ تھا کہ علامات پر دی جانے والی ہر دوا پر وہ کتنا اچھا اور فوری اثر قبول کرتا- وہ اسہال کے اچانک حملوں کا شکار ہوا- اسے درد کی کوئی شکایت نہیں تھی- زرد اور قریب قریب سفید پتلے پاخانے' وہ چکنائی سے گریز کرتا وہ ملائی کے بغیر دودھ کو ترجیح دیتا' اسے پیٹ کے بل سیدھا لیٹنا پسند تھا' جیسے دباؤ سے تسکین ملتی ہو، بھوک کی کمی' وہ کھانے کا آغاز اس انداز میں کرتا جیسے وہ سیر ہو چکا ہے' شروع کرتے ہی کھانا بند کر دیتا- اس کی تمام علامات دن بدن بدتر ہو رہی تھیں- اسکے لیے اسے مختلف طاقتوں میں چائنا دی جاتی- یہ دوا عموماً چار پانچ دن کام کرتی- جس کے بعد اسے مزید خوراک کی ضرورت ہوتی- اس طرح یہ علاج کئی ماہ جاری رکھنا پڑتا- کبھی کبھی پلساٹیلا کی خوراک دینا پڑتی- وجہ یہ تھی کہ وہ دلجوئی کا خواہاں تھا اور پیار کی تھپکیوں کو پسند کرتا- یہ کیفیت اس کے لئے بالکل نئی تھی- اس سے پہلے وہ ہمیشہ بے نیاز، لاتعلق اور اکیلا رہنے کو پسند کرتا تھا- یہ کتنا سبق آموز تھا کہ چائنا نے اسہال درست کر کے چند دنوں میں اس کی بھوک بحال کر دی-

میں نے اس کے صحت یاب ہونے کی امید قائم رکھی' لیکن یہ دوا صرف تسکین آور دوا کے طور پر کام کرتی- میرے لئے یہ بات مایوسی کا باعث تھی کہ دوا نے مرض کو چھوا تک نہیں تھا- وہ بہت بوڑھا تھا- اس کی عمر تیرہ سال سے بھی زیادہ تھی- اس میں صحت یاب ہونے کی قوت نہ تھی یا یوں کہہ لیجیے کہ اس میں بیماری کے ساتھ لڑنے کی قوت ختم ہو چکی تھی- اس طرح وہ لاغر سے لاغر ہوتا گیا- آخر کار ہم نے فیصلہ کیا کہ اس سے جدا ہو جانا ہی اس پر مہربانی ہے- لیکن یہ بات بڑی واضح تھی کہ علاج کے تمام تر عرصہ میں ہومیو پیتھی نے اس کی تکلیف کو آسان بنا دیا تھا- اس کی زندگی کو طوالت دی اور اسے آخری لمحے تک خوش رکھا-

ہومیو پیتھی ہمیشہ ایسا ہی کرتی ہے' حتیٰ کہ انسانوں کے علاج میں بھی اس کا طریقہ یہی ہے- اگر مریض کی زندگی کا دورانیہ خاتمے کے قریب ہو، اور ادویہ زیادہ گہرائی تک کام نہ کر رہی

ہوں جب قوت حیات تھک چکی ہو، جسمانی افعال ناکامی کی سطح تک پہنچ چکے ہوں، اس مایوس کن صورت میں بھی ادویات مدد کرتی ہیں اور مریض بلا تکلیف، آہستہ آہستہ کمزور ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں مارفیا یا کسی دوسری درد کش ادویہ کی ضرورت نہیں ہوتی، جو شعور اور آگہی کو ماؤف بناتی ہیں۔ بلکہ ہومیو ادویہ انسانی جسم و روح کو زندہ و بیدار اور متحرک رکھتی ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا لمحہ آ پہنچتا ہے۔ توریت کے الفاظ میں چاندی کی ڈور ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ گویا ہومیو پیتھی زندگی کے آخری لمحے تک مریض کو قوت، توانائی، ہوش کے ساتھ درد اور تکلیف سے بچا کر زندہ رکھتی ہے۔ جب کہ ایلوپیتھی میں مریض سکون آور ادویات کے غلبہ سے ماؤف ذہن کے ساتھ کم و بیش بے ہوشی کے عالم میں ہوش و خرد سے محروم ہو کر انتہائی درد اور کرب کی حالت میں موت سے دوچار ہوتا ہے۔ موت کے لمحے سے پہلے کی زندگی ایلوپیتھی علاج سے درد کے احساس سے محروم کر کے مریض کو اپنے اور لواحقین و احباب کے لئے زبردست آزمائش بنانے کے سوا کچھ نہیں کرتی۔

اس سب کچھ کے باوجود میں نے اپنے اطمینان کی حد تک یہ بات ثابت کی ہے کہ ہومیو پیتھی نے شرح اموات کو کم کیا ہے۔ اس بات پر میں دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے ہی ان تحریروں کا سہارا لے رہی ہوں۔

اس سلسلہ میں ایک نمایاں مثال کا ذکر مفید ہے۔ کئی سال پہلے کی بات ہے میں ایک غریب بیوہ عورت کے ہاں ملنے گئی۔ وہ لندن میں رہائش رکھنے کے باوجود دیہات کی سوغاتوں کی بہت زیادہ شوقین تھی۔ اس نے گھر کے پچھواڑے میں مرغیوں کی خاصی تعداد رکھی ہوئی تھی۔ بدقسمتی سے میرے قیام کے دوران موسم زیادہ سرد اور مرطوب ہو گیا۔ یہ اپریل کا آغاز تھا۔ یہ موسم انڈوں سے نکلے ہوئے تازہ چوزوں کے لیے بہت سرد تھا۔ اس لیے انھیں گرمی میں لایا گیا۔ انھیں ایک دیوان خانے کی بڑی میز پر چھوڑ دیا گیا۔ اس کے باوجود وہ پھلنے بڑھنے کے بجائے یکے بعد دیگر مرتے گئے۔ وہ میز کے اردگرد ڈگمگاتے ہوئے موت کے منہ میں جا پہنچتے۔

میں چوزوں اور ان کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن اضطراب اور مرطوب، ٹھنڈے موسم کو دیکھتے ہوئے، رسٹاکس کا خیال آیا۔ پس میں نے چوزوں میں سے دو کو رسٹاکس 30 کی گولیاں دے۔ رسٹاکس کی مزید خوراک ان کے پانی میں بھی ملا دی۔ یہ دو چوزے ہی زندہ بچے۔ اس کو اتفاق کہا جائے گا۔

ایک اور موقعہ پر میرا دوست بہت پریشان تھا۔ پریشانی کی وجہ اس کی زرد بلبل تھی۔ اس کے پر بار بار جھڑ جاتے تھے۔ وہ بہت زرد تھی مرجھائی ہوئی دکھائی دیتی۔ کچھ نہ کھاتی، اچانک اپنے گھونسلے سے گر جاتی اور اپنے پاؤں اوپر کی جانب کر کے بے حس پڑی رہتی۔ معالج حیوانات نے

دل کا مرض بتایا مگر اسے اپنی تشخیص پر سے یقین نہ تھا۔ میں نے کبھی پرندہ نہ دیکھا تھا۔ ان علامات پر میں نے ایک خوراک سلفر-6 اور کاربو ویج-3x اور نکس وامیکا-3x ملا کر چند ایک گولیاں بھیج دیں۔ سلفر اسے پہلے مزاجی دوا کے طور پر دینا تھی جب کہ نکس وامیکا اور کاربو ویج کی آدھی گولی کو پیس کے اس کے لئے پینے والے پانی میں شامل کرنا تھا۔ یہ پانی ہر روز بدلنے کی ہدایت کی گئی۔ بلبل کی طبیعت فوراً بحال ہو گئی۔

بے ہوشی کے دورے رک گئے۔ خوب صورت پر نکل آئے اور اب وہ نئے سوز کے ساتھ گانے کا آغاز کر رہی تھی۔

ایک سال بعد پر جھڑنے کے اگلے موسم میں یہ علامات عود کر آئیں لیکن ان میں اتنی شدت نہ تھی۔ سلفر کی ایک خوراک اور نکس وامیکا اور کاربو ویج کی چند خوراکوں نے تکلیف کو رفع کر دیا۔

معالج حیوانات کچھ نہ کر سکا لیکن ہومیو پیتھک دوا کی چند خوراکوں نے شفا کا مقصود پورا کر دیا۔

ایک فرضی کہاوت بہت مشہور ہے کہ بلبلیں پر جھڑنے کے موسم میں موت کا شکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ بلبل ہومیو دواؤں سے درست ہو گئی۔ آخر دواؤں کی افادیت تسلیم کیوں نہ کی جائے۔

بھیڑ کے بچے کی ایک چھوٹی سی کہانی بھی بڑی خوبصورت ہے۔ اس کی روایت آئرلینڈ کے ایک زراعتی کالج کے ناظم اعلیٰ نے کی ہے۔ ان کی اجازت سے یہ اں درج ہے۔ بھیڑ نے اپنے نوزائدہ بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنے بچے کو سونگھ کر پہچانتی تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھیڑیں اپنے بچوں کو تسلیم نہیں کرتیں اور آخر کار بچہ جلد ہی موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے۔ البتہ اسے بچانے کے لئے بوتل سے دودھ پلانا پڑتا ہے۔ مگر یہ کام مشکل ہے اور ہمیشہ کامیاب بھی نہیں ہوتا۔ اس علامت کو دیکھ کر میرے ایک دوست کو سیپیا کا خیال آیا۔ اپنے ہی نوزائدہ بچے سے نفرت و ناپسندیدگی کی علامت سیپیا کی پروونگ میں پائی جاتی ہے۔ وہ فوراً ادویات کا تھیلا لایا۔ بھیڑ کو تھوڑی سی سیپیا دی گئی۔ اگلے ہی دن سرکش ماں اپنے چھوٹے بچے کے لیے ناپسندیدگی بھول کر اسے دودھ پلانے لگی اور بھیڑ کا بچہ پھلا پھولا اور بڑھ کر اپنی ماں کے دودھ سے جوان ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ایک دفعہ بھیڑ اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دیتی ہے تو پھر ذہن کو تبدیل نہیں کرے گی۔ یہاں بھی ہومیو پیتھک دوا نے قاعدے کے مطابق کام دکھایا۔

آج کل سؤروں اور مویشیوں میں منہ اور پاؤں کی بیماری کا بہت چرچا ہے۔ اس بیماری کو پھیلنے سے روکنے کے لئے مفید ترین مویشیوں کو ہلاک کر کے جلا دیا جاتا ہے۔ اس طرح کسانوں کو مویشیوں کے تلف ہونے کے معاوضے کے طور پر لاکھوں پونڈ خرچ کئے گئے۔ اسی طرح

دودھ اور مکھن کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ جانوروں کے علاج میں ہومیو طریقے اختیار کر کے یہ سب کچھ بچایا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ صحت بھی جلد بحال ہو سکتی تھی۔ ایسے امراض کے لئے ہومیو ادویہ کافی ہیں مگر دو کا ذکر زیادہ اہم ہے۔

زبان، منہ کے چھالے

انٹی مونیم کروڈم میں زبان پر چھالے، سفید موٹی تہ ہوتی ہے، دانتوں اور مسوڑھوں سے خون بہتا ہے، پاؤں کی ایڑھیاں اور پنجے پھٹ جاتے ہیں اور ان پر سرخ رنگ کی سوزش ہو جاتی ہے۔ گریفائیٹس میں بھی زبان پر چھالے اور ناسور بن جاتے ہیں، رال کی زیادتی، پاؤں سے افراط اور بدبودار پسینہ، پنجوں پر زخم اور انگلیوں کے درمیان دکھن ہوتی ہے۔ ان دو دواؤں میں منہ اور پاؤں کی علامات پائی جاتی ہیں جانور تیزی سے صحت یاب ہوں گے اور مرض کے پھیلنے کا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔ میں یہ بھی سوچتی ہوں کہ مصنوعی کھادوں کا استعمال جانوروں میں بیماریوں کا سبب ہے۔ افسوس یہ ہے کہ حیوانات کے ہومیو معالج بہت کم ہیں۔ حیوانات کے عام معالج بہت کم جانتے ہیں وہ تو مویشیوں کو قبل از وقت موت فراہم کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ معاشرہ ایسے کم علم لوگوں پر علاج کی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ یہ لوگ علم سے بے بہرہ اور متعصب ہیں۔ منہ اور پاؤں سے نکلنے والے مواد سے تیار کردہ نوسوڈ تکلیف میں اور بھی تیزی سے شفا دے گی۔ یہ نوسوڈتیں اور دوسو طاقت میں استعمال کرانا ہوگا۔ ڈاکٹر ڈارلنگٹن ایک معروف زرعی سائنس دان ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ منہ اور پاؤں کی بیماری سے متعلق وزرات زراعت کی پالیسی بیکار ہے۔ اس سے ہر سال بڑی مقدار میں گوشت اور جانور ضائع ہوتے ہیں۔ یہ بیماری جانوروں کے جس غول میں نظر آئے اس پورے گلے کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اس بڑے نقصان کے علاوہ مرض کی کوئی روک تھام بھی نہیں ہوتی۔ اس طرح ٹیکس گزاروں کی دولت ضائع ہو رہی ہے۔ خوراک کی عالم گیر قلت کے زمانے میں خوراک غیر ضروری طور پر ضائع ہو رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اب تک کی دریافت کو کام میں لا کر حکومت خوراک کے سلسلہ میں ملکی ضروریات کو آسانی سے پورا کرنے کا اہتمام کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ زرعی تحقیقاتی کونسل گدھا گاڑی کو اندھے گاڑی بان کی طرح ہانک رہی ہے۔

ہومیو پیتھی اپنے دریافت کئے جانے کی منتظر ہے۔ اس کی کتابیں دستیاب ہیں، علم موجود ہے۔ اس کی دریافت میں نام نہاد سائنس دانوں کا تعصب رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ وہ نہ تو ہومیو علم حاصل کرتے ہیں اور نہ اس کا تجربہ کرتے ہیں اس طرح نوع انسانی اس سے فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہ جاتی ہے۔

(III)

سانس کی بیماریاں

دمہ سانس کی نالیوں کے عضلات کے سکڑنے سے پیدا ہوتا ہے- اس کا بخار سے تعلق ہوتا ہے- بخار اور دمہ ادل بدل کر حملہ کرتے ہیں- ایک ہی مریض سردیوں میں دمہ اور گرمیوں میں بخار میں مبتلا ہوسکتا ہے- یہ بیماریاں ایسے خاندانوں میں ہوتی ہیں جو اعصابی لحاظ سے کمزوری کا شکار ہوتے ہیں- اس مرض کی ایک خصوصیت بڑی عجیب و غریب ہے- یہ رہائش بدلنے سے ہوتا ہے- ایک مریض سڑک کے ایک کنارے یا شہر کے ایک محلے میں رہتے ہوئے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا مگر جونہی وہ سڑک کی دوسری جانب یا شہر کے کسی دیگر محلہ میں منتقل ہوتا ہے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے- بعض جانور بھی اس کا سبب ہوتے ہیں- گھوڑا، بلی، کتا یا بعض پھولوں کی خوشبو بھی لوگوں میں مرض کا سبب ہوسکتی ہے- غذا بھی اس بارے میں بہت اہم رول ادا کرتی ہے- پیٹ بھر رکھنے سے بھی یہ شکایت ہوسکتی ہے-

ناک کی سوزش بھی اس مرض کے ساتھ متعلق ہوتی ہے-

دمہ کے علاج کے لئے بہت سے علاج مروج ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ جتنے زیادہ علاج کئے جائیں مریض اتنا ہی مشکل میں پھنس جاتا ہے- بیماری پیچیدہ ہوتی جاتی ہے- دمہ کا مریض عطائیوں کا بہترین شکار ہے لیکن علاج کے پرانے ماہر اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں- علاج کے کئی طریقے ان سے منسوب ہیں- اگر آج ان کو معلوم ہو کہ ان کے نام پر علاج میں کیا کچھ کیا جا رہا ہے تو وہ قبر میں بھی بے چین ہو جائیں- پریس میں دمہ کے علاج کے بارے میں اشتہارات کی بھر مار رہتی ہے- اس بارے میں مریضوں کی رائے کو بھی عام پھیلایا جاتا ہے- سال ہا سال تک مریض علاج کے ان چکروں میں بغیر کسی شفا کے تختہ مشق بنا رہتا ہے- ایک مریض فولاد کے ایک خاص مرکب پر زندگی گزار دیتا ہے- وہ اسے بڑے جوش و ولولہ سے استعمال کرتا ہے- جونہی سانس کی ذرا سی تنگی محسوس ہوتی ہے تو وہ مخصوص گولیاں فوراً لینا شروع کر دیتا ہے- ایک مریض کو شدید حملہ ہوا اسے کاربو ویج -30 دی گئی- دوائی کی خوراکیں دینے سے دورے کا دورانیہ کم ہو کر دو تین دن تک آ گیا مگر وہ مریض پھر فولاد کے مرکبات پر آ گیا- اس نے بیمار رہنے کو ترجیح دی تا کہ وہ جلد شفا کے لئے دلچسپی کا مرکز بنا رہے- سگریٹ پیتے رہنا اس کے لئے آسان اور بے ضرر ہومیو گولیاں لینے سے زیادہ مشکل تھا- کیوں کہ اس طرح وہ توجہ کا مرکز بنا رہتا- یہ کھانسی کا ڈرامہ نہیں

تھا بلکہ ارادی طور پر دمہ کی راہ پر چلنے والی بات تھی- دیہات کی رہائش چھوڑ جانے کے کئی سال بعد بھی اس کے بارے میں معلوم یہی ہوتا رہا کہ وہ اسی معمول پر چل رہا ہے-

1

کچھ عرصہ قبل میں دمہ کے ایک مریض کو دیکھنے گئی- مریضہ کے بستر کے ساتھ 3X6 فٹ سائز کا ایک میز پڑا تھا- میز دواؤں کی شیشیوں، ڈبیوں اور گلاسوں سے اٹا ہوا تھا- بتایا گیا کہ یہ دوائیں اس نے خود خریدی ہیں یا اس کے دوستوں نے بھجوائی ہیں- ان میں درجن سے زیادہ تو کھانسی کے شربت ہیں- کئی سانس کے آلات ہیں- کئی قسموں کے بام، ناک کے سپرے، مینتھول مکسچرز اور مرہم ہیں- مختلف رنگوں میں آئیوڈین کی پٹیاں، دمہ کے نباتاتی سگریٹ ہیں- یہ سب کچھ فرانس، سکاٹ لینڈ اور جرمنی سے آیا ہوا تھا- اون کا ادویاتی رول بھی موجود تھا- دمہ کے ایک مریض نے مجھے بتایا کہ اس نے کافی عرصہ فرانس میں گزارا اور اس کے قیام کے دوران ڈاکٹروں نے اس کے پورے جسم پر یہ رول لگایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- خاتون مریضہ کے ہاں دواؤں کا اتنا ہجوم دیکھ کر میں خوف زدہ ہوگئی- میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ ان تمام دواؤں کو کوڑے میں پھینک دے- ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں-

چند ہفتوں میں خاتون کی نیند درست ہوگئی- اس کے لئے اسے ورنول، ڈائل، قبض کشا گولیوں کی ضرورت نہ پڑی- سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ ختم ہوگیا- کافیا-6 نے اس کی نیند اور اگیریکس کی مختلف طاقتوں نے سانس درست کر دی- مجھے معلوم نہیں کہ واقعی یہ دمہ تھا یا نہیں- میرا خیال یہ ہے کہ یہ دواؤں کا پیدا کردہ تھا- میں نے تمام دوائیں پھینکوا دیں-

اگیریکس کیوں دی گئی؟ یہ دوا سینے کی تکالیف کے لئے نہیں لیکن اپنی مخصوص علامات کی موجودگی کی صورت میں دمہ اور نالیوں کی سوزش کو شفا دے گی- اگیریکس کا مریض عام طور پر لمبا پتلا دبلا، اپنی مرضی کا، پریشان، بے چین، جھٹکوں سے پر عضلات، کپکپی محسوس کرتا ہے اعصاب میں جھرجھری بے ڈھنگا پن، گرنے والا، مسلسل چیزیں گرانے اور توڑنے والا، سردی بہت محسوس کرتا ہے- کمزوری کا رجحان، کھانسی کا دورہ چھینکوں کے ساتھ ختم ہوتا- رات بہت مشکل، اعصابی طور پر بہت پریشان اور غیر مستحکم- راتوں کو سانس میں دقت، دھڑکن، جھٹکے، تھکن، صبح کے وقت کمزوری کا احساس، شام کے وقت مریض خوش وخرم اور کام پر آمادہ اور مستعد رہتا ہے- ایسے مریض کو اگیریکس اپنی گرفت میں لے لیتی ہے- مہینوں لگ سکتے ہیں مگر اگیریکس مریض کا پورا مزاج بدل کر رکھ دیتی ہے-

کئی سال پہلے ۱۸-۱۹۱۴ء کی جنگ کے دوران، دمہ کے ایک اور مریض کا قصہ بہت

دلچسپ ہے۔

2

وہ پتلی، دبلی، لمبی، چکنی جلد، زرد رو، بوڑھوں کی طرح بیمار، سینے کی نسیجوں میں ہوا بھری رہتی ہے، اٹھارہ سال سے سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ۔ اسے دو تین بار چیچک کی ویکسی نیشن دی گئی۔ جس سے وہ چیچک کے حملہ سے بچ گئی مگر سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ میں مبتلا ہو گئی۔ وہ کئی سال تک ہسپتال میں ان ڈور اور آؤٹ ڈور مریض کے طور پر علاج کرواتی رہی۔ مگر ذرا بہتری نہ ہوئی۔

مریضہ کی کیس ہسٹری واضح تھی۔ ویکسی نیشن کے تھوڑا عرصہ بعد دمہ ہوا، اس کا چہرہ زرد، بیمار، چکنا اور روشن، جسم میں جا بجا مسے موجود تھے۔ اس کے ہاتھ کھردرے۔ بہت معمر معلوم ہوتی، اسے سردی بہت لگتی، وہ بے ہضمی میں مبتلا خاص طور پر چائے پینے کے بعد تھوجا 30۔ دی گئی۔ کافی عرصہ اسے یہ دوائی اسی طاقت میں دی گئی اور بعد میں اس کی طاقت 1m, اور 10 m دی گئی۔ اس کی سینے اور دمہ کی علامات معجزانہ طور پر درست ہو گئیں۔ اس کو زیر مشاہدہ رکھا گیا۔ پانچ سال کے دوران اسے ایک بار دمہ کا حملہ ہوا۔ اس کے لئے اسے پلساٹیلا دی گئی۔ اسے خشک اور خراشدار، کھانسی، لیٹنے پر شدت، وہ کھڑکیاں کھلی رکھنا چاہتی، کھلی فضا کی زبردست خواہش، وہ رونے والی اور آنسوؤں سے پُر ہمدردی کی خواہش مند، پاؤں بھیگ جانے پر علامات شروع ہوتیں۔ یہ علامات پلساٹیلا کی مکمل تصویر ہیں۔ پلساٹیلا نے تیزی سے آرام دیا۔

اس کے بعد وہ علاقہ چھوڑ گئی۔ اسے کسی نے ہومیو پیتھ معالج سے رابطہ رکھنے کا مشورہ دیا۔ تو اعتراف کیا کہ اس نے علاج سے پہلے اور بعد اتنا اچھا کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ علاج سے بالکل مختلف شخصیت بن گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ فلسطینیوں کے ہاں مختلف قسم کے ٹیکوں کے چکر میں آ گئی اور تین دن بعد دمہ کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئی

3

چند سال پہلے مسز ایچ کو دمہ کے علاج کے لئے ڈسپنسری آنے کا مشورہ دیا گیا۔ اسے کوئی امید نہیں تھی کہ اس کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ وہ کئی مہینوں سے جنرل ہسپتال میں داخل تھی۔ اسے دمہ اور دل کی تکلیف تھی۔ اسے کسی طرح آرام نہیں تھا۔ ہسپتال کے ڈاکٹر اسے لا علاج قرار دے چکے تھے۔

وہ مضبوط جسم والی خاتون تھی۔ پھیری لگا کر مختلف اشیا فروخت کرتی۔ اس کا رنگ کافی گہرا تھا، وہ ہانپتی کانپتی ہوئی مشکل ہی سے رینگ سکتی تھی۔ اس کے رخسار اور ہونٹ نیلگوں تھے۔

وہ جو کی شراب کی بہت شوقین تھی- اس کیس میں شفا کا یقین نہیں دلایا جا سکتا تھا- اس کی فوری بے قراری کیلئے آرسینک -6 دی گئی- اس دوا کی تجویز اس وجہ سے بھی تھی کہ اسے نصف رات کے بعد تکلیف میں شدت ہوتی- بارہ بجے سے دو بجے تک- وہ بے چین، اندیشوں سے پر، کمزور اور لاغر، گرم مشروب کی شوقین، گرم پانی گھونٹ گھونٹ لیتی، اس سے سانس کی تکلیف کم ہو جاتی-

ڈاکٹر جاہر کا کہنا ہے کہ دمہ کے تمام حاد کیسوں کا علاج آرسینک یا اپیکاک سے شروع کرنا چاہیے- ان دونوں دواؤں سے علامات کا لحاظ رکھنا چاہیے-

ایک ہفتہ کے بعد وہ ہماری پڑیوں کی تعریف میں رطب اللسان تھی- اس نے تیزی سے افاقہ محسوس کیا- دمہ کافی بہتر تھا- اسے آرسینک -6 کی مزید خوراکیں دی گئیں- اس کے بعد پندرہ ماہ تک وہ نظر نہ آئی- اس نے پڑیوں کو سنبھال رکھا تھا اور اتفاقیہ طور پر حملے کے خطرے کے تحت لیتی رہی- بارہ مہینے میں کوئی حملہ نہ ہوا-

حاد امراض کے علاج کا یہ صحیح طریقہ ہے- تکلیف کی شدت میں دوائی لیں، افاقہ پر دوا چھوڑ دیں، علامات دوبارہ ظاہر ہوں تو دوا کا اعادہ کریں- اس بار اس کو ایک اور شدید حملہ ہوا چونکہ اس کے پاس دوا کا سٹاک ختم ہو گیا تھا اس وجہ سے اسے کلینک آنا پڑا- اس کا نیلا، آکسیجن کی شدید کمی کا مظہر، کسی بے وقوف نے اسے لیکیسز -30 دے دی- کیونکہ دمہ کی وجہ سے وہ نیند سے بیدار ہو جاتی- اگلے ہفتے وہ واپس آئی، بہت پریشان، ٹوٹی ہوئی۔

''یہ وہ پڑیاں نہیں تھیں، ان سے تو کوئی افاقہ نہیں ہوا-''

وہ پرانی پڑیاں طلب کر رہی تھی- چنانچہ اسے آرسینک -6 کی بارہ پڑیاں دے دی گئیں- اس بار پھر معجزہ ہوا- کبھی کبھار وہ ان پڑیوں کو منگوا لیتی- دراصل وہ ان کا سٹاک رکھنا چاہتی تھی- دمے اور دل کی تکلیف تیزی سے ختم ہو گئی- کئی سال تک دمے کی تکلیف نہ ہوئی- اس کیس میں آرسینک نے حاد اور مزمن دونوں پہلوؤں سے مرض کو درست کیا- دمے کے حملے اس خوبی سے رک گئے کہ وہ کئی سال تک ان سے بچی رہی- اس کے خاوند کو بھی آرام ملا- وگرنہ رات بھر کھانسنے سے وہ بھی بے آرام رہتا- پھیری والی یہ خاتون اب بھی جو کی شراب کی دلدادہ ہے- کبھی کبھی اب بھی پی لیتی ہے- دمہ بہر حال ختم ہو گیا-

دمہ کے تمام کیسوں میں علاج اتنا آسان نہیں جتنا اس کیس میں ہوا- بعض کیسوں میں کئی سال لگ جاتے ہیں- مہینوں زیر مشاہدہ رکھنا اور بعض اوقات مسلسل علاج کرنا پڑتا ہے- مروجہ علاج کی طرح یہ علاج پھیپھڑوں اور دل کو نقصان نہیں دیگا- ہومیو علاج سے عام صحت بھی برباد نہیں ہوتی جیسا کہ مروجہ علاج میں ہوتا ہے-

مسز ایچ کا دمہ آرسینک سے اتنی آسانی سے ٹھیک ہوا- ہانی من کے لحاظ سے یہ سورا کے مزاج کا نتیجہ تھا- لہذا سورائی دوا نے فوری شفا دی- آرسینک ایک سورائی دوا ہے- بہر حال دمے کے زیادہ تر کیس پیچیدہ ہوتے ہیں- پیچیدگی کی وجہ سائکوسس' ہے- اس کے لئے سائیکاٹک ادویات کی ضرورت ہوتی ہے- یہ دوائیں بعض اوقات کئی سال میں مرض کا خاتمہ کرتی ہیں- مریض کو صحت کی راہ پر لانے کے لئے زیادہ محتاط تجویز کی ضرورت ہوتی ہے-

4

نیٹرم سلف مرطوب موسم میں عام دوا ہے- ایک دن صبح کے وقت میں نے حاد دمہ کا ایک مریض دیکھا- یہ کافی شدید کیس تھا- تیمار دار اس کی حالت سے بہت پریشان تھے- تفصیلات جاننے کا موقعہ نہیں تھا- یہ بات اہم تھی کہ وہ جونہی گرم حالت میں بھیگ جاتا تو بیماری کا حملہ ہو جاتا- اس علامت پر اسے نیٹرم سلف-30 دی گئی- اس دوائی سے اس کی تکلیف فوری طور پر ختم ہو گئی- اسے دو تین مہینے افاقہ رہا- اس کے بعد جب بھی موسم مرطوب ہوتا، یا وہ بارش میں بھیگ جاتا تو اسے دمہ کی شدید شکایت ہو جاتی - اسے تقریباً ہر تین چار ماہ بعد دوائی کی ضرورت پڑتی- اس کے بعد دو سال تک افاقہ رہا- اس کے بعد پھر تکلیف ہو گئی- اسے نیٹرم سلف-1m دی گئی- تین مہینے تک افاقہ رہا- اس دوران موسم مرطوب بھی رہا مگر وہ تکلیف سے بچا رہا- اس کے بعد کی صورت حال یہ رہی کہ اسے معمولی شکایت بھی ہوتی تو وہ زیادہ پرواہ نہ کرتا- تکلیف شدت اختیار کرتی تو نیٹرم سلف کی ایک آدھ خوراک سے طبیعت بحال ہو جاتی- بدقسمتی یہ تھی کہ وہ غربت کی ایسی حد پر تھا کہ اس کے لئے مزید کچھ کرنا بہت مشکل تھا-

نیٹرم سلف کا مرض آرسینکم کے بعد آتا ہے- نیٹرم سلف کے مریض میں تکلیف صبح چار پانچ بجے سے پہلے نہیں ہوتی اور تکلیف شروع ہونے کے بعد قبل دوپہر تک جاری رہتی ہے- اس میں پتلی اور تر بلغم جو سبز اور زرد رنگ کی ہوتی ہے اور بافراط خارج ہوتی ہے- سینے میں ڈھن اور دباؤ محسوس ہوتا ہے- سینے کو دبانے اور تھامنے سے افاقہ ہوتا ہے- آرسینک جب تکلیف کو افاقہ دے دیتی ہے تو نیٹرم سلف کا دائرہ شروع ہو جاتا ہے- یہ دوائی تھوجا کے ناکام ہونے کے بعد اچھا اثر کرتی ہے- اس کی ایک اور معاون دوائی میڈورینم ہے- یہ سائنٹفک دوائیں ہیں-

تیز رفتاری کے اس زمانے میں پیٹرول کے متلی آور بھبوکے' گراموفون اور لاؤڈ سپیکر کا شور شرابا دباؤ کا باعث ہے اور ان سے کمزور اعصابی نظام شدید طور پر متاثر ہوتا ہے- جس کا سب سے زیادہ اثر سانس کے نظام پر ہوتا ہے- ماحول اور اس کے ہولناک اثرات کو جرمن تصاویر میں بہت خوبی سے نمایاں کیا گیا ہے- واقعات کا سلسلہ صورت حال کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے-

نیچے ایک کیس درج کیا جاتا ہے۔

5

ایک صحت مند شخص جنگ کے زمانے میں گیس کی زد میں آجاتا ہے۔ اس کا چار سالہ معصوم بچہ جنگ کے دوران بہت خوفناک تجربات سے گزرا۔ دباؤ سے بھرپور حالات میں وہ کم سنی میں ہی دمہ میں مبتلا ہوا۔ عام طور پر بہت مضبوط شخصیت کے لوگ ہر طرح کی انتہاؤں کو چھوتے ہیں۔ ان کو مصائب اور خوشیوں کی معراج نصیب ہوتی ہے۔ وہ تکالیف میں انتہائی حساس ہوتے ہیں۔ یہ بچہ بیلاڈونا کا ایک مثالی کیس، یہ مزاج اس کے پورے کیس میں حاوی ہے۔ ہر سردی کے ساتھ دمہ کا شدید حملہ، یہ حملہ پہلی بار دانت نکلنے کے زمانے میں ہوا۔ بچے کی کبھی ناز برداری نہیں ہوئی۔ وہ انتہائی سخت کوش اور محنتی' روزانہ ٹھنڈے پانی میں نہاتا، انتہائی دھوپ میں بھی ہیٹ نہیں پہنتا، سردی یا گرمی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کے باوجود اعصابی طور پر بیمار۔ ہر سردی میں سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ میں مبتلا ہو جاتا۔ یہ حالت بگڑ کر اکثر اوقات سخت نمونیہ تک پہنچ جاتی۔ اسے ہیپر سلف-6 دی گئی۔ اسے یہ دوا کافی طویل عرصہ تک دی جاتی رہی۔ وجہ یہ تھی کہ اسے ہمیشہ سردی لگنے سے دمہ ہوا۔ جونہی شرق سے سرد تیز ہوا چلی، مریض قابو آ گیا۔ دوائی سے حملہ نہ رکا بلکہ ہلکا ہوا۔ فرق یہ ہوا کہ دو تین ہفتے کے بجائے دو چار دن میں حملہ ختم ہو جاتا۔ آخر کار سال ہا سال تک ہر سرد طوفان سے اس کا مبتلائے مرض ہونا ایک معمول بن گیا۔ اس سے کئی روز کے لئے بستر میں مقید ہو جاتا۔ سات سال کی عمر میں وہ ساحل سمندر پر لے جایا گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ وہ فوراً ہی ٹھیک ہو گیا۔ دو مہینے تک اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

ساحل سمندر پر افاقہ کی علامت پر میڈورینم-30 دی گئی۔ اب اسے آٹھ ماہ تک افاقہ رہا۔ تمام سردی وہ سکول جاتا رہا۔ کبھی کبھار میڈورینم کا کورس لے لیتا۔ بچوں کا دمہ، دو اڑھائی سال کا وقت علاج کے لئے لے لیتا ہے۔ اس کے بغیر دمہ کا رجحان مستقل طور پر ختم نہیں ہوتا۔ بچوں اور بڑوں کو اور ان کے عزیزوں کو خوف و ہراس سے بچانے اور عضلات سینہ کے تکلیف دہ دوروں سے بچانے کے لئے ہومیو علاج کی یہ اثر انگیزی قابل قدر ہے۔

انگریزی نژاد فرانسیسی لڑکے کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ میں نے اسے پہلی بار ۱۹۳۰ء میں دیکھا۔ اس وقت اس کی عمر نو سال تھی۔ اس کا قد چھوٹا تھا' کندھے جھکے ہوئے، مختصر سی چھاتی، سکڑی ہوئی پسلیاں، گردن میں سانس سے متاثرہ عضلات بڑھے ہوئے، ہونٹ نیلے، کھوکھلا سانس۔ یہ حملے کئی سال سے جاری تھے۔ اسے فزیوتھراپی کے وارڈ میں داخل کیا گیا۔ ہفتے میں دو دفعہ اس کی فزیوتھراپی کی جاتی۔ سانس کی ورزشیں اس کی چھاتی کے پھیلاؤ اور پھیپھڑوں کو آکسیجن

سے صاف کرنے کے لئے کرائی گئیں- اس کی عام صحت بہتر کرنے کے لئے عام قسم کی ورزشوں کا اہتمام کرایا گیا- اس کے علاوہ مختلف شعاؤں اور روشنیوں سے علاج کیا گیا- اس کی جسمانی حالت آہستہ آہستہ بہتر ہوئی مگر دمہ کو کوئی فرق نہ ہوا- اس پہلو سے کم وبیش تعطل کی کیفیت تھی-

اس مرحلہ پر مستحق مریضوں کی امدادی تنظیم کی ایک وزیٹر نے مریض کو دیکھا، خوب گہرے جائزہ کے بعد اسے ایک کھلی فضا میں موجود کلینک میں پندرہ روز کے لئے بھیجنے کا مشورہ دیا- اس سے پہلے تک اس بچے کو گھر میں موسمی اثرات سے بچانے کے لئے پوری احتیاط سے کام لیا جاتا تھا- کھلی فضا میں منتقلی کے بعد اس کی تکلیف نمونیہ کی صورت اختیار کر گئی- جب میں نے اسے دوبارہ دیکھا تو وہ قریب المرگ تھا- اس طرح چھ ماہ میں علاج کی جو محنت کی گئی تھی وہ برباد ہو گئی- ہمیں نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑا- معمولی وزشیں شروع کرائی گئیں- ان کو آہستہ آہستہ بڑھایا جاتا- شعاؤں اور روشنیوں سے مدد لی گئی- چند مہینے بعد اسے پہلی بار ہومیو ادویہ کا ایک کورس دیا گیا- مشاہدہ سے پتہ چلا کہ وہ ہمیشہ سردی محسوس کرتا، اسے اکثر نزلہ زکام ہو جاتا، بہت جلد تھک جاتا اور نڈھال ہو جاتا، یہ کیفیت خاص طور پر چار بجے سے آٹھ بجے محسوس ہوتی- وہ بہت ڈرپوک اور شرمیلا قسم کا لڑکا تھا- اسے جونہی نزلہ زکام شروع ہوتا تو یہ سینے کو پکڑ لیتا- ایک ہفتے بعد دائیں پھیپھڑے سے بائیں پھیپھڑے کی طرف تکلیف منتقل ہو جاتی- یہ تمام علامات لائکوپوڈیم کی تھیں- اسے لائیکوپوڈیم-30 تجویز کی گئی اور گاہے بگاہے یہ دوا دی جاتی رہی- اس دوا نے فوراً ہی اثر شروع کر دیا- دمہ انتہائی کم ہو گیا-

پندرہ روزہ وزٹ کی رپورٹ یہ تھی کہ کھانسی ختم، سانس پھولنے کی شکایت درست ہو گئی- سانس کی آواز صاف- دس مہینے تک وہ دمہ سے آزاد رہا- لیکن اس کے بعد ستمبر ۱۹۳۲ء میں اسے زکام ہو گیا جو چار ہفتے تک جاری رہا- مگر دمہ سے وہ پھر بھی محفوظ رہا- ۶- اکتوبر کو اسے لائکو کی ایک اور خوراک دی گئی- ۲۴ نومبر کو دوسری خوراک- وجہ یہ تھی کہ سردی کے خلاف مزاحمت کمزور تھی- ۶ فروری ۱۹۳۳ء کو دمہ اور کھانسی نہیں تھی- زکام ایک مہینے سے ٹھیک تھا- اسے روشنیوں اور عملی ورزشوں کی ضرورت نہ ہوئی- ۹ فروری ۱۹۳۳ء کو لائیکو کی مزید خوراک دی گئی- ۱۵ نومبر ۱۹۳۴ء تک اسے زیر مشاہدہ رکھا گیا- اسے کبھی کبھار زکام کی شکایت ہوئی مگر سانس کا کوئی مسئلہ نہ ہوا- نومبر ۱۹۳۴ء میں لائیکو کی ایک خوراک دی گئی-

اب وہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا- یہ سکول چھوڑنے کی عمر تھی- ۱۹۳۶ء کی گرمیوں سے پہلے وہ نظر نہ آیا- اب وہ صرف بتانے آیا کہ اس کی صحت بہت عمدہ ہے-

وہ پانچ فٹ دس انچ کا نوجوان ہے- اس کی چوڑی اور بھری ہوئی چھاتی ہے- اب

پہچان میں نہیں آتا- پہلے سے بہت مختلف ہے- وہ پتلا دبلا، بیمار صورت، ہانپتا ہوا آیا تھا- کیا ہومیو علاج نعمت نہیں؟ دمہ میں ہلکی ورزش علاج میں معاون ہے- حقیقی پیش رفت مطلوبہ دوا ہی سے ہوئی- یہ لڑکا پندرہ روز بعد باقاعدہ آتا رہا- ۱۹۳۱ء تک اسے سانس پھولنے، دمہ اور نالیوں کی سوزش کی مسلسل شکایت رہی- پھر اسے لائکو پوڈیم کی پہلی خوراک دی گئی- یہ دوا اس کی علامات سے مطابقت رکھتی تھی- دمے کا حملہ فوری طور پر رک گیا اور وہ رپورٹ دینے میں بے قاعدہ ہو گیا- ورزش اور روشنی نے اس کی جسمانی طور پر بہتری میں معاونت کی لیکن لائیکو سے بہت نمایاں بہتری ہوئی- اس سے جسم اور وزن بڑھنا شروع ہوا- چند ہفتے قبل اس کے گھر کے پتہ پر اس کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے رابطہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ اسے دمہ کی شکایت نہیں ہوئی- سوال یہ ہے کہ اگر اس لڑکے کا ہومیو علاج نہ کیا جاتا تو کیا فرق پڑتا- اس طرح کے کتنے ہیں جو اپنے آپ پر بوجھ ہیں- وہ بیمار صورت، اپنا آپ اٹھا نہیں سکتے، ہانپتے، کانپتے، لرزتے، گرتے، پڑتے، وقت کو دھکا دے رہے ہیں- وہ لوگ جن کے ذرائع آمد ہیں- ان کا معاملہ تو شاید اتنا اہم نہیں مگر روزانہ محنت سے اپنا پیٹ پالنے والے جن کی مزدوری بھی کچھ زیادہ نہیں- ان کے لئے دمہ سخت دشمن کی حیثیت رکھتا ہے- ایسی صورت حال میں ہومیو علاج شاندار کام کرتا ہے- اس نے نوجوان لوگوں میں مرض کا مکمل طور صفایا کر دیا- بڑے بوڑھوں میں یہ آسانی پیدا کرتا ہے- یہ حملوں کو مختصر کرتی ہے مگر اس میں طویل اور محتاط علاج کی ضرورت ہے-

6

الف آر ایک بارہ سالہ لڑکا، یکم ستمبر ۱۹۳۲ء کو دیکھا- سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ کی بار بار شکایت- وہ کئی سال سے دمہ میں مبتلا تھا- جس سے اس کی چھاتی پچک گئی- ہلکی پھلکی ورزش کی ہدایت کی گئی- وہ ورزش کے لئے متعلقہ شعبہ میں باقاعدگی سے آتا رہا- اس کا بغور مشاہدہ کیا گیا- اس سے بہت زیادہ علامات حاصل کرنا مشکل تھا- واضح تھا کہ مرطوب موسم میں بیماری کے حملے شدید تر ہوتے تھے- اسے اکثر سردی لگ جاتی تھی- اس ایک علامت پر نیٹرم سلف تجویز کی گئی- اس کی ایک ہزار طاقت ۲۱ دسمبر کو دی- خوشی کی بات تھی کہ دوا نے خوب کام کیا- چار ماہ تک اسے کوئی حملہ نہ ہوا- اس کے بعد بھیگ جانے کی وجہ سے اسے دمہ اور نالیوں کی سوزش ہو گئی- ۲۵ مئی ۱۹۳۳ء کو اسے نیٹرم سلف 1m- کا ایک کورس دیا گیا- مارچ ۱۹۳۴ء تک اسے دمہ کی شکایت نہ ہوئی- دس ماہ تک دمہ سے آزاد رہا- گرمی، خزاں اور سردی کے تین موسم گزر گئے اور وہ دمہ سے محفوظ رہا- یہ ریکارڈ کی بات تھی- ۱۵ مارچ ۱۹۳۴ء کو نیٹرم سلف 1m کی ایک خوراک دی گئی- ۱۹۳۴ء کی گرمیوں میں اس کے بارے میں یہی پتہ چلا کہ وہ بالکل درست ہے- علاج کے

اس اٹھارہ مہینوں میں اس کے وزن میں اضافہ ہوا اور وہ خوب صورت لڑکے کی شکل اختیار کر گیا۔

(7)

اے جی ایک لڑکا، بعمر ۱۱ سال، مئی ۱۹۳۳ء میں پہلی بار دیکھا۔ خناق کے حملے کے بعد کئی سال سے دمہ میں مبتلا تھا۔ برامٹن ہسپتال میں علاج کروا چکا تھا۔ تشنج میں ہوا رکی ہوئی تھی، چھاتی پھیلنے سے عاری، صرف اوپر کی جانب معمولی سی حرکت کر سکتی، بلغم مشکل سے خارج ہو سکتا، مرطوب موسم پسند نہیں، کھانسی کے ساتھ قے۔ اپیکاک-30 دن میں تین بار۔

۸ جون ۱۹۳۳ء

رات کو کھانسی شدید، پھیپھڑوں سے دمہ کی آوازیں۔ آرسینکم البم-30 دن میں تین بار۔

۱۵ جون ۱۹۳۳ء

کوئی تبدیلی نہیں، صرف نیند بہتر ہوئی لائیکو-30 ایک خوراک اور اپیکاک-30 دن میں تین بار۔

۲۲ جون ۱۹۳۳ء

کان اور ہونٹ نیلے، سانس بہت دقت کے ساتھ، سانس کی آواز زوردار۔ اپیکاک دن میں تین بار۔

۶ جولائی ۱۹۳۳ء

پھیپھڑے صاف، کھانسی ختم، مگر اتوار کی رات کو ہر ہفتے بیماری کا حملہ، کئی ہفتے تک یہی کیفیت رہی۔ سلفر 30 'ایک خوراک اپیکاک-30 دن میں تین بار۔

۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء

پھیپھڑے سوزش زدہ، حاد حملہ اتوار کو ہوا۔ اس ہفتے آکسیجن کی کمی کی علامت نہیں، نیٹرم سلف-1m ایک خوراک' صرف اس علامت پر کہ وہ مرطوب موسم کو پسند نہیں کرتا۔

۷ ستمبر ۱۹۳۳ء

حملے سے پہلے بہت پریشان، اسے دمہ تو بچپن سے خناق کے بعد سے تھا، تھوجا-30 خناق کی انسدادی دوائیوں کے امکانی زہر کے لئے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۳۳ء

پچھلے ہفتے شدید حملہ ہوا۔ بہت مشکل صورت حال، لڑکا بولتا ہی نہیں، اس کی والدہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی، وہ اس کا خوب مشاہدہ کرتی، لڑکا خود حملہ سے پہلے بہت تلخ اور چڑچڑا ہو جاتا

ہے، لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتا، وگرنہ وہ تو بات ہی نہیں کرتا - ماں اور مریض کوئی خاص علامت نہیں دیتے تھے تو معالج کو حاد دوائی جاری رکھنا پڑتی - اپیکاک -30 دن میں تین بار-

۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء

رات دو تین بجے کے دوران حملہ، سوتے میں چلاتا، دوسرے لڑکوں سے لڑتا ہے- پھیپھڑے سیٹی بجاتے، خشک کھانسی - ٹیوبرکولینم -30 اور اپیکاک -30

۹ نومبر ۱۹۳۳ء دھند کے دوران شدت، پھیپھڑے صاف، آکسیجن کی اتنی کمی نہیں، چیخنے چلانے کی کیفیت ختم ہوگئی، ڈفتھیرینم -30، بچپنے کے خناق کے انسدادی دوا کے زہریلے اثرات دور کرنے کے لئے-

۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

ہفتہ بھر ٹھیک رہا - اگرچہ موسم دھند سے پر رہا - آسانی سے ڈر جاتا ہے - اپنی والدہ کے بغیر کبھی نہیں آتا، اپنے بارے میں خود کچھ نہیں کہتا - اپیکاک -30 دن میں تین بار-

۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء

دانتوں سے ناخن کاٹتا ہے، چکنائی پسند نہیں، اپنی ماں کے آنچل کے ساتھ بندھا ہوا، کسی اجنبی سے بات نہیں کرتا، پھیپھڑے سیٹی بجاتے ہیں، پلساٹیلا -30 دن میں تین بار- تین دن کے لئے-

۳۰ نومبر ۱۹۳۳ء

بہت بہتر، حملہ صبح پانچ بجے، پلساٹیلا، دسمبر میں بار بار دی گئی، نتیجتاً سانس کی خرخراہٹ ختم ہوگئی - پچھلے سال دسمبر میں خرخراہٹ مسلسل تھی-

۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء

شدید حملے، خرخراہٹ اور سانس میں رکاوٹ اور تنگی، پلساٹیلا -30 دن میں تین بار-

۸ مارچ ۱۹۳۴ء

چار ماہ میں وزن کا دو پونڈ اضافہ، پیاس شدید، بازوؤں میں درد، سانس کی خرخراہٹ، برائیونیا -30 دن میں تین بار، چند ہفتوں کے لئے برائیونیا دی گئی-

۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء

اب آکسیجن میں کمی نہیں، رات کو حملے ختم ہو گئے، پسینے کے بعد پھیپھڑوں میں کچھ کھردرا پن - برائیونیا -30 دن میں تین بار-

۱۵ اپریل ۱۹۳۴ء

دائیں ٹانگ پر پھوڑا، دائیں جنگا سے میں گلٹ پڑا ہوا- ٹارنٹولا کیوبینس-30 چار خوراکیں دن میں چار بار-

۲۵ اپریل ۱۹۳۴ء

وزن میں ایک پونڈ کی کمی، آکسیجن کی کمی کی کوئی علامت نہیں، تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی، سانس کی تنگی ختم-

۷ جون ۱۹۳۴ء

رات کے دو تین بجے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، سانس تنگ ہو جاتا ہے، تازہ ہوا کی خواہش، آرسینک-30 دوروں کے دوران- اس کی والدہ نے آرسینک کبھی کبھار دی- بہرحال ہفتے میں ایک بار اس کی ضرورت ہوئی-

۱۲ جولائی ۱۹۳۴ء

بہت بہتر، اپنے سائیکل پر اپسم سیر گاہ گیا- وگرنہ وہ تو ماں کے ساتھ ہی بندھا رہتا تھا- آرسینک-30 مسلسل-

۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

ایک بار پھر بہت نیلی رنگت غالب آ گئی، دمہ میں لیٹنے سے کمی، رات کو شدت، تکلیف سے بیدار ہو جاتا، دورہ کے دوران بہت گرم، لیکیسز -30-

ستمبر اکتوبر میں شدت، اتنی کہ اس کی والدہ گھبرا کر اسے برامٹن ہسپتال لے گئی- اسے اندیشہ تھا کہ وہ پھیپھڑوں کی دق میں مبتلا ہے- ہسپتال والوں نے علاج کو درست قرار دے کر اسے جاری رکھنے کی ہدایت کی-اس کی ماں بہترین طریقہ سے علاج کے باوجود ہسپتال لے جانے پر شرم سار ہونے کے بجائے اکڑی ہوئی آ رہی تھی- ہسپتال والوں نے ایکس رے کے بعد دمہ کی موجودگی کی تصدیق کی اور بتایا کہ دق موجود نہیں- چار ہفتوں کے دوران ہسپتال کے علاج سے اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی- زیادہ وقت بستر میں رہتا اور کھانسی اور سانس کی تنگی کے دورے پڑتے رہتے-

۸ نومبر ۳۴ء

لائیکو-30 وزن میں چھ ہفتوں مین کمی ہوئی-

۱۰ جنوری ۳۵ء

رات کو نیند خوب ہو گئی- پھیپھڑوں میں دائیں جانب سکڑن، لائیکو کی علامات، لائیکو-30

۳۱ جنوری ۳۵ء

چار پانچ بجے صبح سانس کی تنگی ، دمہ اب اتنا شدید نہیں رہا، ہفتے کے اخیر میں شدت،
پھیپھڑوں میں خرخراہٹ کالی کارب-30

۱۴ فروری ۳۵ء

جنوری کے بعد سے کوئی حملہ نہیں ہوا-علی الصبح سانس کی تنگی ختم ہوگئی-

۲۱ فروری ۳۵ء

گذشتہ روز طبیعت خراب رہی- کالی کارب-30

۷ مارچ ۳۵ء

کافی بہتر، کھانسی کے باوجود پھیپھڑوں میں آوازیں، کالی کارب-30

۲۸ مارچ ۳۵ء

ایک بار پھر ہفتے اتوار کی رات کو حالت خراب، پھیپھڑے خراخراہٹ سے بھرپور،---
کالی کارب بدستور، دن میں تین بار-

۲ مئی ۳۵ء

کافی بہتر-

۹ مئی ۳۵ء

دمہ کی واپسی، سکول جانے سے خوف، کالی کارب-30، تین خوراکیں-

۱۳ جون ۳۵ء

سکول میں کرکٹ کھیلتا ہے، اپنے لئے خود بات کرتا ہے-خوب سوتا ہے-

۷ ستمبر ۳۵ء

کئی مہینوں سے اچھا ہے، ناک کی نوک پر مسہ پیدا ہو گیا جو چھٹیوں کے دوران گر گیا-

۲۸ ستمبر ۳۵ء

دوبارہ راتیں مخدوش ہو گئیں- پھیپھڑوں میں خرخراہٹ، کالی کارب-30

۱۳ اکتوبر ۳۵ء

کالی کارب- 1m صورت حال بدستور-

۱۱۰ اکتوبر ۳۵ء

دمہ غائب، مگر شدید زکام، دھند کے بعد، پیاس، بہت زود رنج، برائیونیا-30 دن میں
تین بار، سردیوں بھر میں ٹھیک رہا-

۲۳ جنوری ۳۶ء

زکام ایک بار پھر- کالی کارب 1m اس کے بعد اس کی عام حالت بہتر ہوئی- پھیپھڑوں اور سانس کی آواز بالکل صاف، اس کی ذہنی حالت بہتر ہوئی، وہ کافی آزاد ہو گیا- اب علاج کے لئے اکیلا آنے لگا- باہر بھی چلا جاتا تھا-

۱۲ اپریل ۳۶ء

ٹھیک تھا- مگر فلم دیکھنے چلا گیا- رات کو سردی لگنے سے نزلہ ہو گیا- کالی کارب-1m اس سے پھر بہتر ہو گیا-

۱۴ مئی ۳۶ء

شدید تکلیف- کالی کارب-1m

۲۸ مئی ۳۶ء

بہت بہتر، ذہن بھی خوب، روشن-

یکم جولائی ۳۶ء

دوبارہ دمہ- کالی کارب-1m

۹ جولائی ۳۶ء

بہت اچھا، دمہ ختم، سینے کی بڑھوتری ٹھیک ہے، چھاتی کا پھیلاؤ ٹھیک ہو گیا، چھاتی کے عضلات میں کوئی ضعف نہیں- چودہ سال کی عمر کو پہنچا احتلام شروع ہوا- کام پر جانے لگا- ۱۹۳۷ء کی بہار میں دیکھا گیا- بالکل ٹھیک تھا- دمہ نہیں ہوا- ۱۹۳۸ء کے شروع میں اتفاقاً ملا- دمہ دوبارہ- کالی کارب-10 m ستمبر ۴۱ شاندار حالت میں سانس کا حملہ نہیں ہوا-

میں نے اس لڑکے کے کیس کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے- شروع میں اس کی مزاجی دوا تلاش کرنا مشکل تھی، اس وجہ سے پہلے پہلے حاد دوائی سے شدید حملوں کو روکا گیا- یہ حاد دوائیں آرسینک اور اپیکاک تھیں- فزیکل تھراپی میں سانس کی ورزشوں میں پوری باقاعدگی سے شریک ہونے کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا- اس کے سینے کی خرخراہٹ میں کوئی فرق نہیں پڑا- مقامی علاج نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا- اس دوران میں نے اس کے مزاج کا پورا اندازہ کر لیا- کالی کارب شروع کرائی- اس نے حملوں کو فاصلہ پر رکھا اور ذہنی اور جسمانی طور پر اسے بہتر بنایا- علاج طویل ہونے کی بنا پر مریض اور اس کی ماں مایوسی کا شکار ہوئی مگر آخر کار نتائج نے ان کو تسلیم کرایا کہ ہمارے علاج نے انتہائی عمدہ نتائج پیدا کئے ہیں-

کالی کارب ایک مشکل دوا ہے- یہ ہر موسم میں بہت حساس ہے- خزاں اور سردی میں-

یہ تلخیوں اور اندیشوں سے بھر پور ہے- یہ بالعموم صبح دو سے پانچ بجے تک شدید ہوتی ہے- اس میں کھانسی، قے کے ساتھ آتی ہے- جب تک کالی کارب نہ دی گئی یہ علامات اس لڑکے میں پورے جوبن پر تھیں- اسی طرح اس کی دائیں جانب بائیں کے مقابلے پر زیادہ خراب تھی- ان علامات کو جمع و معلوم کرنے میں طویل وقت صرف ہوا- وجہ یہ ہے کہ مریض اور اس کی والدہ خاموش رہتیں- صرف اتنا کہنا کہ حملہ ہو گیا ہے- ایسے خاموش کرداروں کو پڑھنا کافی مشکل مرحلہ تھا-

کالی کارب سائیکاٹک دوائی ہے- بار بار ہونے والے دمہ کے لئے سائیکاٹک دواؤں میں سے ہی منتخب کرنا ضروری تھا- کالی سالٹس، میڈورینم، نیٹرم سلف، سٹیفسکیریا، سلفر، تھوجا وغیرہ-

دمہ ایک مزاجی تکلیف ہے- اکثر اوقات یہ موروثی ہوتی ہے- مختلف نسلوں کے ممبروں میں پائی جاتی ہے- جب یہ موروثی ہو تو لازماً سائیکاٹیک ہوگی- ہمارے فن کے دیوتا بانی من اعظم نے یہی کہا ہے- میں نے اس بات کی صداقت ایک کیس میں خود مشاہدہ کی ہے-

8

ایک خاتون انتہائی بیمار صورت، زرد رو، اور شفاف اتنی کہ خون سے خالی محسوس ہوتی- اس کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی- اس کے قریباً تمام بچے ہی بیمار تھے- بچوں کی تعداد بھی کافی تھی- ہر حمل کے بعد اس کی رنگت پہلے سے زیادہ مٹیالی ہو جاتی -اس کی بیماری کا اتنا شہرہ تھا کہ اکثر ہسپتال والے اس کے لئے پیشگی طور پر بستر مخصوص رکھتے- تین چار بار حمل کے دوران تواتر سے یہی ہوا- اس دوران جب وہ زچگی سے فارغ ہو جاتی تو پھر بھی بیمار رہتی- سانس میں مشکل ایک مستقل عارضہ تھا، اس کی شکل بھر پور دمہ کی نہیں تھی- خون کی کمی ہمیشہ تشویش کا باعث رہی- ہر بار زچگی کے مرحلے میں اس کے مرجانے کا اندیشہ رہتا- ہم نے جونہی اس کی علامات پر عبور حاصل کر لیا تو اسے میڈورینم تجویز کی- اس کے اور اس کے بچوں کے جوڑوں اور مخصوص اعضا پر پھنسیوں کا ہجوم تھا- میڈورینم مدر ٹنکچر سے یہ پھنسیاں صاف ہو گئیں- مریضہ کا وزن بڑھنے لگا اور خون کی کمی دور ہو گئی- وہ اپنے گھر اور بچوں کی ذمہ داریاں پورا کرنے لگی-

یہ دوائی اس کے بچوں کو بھی دی گئی- پہلا بچہ جو مضبوط جسم اور ہڈیوں کا مالک تھا- اس کی عمر چھ سال تھی- اسے دن کے وقت دمہ کی شکایت رہتی- اچانک حملہ کی صورت میں ہسپتال لایا جاتا اور کئی کئی ہفتے داخل رکھ کر علاج کیا جاتا- مجھے بتایا گیا کہ اسے چھ ماہ تک ایک جزیرے میں قیام کے دوران بالکل افاقہ رہا- لیکن لندن واپس آنے پر دو دن کے بعد ہی شدید حملہ ہوا-

موجود تھی- اسے میڈورنیم -30 دی گئی- اس دوا کو ہفتوں تک جاری رکھا گیا- دوا نے خوب کام کیا- دمہ کے حملے رک گئے- اس نے سکول جانا شروع کر دیا- حالانکہ اس سے پہلے وہ سکول نہیں جاتا تھا- اب اسے ساحل پر جا کر مہنگے قیام کی ضرورت نہیں تھی- پبلک اور خیراتی اداروں کے اخراجات کی کتنی بچت ہوئی-

اس طرح کے سینکڑوں کیس ہیں- یہ کیس دیہات اور شہروں میں بلا تفریق پائے جاتے ہیں- ان کو میڈورنیم کی ضرورت ہے- جس کے بغیر وہ دمہ کا عذاب بھگت رہے ہیں- ان کو ساحل سمندر پر بھیجا جاتا ہے- اگر ہومیو علاج کا علم پھیلایا جائے تو گھر گھر یہ پیغام ہوگا-

''جاؤ! جاؤ! ہومیو ہسپتال جاؤ، ہومیو ڈاکٹر کے پاس چلے جاؤ! ناقابل علاج امراض میں ان کے پاس جاؤ! اگر صحت نہ بھی ہوئی تو بھی افاقہ تو ضرور ہوگا- اس میں وقت لگ سکتا ہے- اس میں صبر و استقلال کی ضرورت ہوگی- مگر بہر حال آرام آ ہی جائے گا-''

ساحل سمندر پر دمہ سے افاقہ کی علامت کا ذکر ہو چکا ہے- دمہ کی ایک اور عجیب و غریب علامت ہے- ملاحوں کا دمہ، جونہی وہ سمندر سے واپس اپنے گھر پہنچتے ہیں تو ان کو آرام آ جاتا ہے- اس قسم کے دمہ کے لئے برومین دوائی ہے-

9

ایک پچاس سالہ ملاح کا کیس بہت مشہور ہے- یہ ایک لمبا، چوڑا، مضبوط شخص، اس کا وزن ۱۷۲ پونڈ، خوبصورت بال، نیلی آنکھیں، رخسار سیب کی طرح سرخ، دمہ سے نڈھال رہتا، انہوں نے سوچا کہ اسے ریٹائر کر دیا جائے- جونہی وہ جہاز سے اترا تو وہ درست ہو گیا- برومین -6 دن میں تین بار- ایک عرصہ کے لئے دی گئی- اس سے وہ صحت یاب ہو کر اپنی ملازمت پر چلا گیا- اگر آپ اس طرح کی علامات کو انگلیوں پر یاد کر لیں تو آپ ایسی بیماریوں کو دور کر سکیں جو پیشہ طب کیلئے عذاب کا باعث ہیں-

آیئے ہم اپنے نظریہ کے اثبات کی جانب چلیں- نظریہ یہ ہے کہ دمہ کے علاج کے لئے سائیکاٹک دواؤں میں سے مطلوبہ دوا تلاش کرنا چاہیے- میرا مطلب شفا ہے نہ کہ آرام-

ستمبر ۱۹۲۹ء کو میں نے ایک لڑکی دیکھی- اس کی عمر پانچ سال تھی- بارہ مہینوں سے سانس کی نالیوں میں سوزش لاحق تھی- اس کا الٹرا وائیولیٹ ریز اور ورزشوں سے علاج کیا گیا- مگر دمہ اور سانس کے عوارض جاری رہے- تنگ آ کر اسے ہسپتال لے جایا گیا- نومبر ۳۴ء میں وہ دوبارہ ہماری ڈسپنسری میں آئی- پانچ سال تک بے سود علاج کے بعد- اس نے کہیں سے سن رکھا تھا کہ ہماری ڈسپنسری میں دمہ کے کئی مریض شفایاب ہوئے ہیں- چنانچہ اس نے آخری چارہ کار

کے طور پر رجوع کیا۔

مرطوب موسم کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دمہ کی وہ ایک مکمل تصویر تھی۔ سینہ بلغم سے بھرا ہوا، زبردست خرخراہٹ، خارج ہونے والی بلغم بافراط، سفید، گاڑھی اور دھاگے کی طرح چھاتی میں سخت درد، کھانستے وقت چھاتی کو ہاتھوں سے پکڑنا پڑتا، بچی کی حالت سخت قابل رحم تھی، اس کے کندھے گول، وہ پست قامت، پتلی، کمر خم دار، پسلیاں اندر کو دھنسی ہوئیں، چھاتی کا اوپر والا حصہ نالی کی طرح تھا۔ اس کا چہرہ نیلگوں تھا۔ میں نے معلوم کیا کہ مرطوب موسم میں اس کی کیفیات شدید ہو جاتیں۔ یہ تمام علامات نیٹرم سلف کی تھیں۔ لہذا اسے نیٹرم سلف-30 دی گئی۔ اسے ہفتے میں دو بار روشنی اور ورزش کے لئے آنے کی ہدایت کی گئی۔

ایک ہفتہ بعد رپورٹ یہ تھی کہ مریضہ بہتر ہے، چھاتی کی غیر معمولی آوازیں صاف ہو گئیں۔

۲۲ نومبر ۱۹۳۴ء

ہفتے بھر میں حالت خراب رہی۔ بلغم بہت زیادہ رہی، پھیپھڑے صاف۔

۶ دسمبر ۱۹۳۴ء

بلغم زیادہ پھیپھڑوں میں خرخراہٹ، موسم بہت مرطوب، کئی روز سے بستر میں مقید، نیٹرم سلف-30 صبح وشام تین دن۔

۱۳ دسمبر ۱۹۳۴ء

سانس بہتر، کھانا بھی بہتر۔

۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء

تین دن سے بستر میں کرسمس کے فوراً بعد سے مریضہ کی حالت بہتر تھی۔ بارشوں کے بعد، حملہ مختصر رہا، کچھ خشک خرخراہٹ، پہلی طرح تر خرخراہٹ نہیں تھی۔ نیٹرم سلف-30 ایک خوراک بدستور۔ پھر ایک خوراک صبح وشام اگر تازہ حملہ ہو۔

۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء

بہت بہتر۔ ۱۴ فروری تک کوئی حملہ نہ ہوا۔ نیٹرم سلف صبح وشام۔

۲۱ فروری ۱۹۳۵ء

بہت مرطوب موسم، بستر میں چار روز سے مقید۔ بلغم بہت زیادہ، زردی مائل سبز اور لیسدار، مگر حملہ اتنا شدید نہیں تھا جیسا کہ پہلے معمول تھا۔ نیٹرم سلف-30 نے اپنا کام پورا کر لیا تھا۔ حملہ چونکہ اب جلد ہونے لگا تھا لہذا اونچی طاقت کی ضرورت تھی۔ نیٹرم سلف-1m دی گئی۔ ۹ مارچ

کے بعد دورہ سے محفوظ رہی- پھیپھڑے صاف تھے- اس روز میرے پاس نیٹرم سلف -1m نہیں تھی اس لئے اس کی تیس طاقت دی گئی- صبح وشام-۲ مئی کو ہلکے سے حملے، نیٹرم سلف -30 حسب ضرورت- سکول ڈاکٹر نے کھلی فضا کے سکول کی ہدایت کی- میں نے اس سے منع کر دیا- مرطوب موسم سے شدت کی وجہ سے ایسے سکول میں افاقہ کے بجائے خرابی کا امکان تھا- اس وجہ سے میں نے مخالفت کی- علاوہ ازیں اوپن ائیر سکول میں جا کر اس کا ورزش اور شعاعیہ علاج رہ جاتا- اسے پورا مہینہ نیٹرم سلف پر رکھا گیا- اس دوران حملے معمولی اور تھوڑے وقت کے لئے ہوئے- میں نے محسوس کیا کہ نیٹرم سلف زیادہ گہرا اثر نہیں کر رہی لہذا کسی دوسری دوائی کی ضرورت ہے-

۶ جون ۱۹۳۵ء

اسے ہر ہفتے دورہ ہوتا- تین ہفتے کے لئے رہتا- حملہ جمعہ کو شروع ہوتا اور بدھ تک جاری رہتا- وہ گھٹنوں پر جھک کر پڑی رہتی- چہرے کو تکیے سے ڈھانپ لیتی- یہ میڈورینم کی واضح علامت تھی- اس طرح دوا تبدیل کر کے میڈورینم -30 دی گئی- کینٹ نے کہا ہے کہ نیٹرم سلف جب مرض پر گرفت قائم نہ کر سکے تو معاون دوا کے طور میڈورینم کام کرے گی-

۲۰ جون ۱۹۳۵ء

ایک ہلکا سا حملہ ہوا- میڈورینم-

۱۱ جولائی ۱۹۳۵ء

تین ہفتوں تک کوئی حملہ نہ ہوا- وزن ۶۶ پونڈ- اس وقت اس کی عمر گیارہ سال تھی- بد قسمتی سے شروع میں اس کا وزن نہیں کیا جا سکا- مجھے یقین ہے کہ وزن میں لازماً اضافہ ہوا ہوگا- کیونکہ وہ بہتر اور خوش تھی- اس کی سکول حاضری بھی زیادہ باقاعدہ تھی-

۲۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

تین ماہ تک کوئی حملہ نہ ہوا- اب تک بیماری کے حملہ سے محفوظ رہنے کا یہ طویل ترین عرصہ تھا- ستمبر کے درمیان بہت معمولی حملہ ہوا اور نصف دن وہ بستر میں رہی- حملہ پر میڈورینم -30- اس کی والدہ نے ہدایت کے مطابق دے دی- بازو بہتر، دھنسی ہوئی پسلیاں بھی درست ہو گئیں-

۳-اکتوبر ۱۹۳۵ء

مرطوب موسم کے باوجود کوئی حملہ نہ ہوا، آپ دیکھیں کہ صحیح دوا کس طرح مریض کا پورا مزاج وطبیعت بدل دیتی ہے- وہ اب مرطوب موسم بھی برداشت کر سکتی ہے- میڈورینم -30

۱۷-اکتوبر ۱۹۳۵ء

ہفتے کے دوران حملہ ہوا، چہرے کے بل اسے چوتڑ اوپر کرنے پڑتے ہیں، گولائی میں پڑی ہے- میڈورینم -30

۱۳۱ کتوبر ۱۹۳۵ء

دن کے وقت کھانسی زیادہ، دن کے وقت حملہ، سجدہ کی صورت میں گر پڑتی- میڈورینم -1m جس کا ۱۴ نومبر اور ۱۲ دسمبر کو اعادہ کیا گیا-

۹ جنوری ۱۹۳۶ء

ہلکا سا حملہ، میڈورینم -2m، معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مزید اونچی طاقت کی ضرورت ہے-

۶ فروری ۱۹۳۶ء

میڈورینم -30 کیونکہ وہ منہ کے بل سوتی-

۲۷ فروری ۱۹۳۶ء

ہلکا سا حملہ، میڈورینم -30

۵ مارچ ۱۹۳۶ء

ہفتہ میں بہت بری حالت، دن کے وقت شدید دمہ، پلاسبو (دوا کے بغیر گولیاں)-

۲۶ مارچ ۱۹۳۶ء

ہلکا سا حملہ، دوائی صبح وشام-

۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء

چہرے کے بل سوتی ہے- صرف دن کے وقت حملہ- میڈورینم -30

۲۱ مئی ۱۹۳۶ء

تین ہفتوں میں پہلا حملہ-

۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

۲۱ مئی کے بعد سے کوئی حملہ نہیں ہوا- ساڑھے تین ماہ حملہ سے بچت رہی- وزن ۷۷ پونڈ- اب اس بچی کو مشکل ہی سے پہچانا جا سکتا تھا- چھاتی کا پھیلاؤ تین انچ- جب علاج شروع کیا تو چھاتی کا پھیلاؤ بالکل نہیں تھا- ۲۱ مئی سے کوئی حملہ نہیں ہوا تھا-

۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء

سردی لگنے سے ہلکا سا حملہ- میڈورینم -1m

۱۲۲ کتوبر ۱۹۳۶ء

وزن ۸۰ پونڈ، چھ ہفتوں میں تین پونڈ وزن میں اضافہ-

۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

۱۸ اکتوبر سے کوئی حملہ نہیں ہوا- وزن ۸۲ پونڈ-

۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء

ہفتے کے دوران میڈورینم -1m کی ایک خوراک-

۴ مارچ ۱۹۳۷ء

وہ اچھی محسوس نہیں ہوتی- حملہ کی کوئی اہمیت نہیں- سجدہ کی حالت میں سوتی- میڈورینم -1m ہر رات، ایک خوراک چھ دن کے لئے-

۱۸ مارچ ۱۹۳۷ء

شدید حملہ، میڈورینم کی اونچی طاقت کی ضرورت، میڈورینم -10 m

۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء

وزن ۸۶ پونڈ-

۶ مئی ۱۹۳۷ء

ایک اور حملہ- میڈورینم 10 m

۲۰ مئی ۱۹۳۷ء

وزن ۸۷ پونڈ- اس بچی نے دو سال میں ۲۱ پونڈ وزن بڑھایا- دمہ کے حملوں کی تعداد اور دورانیہ کم ہو گئے، ان کی شدت بھی کم رہی- علاج سے پہلے دمہ قریباً مسلسل تھا اور بہت شدید- اب وہ سکول جا رہی ہے، کافی بڑی ہو گئی ہے- ہشاش بشاش، کام کر سکتی ہے- گھرانے پر بوجھ کے بجائے کار آمد فرد بن گئی ہے- پہلے وہ مسلسل ہسپتال میں رہتی لیکن اب خزانے، خاندان اور خیراتی اداروں پر کوئی بوجھ نہیں تھا- اگر ہومیو علاج نہ کیا جاتا تو وہ کتنا مختلف وقت گزارتی- وہ ہماری دی ہوئی دوائی، ضرورت کے وقت پورے اعتماد اور یقین سے استعمال کرتے- میڈورینم ایک نوسوڈ ہے- یہ دوا طویل وقفوں سے دینا چاہیے-

مریضہ ۱۹۴۱ء میں اتفاقاً مل گئی- اس نے خود تعارف کرایا تو میں پہچان نہیں سکی- اب وہ بہت خوب صورت اور توانا تھی- مسلسل کام کرتی اور زندگی کا لطف اٹھاتی- دمہ سے نجات پا گئی- مئی ۱۹۳۷ء سے اب تک دوا لی اور نہ ہی حملہ ہوا-

یہ مریضہ سات سال حملہ سے محفوظ رہی- ۱۹۴۴ء میں اسے پلوری ہو گئی- پھر آہستہ آہستہ دمہ، پینل ڈاکٹروں کے علاج میں بارہ ماہ تک اس کی بیماری روز بروز شدت اختیار کرتی گئی- اس کے بعد وہ پھر میرے علاج کے لئے آ گئی- چار ہفتے کے علاج کے بعد وہ دوبارہ اپنے کام پر

چلی گئی- میں نے اسے میڈورینم-10m کے ذریعے شفا دی-

اس کیس سے واضح ہے کہ دمہ میں دوا کی تجویز بڑی احتیاط سے کرنا پڑتی ہے- اس کے موروثی رجحان کے خلاف جنگ میں سال ہا سال لگ جاتے ہیں- فرق کیا پڑتا ہے؟ ایک قابل رحم حالت، بے کار، مریض خوب صورت، صحت مند اور معاشرے کے مفید کارکن کی شکل اختیار کر لیتا ہے- کیا مروجہ علاج اس طرح کے نتائج دے سکتا ہے- ان کے ٹیکوں اور مرکبات سے اس طرح کے نتائج کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا-

دیکھیے، مروجہ علاج کے دوران دمہ کی تکلیف پوری شدت کے ساتھ جاری رہتی ہے- اس طریق علاج میں یہ بتایا جا سکتا ہے کہ دمہ کا سبب کیا ہوا؟ بلی کے بال، گھوڑے کے غلیظ بخارات یا کھانے والی مضر اشیاء کا استعمال- چنانچہ لوگوں کو بعض چیزوں سے ذور رہنے کی عمر بھر ہدایت کر دی جاتی ہے- سوال یہ ہے کہ زرعی مزدور گھوڑوں اور بلیوں سے دور کیسے رکھے جا سکتے ہیں- لیکن ہومیو علاج کتنا بہتر ہے- آپ شفا کے بعد اپنے گھر میں درجن بھر بلیاں رکھ سکتے ہیں، آپ چاہیں تو گھوڑوں کے اصطبل میں رہ سکتے ہیں- ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ دمہ کے علاج میں معقولیت اختیار کی جائے-

کیا دمہ قابل علاج ہے؟ یقیناً یہ قابل علاج ہے- میں نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بعض کیسوں کی مکمل ہسٹری درج کی ہے- ڈاکٹر کینٹ کا کہنا ہے کہ دمہ اکثر اوقات سائکوسس کی وجہ سے ہے- لہذا اس کے لئے سائکوٹیک دواؤں میں سے انتخاب کرنا پڑتا ہے- سائکوسس حیوانی زہروں سے پیدا ہوتا ہے- جیسے چیچک، ویکسی نیشن، سوزاک- مجھے یقین ہے کہ آج کل جن ٹیکوں کو استعمال کیا جا رہا ہے ان کے مضر اثرات مستقبل میں سامنے آئیں گے- سائیکوسس سے اور گلٹیاں پیدا ہوتی ہیں- دمہ اور جلدی تکالیف ادل بدل کر ہوتی ہیں-

کئی سال پہلے ایک بوڑھی خاتون کو کئی سال پہلے اس طرح کے دمہ کی شکایت تھی- سانس کی تنگی سے افاقہ ہوتا تو اس کے ہاتھوں اور بازؤں پر مسے نکل آتے- اس صورت حال میں دوائیہ علاج پر مطمئن نہیں تھی- وہ کہنیوں پر مرہم لگاتی، تا کہ جلدی بیماری اندرون کا رخ کرے- نتیجتاً دمہ واپس آ جائے گا- میں نے اسے نرمی سے بتا دیا کہ اس طرح اپنا نقصان کرے گی- وہ خوش مزاج بڑھیا تھی، اس کی دوائی مزریم تھی- یہ ایک اور سائیکاٹیک دوا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ مزریم کا پھوڑا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے- وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی- کم و بیش ایک سال بعد وہ آئی تو اس کی شرمگاہ کے بیرونی حصوں پر گوبھی جیسی رسولیاں بن گئی تھیں- یہ بہت پر درد تھیں- سائیکاٹیک مادہ کو جسم کے اندر واپس کیا گیا تھا تو اس نے اپنا بدلہ لے لیا اور اب وہ مہلک

صورت اختیار کر گیا- اس مرحلہ پر اس کیلئے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا- میں اسے دن بدن بد سے بدتر حالت کی طرف جاتے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ معذوروں کے ہسپتال میں ہلاک ہو گئی-

یہ پہلا کیس تھا جس سے مجھ پر واضح ہوا کہ دمہ اور سائیکوسس باہم متعلق ہیں- اس کے بعد میں نے اس خاندان کا علاج کیا جس کا اوپر ذکر کر چکی ہوں- خاندان کے ایک فرد کو چوتڑوں پر پھوڑا تھا- بڑے لڑکے کو دمہ اور ان کی ماں، سائیکوٹیک کمی خون اور دل کی کمزوری میں مبتلا تھی- ان کی ماں کے بارے میں کل ہی مجھے معلوم ہوا کہ وہ اب اتنی اچھی ہو گئی ہے کہ گھر کی ذمہ داریوں کے علاوہ وہ سارا کام بھی کرتی ہے- اندازہ کریں کہ وہ خاتون جس کے بارے میں یہ سوچ لیا گیا تھا کہ یہ بچ نہیں سکے گی- وہ صحیح دوائی، میڈورینم سے صحت کی منزل تک پہنچ گئی-

میڈورینم ہومیونوسوڈ ہے یہ سوزاک کے وائرس سے بنائی جاتی ہے- ہانی من کے وضع کردہ طریقوں کے مطابق اس کی آزمائش کی گئی- صحت مند لوگوں میں اس کی پیدا کردہ علامات کو احتیاط سے نوٹ کیا گیا اور اگر کسی بیمار پر یہ علامات ظاہر ہوں تو میڈورینم اسے شفا دے گی- ان علامات کا خلاصہ یہ ہے-

"کھانسی اتنی مشکل جیسے گلے میں کچھ پھنس گیا ہو، نرخرہ بند، حتیٰ کہ ہوا داخل ہی نہیں ہو سکتی- سجدہ کی حالت میں افاقہ، گہری اور کھلی کھانسی، لیٹنے سے شدت، پیٹ کے بل لیٹنے سے افاقہ، سانس میں مشکل، پنکھے کی ہوا پسند ہے، سردی محسوس کرتا ہے مگر اوڑھنی ڈالی جائے تو اتار پھینکتا ہے، گرمی سے شدت، چھونے میں برف کی طرح ٹھنڈا، نمی اور مرطوب ہوا اور طوفان اور گرج چمک سے شدت، دن کے وقت طلوع سے غروب تک شدت، شام کو روشن، ساحل پر عام حالت بہتر، سمندر کے اندر خراب- پاؤں جلتے ہیں، اوڑھنی سے باہر رکھنا اور ہوا لگوانا چاہتا ہے- خود پسند، خود کو ملامت کرنے والا، پشیمان، وقت بہت سست محسوس کرتا ہے چنانچہ جلدی میں ہوتا ہے- چیچک کا پس منظر، ویکسی نیشن، یا سوزاک-"

ایک علامت پر دوا کی تجویز بیکار ہے- کئی علامات کی موجودگی ضروری ہے- مثال کے طور پر سانس کی تنگی کے ساتھ پنکھے کی خواہش کے تحت سات دوائیں درج ہیں- آپ کو ان میں سے مریض کی مجموعی علامات پر منفرد دوا تلاش کرنا پڑے گی-

چند سال پہلے میرے پاس دمہ کی ایک مریضہ تھی- اس کی عمر ۶۰ سال تھی- اس کی دوا تجویز کرنے میں مجھے مشکل ہوئی- وہ اپنے زمانے کی بہت محنتی باورچن تھی- دمہ نے اسے بالکل بیکار کر دیا تھا- وہ اسپرین لیتی تھی- اسپرین لینے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی- اس سے اسے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا تھا مگر وہ اسے جاری رکھے ہوئے تھی- اس کے پاؤں، اور ٹانگیں گھٹنوں تک سوجے

ہوئے تھے- پیشاب میں چربی خارج ہوتی- چھاتی میں آوازیں، خرخراہٹ، خشک، سیٹی کی آوازیں- دل کی دھڑکن انتہائی کمزور، چہرہ گلابی کھنچا ہوا خاص طور پر حملہ کے دوران- بہت مشکل میں تھی- چلنا بالکل ممکن نہیں رہا- مشکل ہی سے رینگ سکتی تھی-

میں نے اس پر مختلف دواؤں کو آزمایا مگر کوئی خاص فائدہ نہ ہوا، البتہ علامات واضح ہو گئیں- سانس کی تنگی، ہوا کی خواہش، پنکھا اپنے نزدیک رکھتی، حملہ سے پہلے گرمی کا شدید احساس، یہ احساس سانس کی تنگی کے دوران بھی جاری رہتا- لیٹنے سے تکلیف میں شدت، دروازے اور کھڑکیاں کھلی رکھنا چاہتی ہے- میں نے کاربو ویج تجویز کی مگر اس سے بھی کوئی فرق نہ پڑا- میں نے تمام کیس کا دوبارہ جائزہ لیا تو ایپس کی نشان دہی ہوئی- وجہ یہ تھی کہ وہ گرمی بہت محسوس کرتی، آگ کے نزدیک بیٹھ نہیں سکتی تھی- خائف اور غمگین- اسے سوجن تھی- اگرچہ دمہ کے عنوان کے تحت ایپس درج نہیں مگر علامات پر یہ دوائی حاوی تھی- چنانچہ میں نے ایپس دی- اس سے پہلی بار افاقہ ہوا- وہ تھوڑے وقت میں ٹھیک ہوگئی- پیشاب میں چربی اور سوجن ختم ہوگئی- دمہ اور نالیوں کی سوزش میں بھی افاقہ ہوا- اسے ایپس-6 دن میں تین بار، کچھ عرصہ تک باقاعدگی سے دی- جس کے بعد صرف تکلیف کے وقت دوا لینے کی ضرورت ہوتی- گرمیوں کے پورے موسم میں اسے تکلیف بہت شدید ہوتی- اس بار حالت بہت بہتر رہی- اس کے بعد ایپس- 12، رات کے وقت- اس دوا کی طاقت بتدریج -30 اور -1m نے اس کے مزاج کی نئی سرے سے تعمیر کی- بستر پر پڑی ہوئی خاتون اب آسانی سے اٹھ سکتی تھی، گھر کا عام کام کاج، کپڑوں کی دھلائی جس میں کمبلوں کی دھلائی جیسا بھاری کام بھی تھا اس کے لئے آسان ہوگیا-

اس پیش رفت کے باوجود سانس کی تنگی کی شکایت اسے اس وقت ہو جاتی جب کہ وہ کسی کام میں جلدی کرے یا مشرق سے آندھی آئے- اسے سردی بہت جلد لگ جاتی- مگر یہ بھی خیال رہے کہ وہ ستر سال سے اوپر ہے- ایپس نے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا- آپ اس سے پوچھو کہ وہ ہومیو علاج کے بارے میں کیا سوچتی ہے- اس سے اس کی زندگی بن گئی ہے- ایپس بھی ایک انٹی سائکوٹک دوائی ہے- اگرچہ شروع میں کاربو ویج مطلوبہ دوا محسوس ہوتی تھی مگر یہ عام علامات پر حاوی نہیں تھی- اس کے علاوہ یہ کافی سائکوٹیک بھی نہیں- ممکنہ طور پر اس کیس میں سائکوسس ویکسی نیشن سے منتقل ہوا ہوگا- وجہ یہ ہے کہ ویکسی نیشن تین بار ہوئی-

وہ اب پچھتر کے لگ بھگ ہے- جون سے دمہ کے حملے بہت کم ہیں- اب پلساٹیلا -6 سے کنٹرول رہتا ہے- وہ جذباتی ہے، روتی ہے اور ہمدردی پسند کرتی ہے- اس وجہ سے دوا تبدیل ہوگئی-

۱۹۴۷ء میں جب کہ وہ ۷۸ سال کی ہوئی ہے- دمہ سے آزاد ہے- بوڑھے لوگوں کا علاج ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ خواب آور ادویہ سے دور رہیں-

سلیکا ایک اور سائیکاٹک دوائی ہے- اس کے ذریعے دمہ کے بہت سے کیس صاف کئے جا سکتے ہیں- یہ چھاتی کی بلغم، دمہ اور چھینکوں، سانس کی تنگی، حرکت سے شدت، مشقت اور شدید گرمی سے شدت، زیادہ مشقت سے جسم گرم ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہوا کی زد میں آ جاتا ہے- مرطوب دمہ، مسلسل خرخراہٹ- سینہ بلغم سے بھرا ہوا محسوس ہوتا ہے- جیسے سانس رک جائے گا- سائکوٹک دمہ کے لئے یہ بہترین دوا ہے- اس طرح کا مریض زردرو، نرم، کمی خون کا شکار، شدید کمزور اور پیاس، سوزاک کے دبانے کے بعد دمہ میں مبتلا ہوتا، پسینے کو دبانے سے پاؤں کا پسینہ عام طور پر بدبودار، وہ سردی سے حساس، ان علامات پر سیلیکا سے مریض کی تکالیف ختم ہو جائیں گی- میری مراد یہ ہے کہ دمہ کے دورے کم ہو کر آخر کار ختم ہو جائیں گے- میں نے پوٹاشیم سالٹس کا اوپر سائیکیٹک ادویہ کے طور پر ذکر کیا ہے-

کالی آرسینی کوزیم ہمارے طالب علمی کے دور سے سفوف کی شکل میں آ رہی ہے- ہومیوپیتھی میں یہ بہت کم استعمال ہوتی ہے لیکن علامات موجود ہوں تو یہ خوب کام کرتی ہے- میرے ذہن میں دوائیں مریضوں کے حوالے سے محفوظ رہتی ہیں-

10

اس طرح ایک نرس کا کیس مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے- ہسپتال میں میرا شروع کا زمانہ تھا- وہ نرس انتہائی سخت کوش، ، با صلاحیت ، مستعد اور سخت منتظم قسم کی تھی- اس نے اپنے زیر نگرانی ہسپتال کو آہنی ہاتھ سے کنٹرول کیا ہوا تھا- اس کے سامنے کوئی چوں نہیں کر سکتا تھا- اس کے تمام بل فوراً ادا کر دیئے جاتے تھے-

اس کی ایک کمزوری دمہ اور سانس کی تکلیف تھی- وہ سردی کو بہت محسوس کرتی- حرارت عزیزی بہت کم تھی، ہوا سے بہت حساس، اس کے کمرے بہت گرم ہوتے تھے اور اس کا لباس، نہ درتہ یہاں تک کہ گرمیوں میں بھی فلالین پہنتی- وہ دبلی پتلی تھی، سیڑھیاں چڑھنے اور سخت کام میں اس کے پھیپھڑے بلغم کی آوازیں دینے لگتے- سانس کی نالیاں گرم مشروب سے افاقہ محسوس کرتیں- خاص طور پر اوولٹین اسے بہت پسند تھی- دو تین بجے صبح اس کی حالت خراب ہوتی- یہ وقت اس کیلئے بہت مشکل تھا- وہ اس وقت سے خوف زدہ رہتی- ہر تیسرے روز اسے شدید حملہ ہوتا- تکلیف کے دوران شدید بے چینی-

کالی آرسینکم -6 دن میں تین بار نے اسے چند دنوں میں ٹھیک کر دیا- کئی مہینے تک اسے

دمہ اور سانس کی تکلیف نہ ہوئی- اگر کسی وقت حملہ ہوا تو وہ جلد ہی رک جاتا- ریٹائرمنٹ کے دوران وہ ویلز کے جزیرے میں قیام پذیر ہوئی- جہاں دمہ کے مقامی علاج کے دوران فوت ہوئی-

کالی کارب دمہ کے لئے دوسرا مفید پوٹاشیم سالٹ ہے- اس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے- لڑکے کا کیس دیکھ لیں- اس نے مہینوں تک ڈسپنسری سے علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- اس نے اتفاقاً بتایا کہ اسے صبح تین سے پانچ بجے تکلیف شدید ہو جاتی ہے-

کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ دمہ کے بعض کیس گھڑی کے الارم کی طرح کیوں ہیں- عین وقت پر وہ تکلیف سے بیدار ہو جائیں گے- اس کے لئے علم الامراض کی رو سے کوئی سبب معلوم نہ ہو مگر اس کے باوجود یہ ہمارا روز کا مشاہدہ ہے کہ کالی آرسینیکم کا مریض صبح دو تا پانچ بجے شدید بیمار ہوتا ہے- نیٹرم سلف کا مریض صبح چار بجے تک بیدار نہیں ہوتا مگر چار تا پانچ وہ بہرصورت علامات کی شدت سے دو چار ہو گا-

اس کے برعکس آرسینک نصف رات بارہ بجے شروع ہو کر دو بجے تک شدت میں رہے گا- اگر اس طرح کی علامت معلوم ہو جائے تو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے- دوا تیزی سے کام کرے گی-

کالی کارب کی کھانسی مذکورہ بالا اوقات میں بہت شدید ہوتی ہے- خرخراہٹ اور سانس کی تنگی پوری شدت اختیار کر لیتی ہے- مریض کے لئے سیدھا بیٹھنا مشکل ہوتا ہے- اس میں وہ اپنا سر میز یا گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھا رہے گا- وہ ہوا برداشت نہیں کر سکے گا- سردی بہت محسوس کرے گا- سردی میں یقیناً علامات شدید ہوں گی- عام طور پر یہ مریض زرد، بیمار اور کمی خون کا شکار ہو گا- سینے میں چبھنے اور دوڑنے والے درد محسوس ہوں گے- حرکت کے باوجود یہ تکلیف جاری رہے گی- برائیونیا میں بھی چبھنے والی دردیں ہوتی ہیں مگر یہ درد حرکت سے شدید ہوتی ہیں- کھانسنے سے شدت اور سینہ ٹھنڈا ہوتا ہے- اس کے علاوہ کالی کارب کے مریض میں آنکھ کی پلک اور ابرو کے درمیان سوجن ہو گی-

دواؤں کی علامات میں وقت کے لحاظ سے کمی بیشی کے ذکر میں آریلیا اہم ہے- یہ دوا سائیکلک نہیں- اگر مریض میں یہ علامات موجود ہوں تو یہ دوا ان کو فوری طور پر ختم کر دے گی- یہ بار بار درست ثابت ہوئی ہے- مریض سو جاتا ہے، تھوڑی دیر سونے یا لیٹنے کے بعد گیارہ بجے رات شدید کھانسی سے بیدار ہو جاتا ہے، بلغم اس کے گلے میں پھنس جاتی ہے- چھاتی میں جکڑن محسوس ہوتی ہے- مریض اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے- شدت کے ساتھ کھانستا ہے- یا خرخراہٹ محسوس کرتا ہے-

کھانسنے کی ہر کوشش سانس میں دقت کا باعث بنتی ہے۔ بلغم گرم اور نمکین۔

اس دوا کا ایک پروور خود ڈاکٹر تھا۔ اسے پروونگ کے دوران دمہ کا شدید حملہ ہوا اور اوپر درج علامات ظاہر ہوئیں۔ ان علامات میں یہ دوائی مریض کو شفا دیتی ہے۔ اس طرح اصول بالکل ثابت ہوا۔

سمبیوکس ناگرا ایک اور دوائی ہے جو سانس اور سینے کی تکالیف میں وقت کے لحاظ سے کمی بیشی کا باعث ہیں۔ یہ بچوں کی دوائی ہے۔ صبح تین بجے مریض بیدار ہو جاتا ہے۔ لیکیسز اور اریلیا میں بھی تکلیف میں شدت کا یہی وقت ہے۔ البتہ سمبیوکس نائیگرا، اریلیا کے بعد آتی ہے۔ سمبیوکس میں سانس قریبا بند ہو جاتا ہے، چہرہ نیلگوں، بستر میں بیٹھنے پر مجبور، سانس کے لئے ہانپتا ہے۔ آخر کار سانس آ جاتا ہے تو وہ سو جاتا ہے ایک اور حملہ دوبارہ بیدار کر دیتا ہے۔ سمبیوکس کی ایک اور خصوصی علامت یہ ہے کہ بیداری کے وقت وافر پسینہ اور نیند کے دوران خشکی اور گرمی۔ عام طور پر مریض زکام سے سوں سوں کرتا ہے۔

لیکیسز ایک اور دوائی ہے جو معمولی سی سائیکوٹیک ہے۔ اس میں بھی کمی بیشی اریلیا جیسی ہے۔ نیند کے دوران دمہ کا حملہ ہوتا ہے لیکن مریض بیدار نہیں ہوتا۔ (سلفر کی طرح) نیند کے دوران حملہ ہوتا ہے اور پھر صبح بیدار ہوتے وقت حملہ ہوگا۔

مریض عام طور پر خاتون ہوگی۔ لیکیسز کی مخصوص علامات پائی جائیں گی۔ گرمی سے شدت ہوگی، گلے میں کسی طرح کی جکڑن دمہ کا باعث ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کا گلہ چھوا جائے، یا اس کا منہ ناک ڈھانپ دیا جائے، تکلیف میں شدت ہو جائے گی۔ فرض کریں وہ سو گئی ہے اور منہ اور ناک ڈھانپا گیا تو اسے حملہ ہوگا۔ اس سے ضروری نہیں کہ وہ بیدار ہو جائے۔ وہ بے چین ہوگی اور اس کا شور خاوند کو بیدار کر دے گا۔ یہ تکلیف بازو کو زور سے ہلانے یا اپنے ہمسائیہ کے ساتھ طویل گپ شپ کی وجہ سے ہوگی۔ گرمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ دروازے اور کھڑکیاں کھلی رکھتا ہے۔ جیسا کہ پلساٹیلا اور ایپس، سلفر کا خاصا ہے۔ لازمی علامات میں فرق ہوگا۔ لیکیسز کا مریض اپنے نیلے یا ارغوانی رنگ سے پہچانا جائے گا۔ آپ ایسی خاتون کو دیکھیں جو آپ کو بہت مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہی ہو، اس کا خاوند آپ کو یہ بتا سکتا ہے کہ وہ بہت حاسد ہے اور باتونی ہے، اس کے باوجود کے اسے سانس میں بہت دقت ہے۔ ایسا مریض دمہ کے ساتھ دل کے ضعف کا شکار ہوتا ہے۔ وہ صرف سانس کی نالیوں کا مریض نہیں ہوتا۔

آپ نے دیکھا ہے کہ ہر مریض کو کتنی احتیاط سے دیکھنا پڑتا ہے۔ علامات کی تلاش میں خاوند یا بیوی یا دیگر ساتھ آنے والوں سے بھی بہت سی معلومات حاصل کرنا پڑتی ہیں۔ مریض ...

نگہداشت کرنے والی نرس سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر رابرٹ نے دمہ کے ایک پرانے کیس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مریض صرف اتنا بتاتا ہے کہ اسے چھینکیں آرہی ہیں۔ سانس کی تنگی ہے۔ ایسی عام علامات پر ہم دوائی کس طرح تجویز کر سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تکلیف سے متعلقہ عام علامات ہیں۔ دمہ سے متعلقہ ڈیڑھ سو دوائیں کینٹ نے تحریر کی ہیں۔ آپ کو امتیازی علامات معلوم کرنا پڑیں گی۔ ایسی علامات جو آپ کے مریض کو عام مریضوں سے ممتاز و منفرد کریں۔ مریض کی کھانسی رات کو شدید ہوتی تھی اور بلغم نکلنے پر افاقہ ہو جاتا، اس کے ہاتھ ٹھنڈے تھے۔

ان علامات سے دواؤں کا دائرہ محدود ہوا۔ اب ہمیں دس دواؤں میں سے دوا تلاش کرنا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ کھانسی پانی پینے سے شدید ہو جاتی ہے۔ اس سے دوائیں چار رہ گئیں۔ اس کے بعد اس نے ایک اور علامت بیان کی جس سے دوائی واضح ہو گئی۔ علامت یہ تھی کہ اسے ایسے محسوس ہوتا کہ خرخراہٹ معدہ سے پیدا ہو کر معدے پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ جس سے سانس کی تنگی پیدا ہو رہی ہے۔ اب دو دوائیں رہ گئی ہیں، سیپیا اور مینسی نیلا۔

ماہر معالج کس طرح کام کرتا ہے اور علامات میں سے عجیب و غریب اور منفرد علامات دوائی کی نشان دہی کرتی ہیں۔ اب ہم اس کیس میں علامات کے لحاظ سے دوا کی تلاش کے لئے ریپرٹری کی مدد لیتے ہیں۔

رات کے وقت کھانسی اور بلغم خارج ہونے سے افاقہ،

بیلا ڈونا، کلکیریا، کاربوانی میلیس، کاسٹیکم، ہیپر سلف، اپیکاک، کالی نائٹریکم، کریوزیٹم لیکیسز، مینسی نیلا، مزریم، سیپیا۔

ہاتھ اور پاؤں ٹھنڈے،

بیلا ڈونا، کلکیریا، کاربو اینیمیلیس، کاسٹیکم، اپیکاک، لیکیسز، مینسی نیلا، مزریم، سیپیا۔

پانی پینے پر کھانسی

ہیپر سلف، لیکیسز، مینسی نیلا۔

خرخراہٹ کا احساس معدہ سے شروع ہو کر گلے تک پہنچ کر سانس کی تنگی پیدا کرتا ہے اور بیماری کا حملہ ہو جاتا ہے۔

مینسی نیلا، سیپیا۔

اس طرح اس کی دوائی مینسی نیلا بنتی ہے۔ وہ معالج بہت خوش قسمت ہے جسے ایسا

اوقات ایسے کیسوں میں ڈاکٹر کو بہت تحمل سے کام لینا پڑتا ہے۔ مریض کی ہسٹری میں غوطہ لگانا پڑتا ہے۔ صحیح دوا کی تجویز کے لئے آسان ترین کیس پاکیٹ والا کیس ہے۔ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ یہ شخص مغربی بندرگاہ کا ایک کیپٹن تھا۔ اسے سمندر سے باہر ہمیشہ دمہ رہتا۔ حتی کہ جتنی دیر وہ سمندر میں رہتا تو بالکل ٹھیک رہتا۔ وہ ایک مضبوط اور بڑا آدمی تھا۔ وزن ۲۵۲ پونڈ، خوب صورت نیلی آنکھیں، ایک مثالی ملاح، اس کی دوائی برومین تھی۔ تھوڑے عرصہ میں برومین نے اس شخص کو بالکل بدل دیا۔ برومین کا مریض پلساٹیلا سے بہت ملتا جلتا ہے۔ پلساٹیلا ناکام ہو جائے تو برومین اس کی جگہ کام کرتی۔ برومین سانس کی نالی اور اس کے منہ میں جکڑن پیدا کرتی ہے۔ نالی میں سردی کا احساس ہوتا ہے۔ سانس کی ہوا ٹھنڈی لگتی ہے، جیسے گلیشیر سے آ رہی ہو۔ برومین کے مریض کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ اسے ہوا میں تمباکو کی بو محسوس ہوتی ہے۔ ہر قسم کی گرد اسے دوبارہ بیمار کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملاح سمندر میں ٹھیک رہتے ہیں کہ وہاں گرد نہیں ہوتی۔ ساحل پر آتے ہی گرد کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ برومین بچوں کے دمہ میں اکثر مطلوب ہوتی ہے۔ خاص طور پر موٹے، خوبصورت، نیلی آنکھوں والے لوگ جب بحری جہاز میں ہوتے ہیں تو سانس کی کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ خشکی پر واپس آتے ہی دمہ کی پکڑ میں آ جاتے ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ سائکوسس پرانے دمہ کا عام طور پر سبب ہے۔ سائکوٹیک ادویات بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن دمہ کے دیگر مزاجی اسباب بھی ہیں۔

دقی مزاج بھی دمہ کا باعث ہوتا ہے۔ جس وقت دمہ کے لئے مطلوبہ ادویہ کام نہ کریں تو دقی مزاج کی دواؤں میں سے دوا تلاش کرنا چاہیے۔ یہ دوا اونچی طاقت میں طویل وقفوں کے ساتھ دینا چاہیے۔ ایسے مریضوں میں تپدق کے آثار ضروری نہیں۔ بلغم میں تپدق کا کوئی جرثومہ موجود نہیں ہوگا مگر ہومیو علاج کے اصولوں کے مطابق ٹیوبرکولینم دینے کی علامات موجود ہوں گی۔

ٹیوبرکولینم کے مریض ایسے لوگ ہمیشہ تھکے ہوئے، تھکاوٹ سے چور، کمزور، کمی خون کا شکار، خوبصورت، ریشمی اور عموماً گھنگھریالے بال، شفاف جلد، لمبی پلکیں، نیلی آنکھیں، ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ساتھ بالوں کی افزائش۔ ہر سانس کے ساتھ ہوا ٹھنڈا محسوس ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اسے تازہ ہوا کی خواہش ہوتی ہے۔ وہ باہر سرد اور طوفانی ہواؤں کو پسند کرتا ہے۔

مریض کی ہسٹری لیتے وقت یہ پوچھنا چاہیے کہ آیا اس کے خاندان میں تپدق رہی ہے؟ یہ سوال بعض اوقات اس طرح بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا آپ کے خاندان میں سینے کے مریض رہے ہیں؟ اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ خاندان میں بعض سفید طاعون سے ہلاک ہوئے تو آپ کے

لئے دوا کی تلاش آسان ہو جائے گی- خاص طور پر اگر چند اور علامات مل جائیں جیسے طوفان میں باہر جانے کا شوقین ہونا- سردی کا آسانی سے لگ جانا- مریض کا خوبصورت گڑیا کی طرح نرم مزاج ہونا، وہ گھر پر رہنے پر خوش نہیں ہوتے، وہ تبدیلی پسند ہیں، سفر اور گھومنے کے شوقین، گھر اور سکول سے بھاگ جانے والا- اتنی علامات مل جائیں تو دوا کے انتخاب میں غلطی نہیں ہوتی- مریض کی سرشت بدل جائے گی اور خاندان کے لوگوں کی پریشانی ختم ہو جائے گی-

ڈروسرا ایک اور دقی مزاج کی دوا ہے- مگر اس میں دوروں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے- خاص طور پر کھانسی کے دورے- دمہ کی کیفیت باتیں کرنے، گھوڑے کی کھانسی، کالی کھانسی، چیچک سے پیدا ہوتی ہیں- لیٹنے سے شدت، رات کے قریبا دو بجے کھانسی شدید ہو جاتی ہے- سانس کی نالی میں تشنج اور چھاتی میں چبھن، چھاتی کو ہاتھوں سے دباتی ہے- کھانسی اتنی شدید ہوتی ہے کہ مریض تشنج کا شکار ہو جاتا ہے-

اسی طرح کھانسی کے شدید دوروں میں ہمیشہ ڈروسرا کو یاد رکھیں- خاص طور پر اگر مریض تپدق کا پس منظر رکھتا ہو- ڈروسرا بہت گہری دوائی ہے اور آہستہ آہستہ کام کرتی ہے- اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہیے- اگر اس کی علامات موجود ہوں تو ایک خوراک دے کر انتظار کریں- اگر دوا کے نتیجہ میں مریض کا وزن بڑھتا ہے اور کھانسی ختم ہو جاتی ہے- اگر کھانسی کی حالت میں تبدیلی اور وزن میں تیزی سے اضافہ بھی نہیں ہوتا تو دوا بدلنا پڑے گی- پوٹاشیم سالٹس میں سے کوئی دے دیں- ان میں رات تین بجے علامت میں شدت ہوتی ہے-

مریض میں خاندانی طور پر سفلی آثار ہو سکتے ہیں- ان کا اعتراف ضروری نہیں- یہ ایک پوشیدہ مرض ہے- لیکن دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والے دماغ اور علم اور تجربہ رکھنے والے سے یہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی- یہ مرض کئی نسلوں تک احاطہ کرتی ہے- والدین کے گناہ چار نسلوں تک اپنے اثرات رکھتے ہیں- سفلی مریض ہمیشہ شام کو خراب حالت میں ہوتا ہے- رات کی کھانسی اس کی اہم علامت ہے- جب مریض رات کو خوف زدہ ہو تو سفلی دوا اپنے ذہن میں رکھیں- اس سے کیس تبدیل ہو جائے گا- دمہ گرم اور مرطوب موسم میں رات کے وقت غیر معمولی صورت حال ہے- یہ صرف سفلی حالت میں ہو سکتا ہے-

اس طرح کا ایک مریض میرے زیر علاج رہا-

یہ ایک لڑکی تھی جسے رات کے وقت گرج دار طوفان کے دوران دمہ ہوتا تھا- اس کی دوائی سفلیٹک گروپ میں سے ڈسپیا **(Dyspnoea)** میں رات کو تکلیف میں شدت، رات ایک سے چار بجے تک کا وقت- دن کے وقت مکمل طور پر پرسکون رہتی- لیکن رات آتے ہی، کھانسی اور سانس کی تنگی، سینے کی ہڈیوں میں درد اور یہ احساس کہ سینہ ریڑھ کی طرف کھنچ رہا ہے-

ہر مزاج کی اپنی علامات ہیں- جن سے وہ پہچانا جا سکتا ہے- اس سے علاج کے لئے راہنمائی ملتی ہے- لہٰذا ڈروسرا یا ٹیوبر کولینم کے کیس میں میڈورینم سائیکوٹک اور سفلائینم سفلی کے خاندانی پس منظر میں کام کریں گی- ہر ایک کی اپنی علامات ہیں- اگر مناسب مزاجی دوا دی گئی تو یہ رجحان صاف ہو جاتے ہیں- ایک بار یہ رجحان ختم ہو گیا تو علامات تبدیل ہو جائیں گی اور مریض صحت یاب ہو جائے گا- البتہ ان رجحانات کا امتزاج ہونے کی صورت میں تھوڑی دقت ہوگی-

بعض بد قسمت خاندانوں میں سفلس، سائیکوسس اور تپدق کے رجحانات کا امتزاج پایا جاتا ہے- یہ زبردست عذاب ہے- اس طرح بے شمار پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں- ایسی صورتوں میں شفا کا عمل سست ہوتا ہے- ایک و[illegible]ان غالب ہوگا- اسے صاف کرنا ہوگا- اس کے بعد دوسرا رجحان سامنے آئے گا [illegible]ے گا- اگر مریض میں اعتماد اور استقامت ہے تو اسے کسی نہ کسی تدبیر سے مضبوط کیا جا سکتا ہے- ملے جلے رجحانات کو صاف کرنے کے لئے دو تین نسلوں کا علاج کرنا پڑے گا- ہم سب اپنے آباؤ اجداد کے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہے ہیں- ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں میں اس پس منظر میں اضافہ کرنے کے بجائے ان میں ممکنہ کمی کا اہتمام کریں- اس کے لئے ہمیں سادہ غذا، صحت مندانہ رہن سہن اختیار کرنا چاہیے اور برے اعمال اور خیالات سے بچنا چاہیے-

آیئے ہم دوبارہ دمہ کی جانب چلیں،

11

ریومیکس کرسپس یہ عام برطانوی گھاس ہے- ایک بار ایک مریضہ نرس کے علاج میں اس دوا نے معجزہ دکھایا، اس وجہ سے مجھے یہ کیس بخوبی یاد ہے- نرسیں عام طور پر ڈاکٹروں کے علاج کی زبردست ناقد ہوتی ہیں- میں نے اس کو ہومیو علاج کی جانب مائل کر لیا- وہ بعض مریضوں کو ان کے گھروں میں دیکھنے کیلئے ہسپتال سے باہر کام کرتی- دسمبر کی صبح کے وقت خشک اور کچی سردی پڑ رہی تھی- گلی میں اسے اچانک سانس کی دقت لاحق ہوگئی، کھانسی کا شدید دورہ پڑا- اس سے اس کا سانس رک گیا- وہ بڑی مشکل سے قریبی کیمسٹ کی دوکان پر پہنچی- اسے ایفی ڈرین قسم کی دوائی سے وقتی افاقہ ہوا- تین دن کے بعد میں نے اسے دیکھا- اس کی بری رنگت اور سانس کی دقت زیادہ ہو چکی تھی- کھانسی نے تو نڈھال کر رکھا تھا-

میں نے اسے ایفیڈرین چھوڑ دینے کے لئے کہا- وہ اس پر آمادہ ہوئی اور میں نے ہومیو دوا کی تلاش کے لئے علامات جمع کرنا شروع کیں- اسے کھانسی، گلے میں شدید خراش سے پیدا ہوتی- وہ گلے کے گرد کالر کا دباؤ برداشت نہیں کر سکتی تھی- وہ ٹمپریچر کی تبدیلی سے بہت حساس

تھی- گرم کمرے سے باہر کھلی فضا یا اس کے برعکس باہر ٹھنڈی فضا سے اندر گرم کمرے میں آتے ہی اسے شدید کھانسی کا دورہ پڑ جاتا- اسے ہنسلی کی ہڈی میں دکھن کا احساس رہتا، کھانسی شدید، سینے اور سر کو ہلا دینے والی تھی اور بلغم بہت تھوڑی اور اس کا اخراج بہت مشکل تھا-

وہ بہت پریشان تھی کیونکہ کرسمس کی تعطیلات شروع ہونے والی تھیں اور وہ اپنے گاؤں جانا چاہتی تھی- مجھے اس کے سفر کے قابل ہوجانے کے بارے میں یقین نہیں تھا- مگر وہ سفر کا پکا ارادہ کیئے ہوئے تھی- اسے ریومیکس-30 دی گئی، ہر تین گھنٹے بعد- مجھے اندیشہ تھا کہ وہ اگر اپنے گھر چلی گئی تو بھی پندرہ دن میں واپسی کے لائق نہ ہوسکے گی- مجھے اس کے بارے میں سخت سرد موسم کی وجہ سے تشویش تھی- مجھے ڈر تھا کہ اسے سفر کے دوران ہوا لگنے سے نمونیہ ہوجائے گا-

چھٹیوں کے پانچ دن بعد دیکھا تو اس کی چھاتی صاف ہوگئی تھی- اس نے بتایا کہ وہ شام کو گھر پہنچی تو بہت تھک چکی تھی مگر گرم کھانے، رات کے آرام اور دوائی نے اسے بہت بہتر بنا دیا اور وہ سالانہ تقریبات میں شریک ہوئی- لندن واپسی تک بھی اسے دمہ کی شکایت نہ ہوئی- یقینی بات ہے کہ دوا نے اپنا کام کیا-

اس کیس میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مریضہ ایفی ڈرین کی متفرق خوراکیں لے چکی تھی- یہ دوائی بعض اوقات دمہ کی فوری تکلیف میں مفید ہوتی ہے- مگر اس مریض کو اس سے بے آرامی ہوئی اور وہ ضعف معدہ کی شکایت کرنے لگی- دمہ کے حملہ کے دوران سفر بہت خطرناک ہے لیکن یہاں مطلوبہ دوا نے تیزی سے آرام دیا- واپسی پر ریومیکس-10m سے علاج مکمل ہوا-

سینیگا ایک اور دوا ہے جس کا ذکر یہاں ضروری ہے- یہ دوا بوڑھے مریضوں کے علاج میں بڑی مددگار ثابت ہوئی- یہ دوا ایلوپیتھی میں کھانسی کے شربتوں کا اہم جزو ہے مگر ہمارے ہاں یہ دوا انتہائی قلیل مقدار میں زیادہ بہتر کام کرتی ہے- شرط یہ ہے کہ کھانسی ریومیکس جیسی ہو- یہ ٹھنڈی ہوا لگنے سے شروع ہوتی ہے- اس میں خشک، شدید کھانسی ہوتی ہے جس میں بلغم بڑی مشکل سے خارج ہوتی ہے- ایک کیس کا ذکر برموقعہ ہے-

12

ایک خاتون ۸۰ سال کی تھی- بہت مستعد اور چست، بار بار دمہ کے حملہ کی زد میں رہتی- پانچ سال سے وہ سینیگا کی مدد سے ہر سردی میں دو تین حملے آسانی سے گزار رہی ہے- میں نے اسے سینیگا-15 ہر تین گھنٹے بعد لینے کے لئے دی- میرے پاس اس دوا کی یہی طاقت تھی- اس کی چھاتی شور اور خرخراہٹ سے بھری ہوئی- بلغم بے حد گاڑھی اور رسے دار تھی- اسے نکالنا بہت مشکل تھا- وہ ہر وقت گلے کو صاف رکھنے کے لئے کھانستی رہتی- گلا بہت خشک تھا- اتنی شدید علامات کے

باوجود ہم نے دمہ کو ایک ہفتہ سے بھی کم وقت میں کنٹرول کر لیا- بلغم خارج ہو گئی اور کھانسی ختم ہو گئی- یہ بوڑھی خاتون خوش اور ممنون تھی- دنیا بھر میں سب سے زیادہ مسکرانے والوں میں سے تھی- وہ ہر ایک کے لئے خوبصورت جملہ تیار رکھتی- یہ اس کی عجیب وغریب خوبی تھی- وہ اکثر کہتی،

"میں اکثر تنگی سانس کی تکلیف میں رہتی، بستر میں صرف سہارا لے کے بیٹھ سکتی تھی- میں ہر وقت خرخراتی، چھینکتی، ایسے محسوس ہوتا میری چھاتی پانی کے تھیلے کی طرح ہے- بلغم کسی طرح خارج ہی نہ ہوتی تھی- بے ذائقہ سی دوائی کی ایک خوراک نے میری کیفیت بالکل ہی بدل دی- اب میں سکون سے لیٹ سکتی ہوں- سو سکتی ہوں، سینے کا بوجھ اور سانس کی تنگی ختم ہو گئی ہے- اتنا شاندار افاقہ میرے لئے حیران کن ہے- دوسرے ڈاکٹروں کے ہاں مجھے تمام سردی دوا لینا پڑتی- پھر بھی ہفتوں بستر میں مقید رہنا پڑتا، کوئی مہینہ ایسا نہ تھا جس میں میں نے اپنا کمرہ چھوڑا ہو- میں سوچتی ہوں دوا کے یہ چند بے ذائقہ قطرے کیا کچھ کر سکتے ہیں-"

میں ڈاکٹر نیش کے لئے سپاس گزار ہوں کہ اس کے ایک کتابچے کے اشارات کو میں نے دمہ کے علاج میں اپنے لئے مشعل راہ بنا لیا- یقیناً ان کی ماہرانہ اور شفا سے بھرپور صلاحیت میرے لئے راہنما رہی اور مجھ سے سپاس لے رہی ہے-

13

ایک خاتون بعمر ۵۴ سال، ستمبر ۱۹۳۷ء میں دیکھی- اسے کئی سال سے دمہ تھا- اس کے والد کو بھی یہ تکلیف رہی- اس طرح یہ واضح ہے کہ ان کے خاندان میں اعصابی نظام کی کمزوریاں موجود رہیں- چھ سال قبل اس نے پتے کا آپریشن کرایا اور جزوی طور پر پتہ کاٹ دیا گیا- اس کے باوجود اسے اب بھی بےہضمی اور قولنج کی شکایت رہتی- دو ہفتے پہلے اسے شدید قبض ہوئی- بغیر جلاب کے پاخانہ نہیں ہوتا تھا- ان کے ہاں ایلومینیم کے ساس پان استعمال ہوتے تھے-

دمہ اپھارے کے ساتھ شروع ہوتا- دودھ سے بےہضمی ہو جاتی- سمندر میں دمہ شدید ہو جاتا- حقیقت میں یہ تکلیف ساحل سمندر پر ہی شروع ہوئی- سبزیاں نہیں کھا سکتی تھی- مٹھائیوں کی بہت شوقین مگر ان سے تکلیف ہو جاتی- بہت دبلی پتلی، جذباتی، موسیقی کی شائق، گانے کی عادی، سانس کی ورزشوں کے باوجود دمہ شدید سے شدید ہو گیا، آخر کار اسے گانا چھوڑنا پڑا-

ان علامات پر میگنیشیم میور کی ایک خوراک دی گئی اور کالوسنتھ -30 نصف گلاس پانی میں ملا کر نصف نصف گھنٹے بعد گھونٹ گھونٹ لینے کی ہدایت کی- درد کیلئے وہ مارفیا انجیکشن لگواتی تھی- میں نے یہ انجیکشن بند کر دیا-

غذا کے بارے میں اسے ہدایات دی گئیں، چھان والی روٹی، چھان، چھان، کی کھیر،

چھان کیک، چھان کا دلیا، پھل، ٹماٹر، روزانہ، مارمائیٹ، انڈوں کی سفیدی اور گلوکوز کھانے پر زور دیا گیا-

دس دن کے بعد قبض میں کافی بہتری ہوگئی تھی- پاخانے کے لئے اسے کسی دیگر دوائی کی ضرورت نہ ہوئی- کالوسنتھ سے درد کم ہوا- گرم موسم میں بھی بہت سردی محسوس کرتی- زبان پر جو موٹی تہ جمی ہوئی تھی صاف ہوگئی- اس کی ریڑھ کی ہڈی کا معائینہ کیا اور چھٹا، ساتواں اور آٹھواں مہرہ سیٹ کرنا پڑا- اسے بچپن میں بہار کے دوران خارش ہوتی تھی- یہ الرجی کی علامت ہے- کالوسنتھ -30 حسب ضرورت-

۱۲-اکتوبر ۱۹۳۷ء

ایک ماہ بعد دیکھا- علی الصبح چار بجے دمہ سے بیدار ہوئی- مرطوب موسم میں تکلیف میں شدت، اپھارے کے بعد دمہ میں شدت، سردیاں کمروں کے اندر گزرتیں، دودھ پینے سے شدت، سبز رنگ کی سبزیوں سے شدت، جب بھی برغنن جاتی تو دمہ ہو جاتا- نیٹرم سلف -30 ایک خوراک، کالوسنتھ پہلے کی طرح-

۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

انفلوئنزا کا حاد حملہ جس کے ساتھ سانس کی علامات، ٹمپریچر ۱۰۲، سانس ۴۰، نبض ۱۲۰، برائیونیا-30 نصف نصف گھنٹے کے بعد- ٹمپریچر چھتیس گھنٹے بعد کم ہوگیا- اس کے بعد کالی فاس -200 انفلوئنزا کی کمزوری دور کرنے کے لئے، - انفلوئنزا کے دوران اور بعد میں دمہ کی شکایت- حالانکہ اس سے پہلے بخار وغیرہ کی صورت میں دمہ لازم تھا-

۲۹ دسمبر ۱۹۳۷ء

کمر درد کا حملہ، ایسا حملہ اسے چھ سال پہلے آپریشن کے بعد ہوا تھا- یہ دراصل پرانی علامت کی واپسی تھی- سانس کی کوئی تکلیف نہیں تھی- میگنیشیا میور -30 ایک خوراک، کالوسنتھ حسب ضرورت-

۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء

معمولی اپھارہ، اپنا گھر کا کام کرنے کے قابل، اسے دمہ ہمیشہ نومبر میں ہو جاتا تھا- ایک ڈاکٹر نے اسے ہر سال سردیوں میں مصر جا کر رہنے کا مشورہ دیا- اس بار نومبر میں دمہ کی تکلیف نہ ہوئی، کالوسنتھ -30 حسب ضرورت-

۴-اپریل ۱۹۳۸ء

باہر کے موسم کے صاف ہونے کے بعد دمہ کا حملہ ہوا، ویسے عام صحت اتنی اچھی، کہ

پہچان میں نہیں آتی تھی- میگنیشیا میور-30 (ایک خوراک)

۱۸ مئی ۱۹۳۸ء

دمہ کا ایک اور حملہ، میگنیشیا میور-30 تین خوراکیں، ہر رات ایک خوراک-

۱۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء

پانچ ماہ تک دمہ کی کوئی شکایت نہ ہوئی چھاتی بہت بہتر، دودھ پینے کے بعد بے ہضمی کی تکلیف- سفید پاخانے، جگر کی خرابی، چکنائی ناپسند، شور سے گھبراتی ہے- نیٹرم کارب-30

۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء

جنگ کے آغاز سے تھوڑا عرصہ بعد وہ جذباتی طور پر بہت مضطرب، عام صحت کئی لحاظ سے بہت بہتر، آسانی سے پہچان میں نہیں آتی- سینے کی درد دائیں جانب پشت میں جاتی ہے- ساتھ ہی پسینہ بھی آتا ہے- اپھارہ- کاربوویج-6

۵ جولائی ۱۹۴۰ء

پچھلے ہفتے تک بہت اچھی تھی- تھوڑی سی بلغم دوبارہ ہوگئی- کاربوویج-6 صبح، وشام-

۲۲ جولائی ۱۹۴۰ء

گرجدار طوفان کی زد میں آ کر مرطوب موسم میں شدت، بلغم اور بے ہضمی- جگر والے حصے میں درد- نیٹرم سلف-30، ایک خوراک اور کالوسنتھ -30 حسب ضرورت-

۲۶- اگست ۱۹۴۰ء

دمہ دوبارہ، ہاضمہ کمزور، بہت سخت کام کر رہی ہے- پرانی علامات دوبارہ- میگنیشیم میور -30 دن میں تین خوراکیں-

حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت اچھی ہے- دمہ اور بے ہضمی کی کوئی شکایت نہیں- خوب کام کر رہی ہے-

ایک ایسی خاتون کا علاج بہت مشکل ہے جو کئی سال سے دمہ اور پتے کے قولنج کی مریضہ ہو- اس کی زندگی عذاب بن چکی تھی- اس کے لئے تجویز کردہ دواؤں نے کتنی تیزی سے اثر کیا- ہر کیس کو انفرادی طور پر لیں- تشخیص کچھ بھی ہو، اگر مریض آپ کو اپنی تکالیف کی تفصیلات بتانے میں معاون ہو تو ہومیوپیتھی بہت مفید ہے- یہ ٹوٹے ہوئے برتن کو جوڑ سکتی ہے-

اشتہارات بتاتے ہیں کہ فلاں فلاں دوائی لیں آپ کو فوری افاقہ ہوگا- لیکن آپ کو علاج جاری رکھنا پڑتا ہے- یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا- جب کہ ہومیوپیتھی کو موقعہ دیا جائے تو یہ دوبارہ حملے روکے گی- ڈاکٹر اور نرسیں اس بات سے انکار کرتی ہیں، انہوں نے کبھی شفا دیکھی ہی نہیں، لہذا

ان کے لئے شفا ناممکن ہے- ہومیو علاج دمہ کا اتنا مکمل علاج کرتا ہے کہ دوبارہ حملہ ہی رک نہیں جاتا بلکہ وہ جن چیزوں سے حساس ہو وہ حساسیت ختم ہو جاتی ہے- یہاں تک کہ اگر مریض کے بارے میں تشخیص یہ ہو کہ اسے گھوڑے کے بخارات سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ گھوڑوں کے اصطبل میں سو سکے گا اور اسے دمہ کے حملہ کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا- اسی طرح بلیوں سے حساس شخص صحت یابی کے بعد جتنی بلیاں چاہے رکھ سکے گا- ان سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہو گا- بعض چیزوں سے ہمیشہ خوف واحتیاط کی تکلیف اٹھانے کے مقابلے پر یہ زیادہ بہتر نہیں کہ علاج سے ان کا خوف ہی ختم ہو جائے-

تشخیصی آلات، ذرائع اور طریقوں میں تمام تر ترقی اپنی جگہ مگر یہ بات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ علاج کا مقصد بیمار کو حقیقی شفا دینا ہے- شفا سے مراد علامات کا دبا دینا نہیں کہ تھوڑے عرصے بعد بیماری کسی دوسری صورت میں نمودار ہو جائے- علاج کا مطلب مریض کو اتنا تندرست بنا دینا ہے کہ وہ بیمار ہونے کو بھول جائے، وہ زندگی کا لطف اٹھائے، وہ مرے تو بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے مرے- وہ رشتہ داروں اور دوستوں پر بوجھ بن کر نہ رہے-

(IV)

نزلہ و زکام

نزلہ زکام، کپکپی اور بخار کی وجہ سے ہزار ہا گھنٹوں کی لیبر ہر سال ضائع ہو جاتی ہے۔ انشورنس کمپنیوں کو ایک کثیر رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ سردیوں کے عوارض سے بچنے کا کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے مگر یہ بالکل غلط ہے۔

سردیاں اور ان کے عوارض بلا روک ٹوک اپنے اثرات کے ساتھ جاری رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر حضرات خود بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں - ان سے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ ہومیوپیتھی میں مہارت حاصل کی جائے۔

مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ نزلہ، زکام اور سردی کے بخار کا ہومیوپیتھی کیا علاج کرتی ہے۔ اس کی کوئی مخصوص دوائی نہیں۔ علاج میں مختلف عناصر کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ مریض سے حاصل کردہ علامات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں آپ صحیح دوا منتخب کر سکیں گے۔

آج کل تقریباً ہر شخص بلا جھجک یہ کہتا ہے کہ اسے زکام کسی دوسرے شخص سے لگا ہے وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ اسے نزلہ زکام کس طرح شروع ہوا ہے۔ دوا کی تجویز کے لئے یہ معلوم ہونا بہت اہم ہے۔ آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ تکلیف شروع ہونے سے قبل موسم کس قسم کا تھا، یہ تیز ہوا کا دن تھا یا اس دن بارش ہوئی تھی، آپ کے پاؤں بھیگ گئے تھے یا آپ کا سارا بدن بھیگ گیا تھا، یہ سرد مرطوب دن تھا یا اس دن خشک سرد ہوا چل رہی تھی، کیا کسی چیز کے گھونٹ (چائے پانی) سے آپ نے سر، پاؤں یا پیٹ میں کسی قسم کی گڑبڑ محسوس کی تھی؟ کیا سردی اسی دن لگی جس دن خطرہ محسوس ہوا یا سردی آہستہ آہستہ لگی اور بیماری کو پروان چڑھنے میں کئی دن لگے؟ کچھ لوگ خشک سرد موسم سے بہت حساس ہوتے ہیں کچھ مرطوب موسم کو بہت محسوس کرتے ہیں اور کئی سردی اور مرطوب دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ کچھ گرمی اور مرطوب موسم کے سامنے نازک ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ موسم گرما میں کپکپی محسوس کرتے ہیں۔ کچھ مرطوب موسم سرما میں کچھ زکام اور سردی سے بستر نشین ہوتے ہیں، جب ہوا خشک ہو اور شمال کی جانب سے آئی ہو۔ ان سب کیفیات کے لئے انفرادی اور مجموعی طور پر مختلف ادویات دریافت ہو چکی ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر کے لیے تمام تفصیلات معلوم کرنا اور صحیح دوا معلوم کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اگر آپ زکام کا فوری طور پر علاج کر سکتے ہوں تو آپ نمبر 1 ہومیوپیتھ ڈاکٹر ہیں مگر یہ اتنا آسان کام نہیں ہے میں بسا اوقات ناکام ہوئی ہوں مجھے

لازما تسلیم کرنا چاہیئے کہ میں بھی زکام میں مبتلا ہوئی ہوں یا میں نے زکام سے اکثر شکست کھائی ہے۔ حقیقت یہ ہے ایسا اکثر مریضوں کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ ان کو یاد نہیں ہوتا کہ زکام شروع کیسے ہوا - پہلے پہل مریض اپنی پسند کی دوائیں لیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مریض جب ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو زکام تقریبا خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے پھر بھی ہومیوپیتھی بڑی معاون ہو سکتی ہے۔

1

ایک درمیانی عمر کی عورت تھی جسے ہمیشہ ہی زکام رہتا تھا۔ جس کے اثرات فوراً ہی اس کی چھاتی میں اتر جاتے - کھانسی کے لئے وہ اپنی پسند کی ادویات استعمال کرتی تھی - حالانکہ یہ دوائیں اسے کوئی فائدہ نہ دیتیں - 1961ء کا موسم بہار بہت زیادہ سرد اور تغیر پذیر تھا۔ وہ عورت شدید سردی کی وجہ سے کانپ رہی تھی - ایک شال اوڑھے ہوئے آگ کے پاس بیٹھی تھی - آخر کار بستر تک محدود ہو گئی - چار پانچ دن آرام کے بعد کام پر آ گئی مگر ابھی تک اس کی حالت قابل رحم تھی - ہر وقت کھانستی رہتی، نزلہ مسلسل بہہ رہا تھا - یہ صورت حال کسی طرح قابو میں نہیں آ رہی تھی - چھ ہفتے گزر گئے، حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی - اس مرحلہ پر کسی دوسری تکلیف میں اس نے ایک سرجن سے مشورہ کیا تو اس نے اس حالت کا جائزہ لے کر میرے پاس بھیجا -

وہ سانس کی نالی میں شدید خراش محسوس کرتی، دباؤ سے بہت حساس تھی، بلغم کا اخراج بے حد مشکل تھا۔ رات تقریبا گیارہ بجے باقاعدگی سے کھانسی اور چھینکوں میں شدت پیدا ہو جاتی - کھانس کھانس کر نڈھال ہو جاتی - اس کے چہرے پر مردنی غالب تھی - اس میں بستر چھوڑنے کی ہمت نہ تھی - ریومیکس -30، ہر چار گھنٹے بعد - اسے دو دن کے بعد دوبارہ بلوایا گیا -

دو دن بعد وہ خوشی سے مسکرا رہی تھی - کہنے لگی -

''کیا ایسی معجز اثر پڑیاں مل سکتی ہیں؟''

اسے دن میں 3 بار ریومیکس 30 دی گئی - اس نے کام سے ایک ہفتے کی چھٹی لے لی - اس نے یہ چھٹی دریائے تھیمز سٹیمر کے ذریعے سفر میں گذاری - خوش قسمتی سے موسم بہت عمدہ اور گرم تھا - اس کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ مکمل تندرست ہو گئی - وہ چھ ہفتوں سے بیمار تھی، چند روزہ علاج نے اسے بالکل بدل دیا - وہ اپنی عمر سے کئی سال کم دکھائی دیتی تھی - وہ اپنے آپ کو قوت و توانائی سے بھرپور محسوس کرتی تھی -

ہاں ریومیکس ایسا زکام جو ٹھنڈی ہوا لگ جانے سے جڑ پکڑے، موسمی تبدیلیوں کی بدولت شروع ہو - اس میں بخار بہت کم ہوتا ہے - لیکن نزلہ زکام بہت شدید ہوتا ہے اور نرخرہ میں

مستقل گھر کر جاتا ہے- اس سے سینے اور ہنسلی کی ہڈی کے پچھلے طرف درد محسوس ہوتا ہے- کھانسی گلے کی خراش سے شروع ہوتی ہے- کھانسی کی شدت سر اور چھاتی کو ہلا کے رکھ دیتی ہے- رات 11 بجے کے قریب اس کا دورہ نہائت شدید ہوتا ہے- آپ کو یہ علامات نزخرہ کے ورم، انفلوائنزا، دمہ، دق یعنی ٹی بی کے مریض میں مل سکتی ہیں- بیماری کوئی بھی ہو اگر آپ اس قسم کی کھانسی دیکھیں تو ریومیکس کے ذریعے تیزی سے شفا ہو سکتی ہے-

سردی سے رکام کی ایک بالکل مختلف کیفیت کے بیان کے لئے ایک کیس- ایک بچی پیدائشی طور پر بیمار تھی- سانس کی نالیوں کی سوزش اور دمہ میں مبتلا تھی- کئی بار وہ ہفتوں بیمار ہوئی اور مرتے مرتے بچی- اس کی ماں کو مشورہ دیا گیا کہ ہومیو علاج کو آزما کر دیکھے- ہومیو علاج کیا گیا تو کھانسی کے دوروں کی تعداد کافی کم ہوگئی اور دوروں کے دورانیے میں بھی کمی ہوئی، اس کے معالج نے اس کی غذا کو کافی زیادہ کنٹرول کیا- غذا کا باقاعدہ ایک چارٹ بنا کر دیا، اس کی رو سے روزمرہ خوراک کی کافی چیزیں منع کر دیں- وہ حقیقی طور صحت وتندرستی کی راہ پر گامزن کر دی گئی- مذکورہ ہومیو معالج کی ریٹائرمنٹ پر کیس میرے پاس منتقل کر دیا گیا- اس وقت دمہ کافی کم ہو گیا تھا ،کھانسی کے دورے بھی بہت کم ہو چکے تھے- اگر کسی وقت دورے پڑتے بھی تو ان کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا- لیکن ہر سال باقاعدگی سے فروری اور اکتوبر کے مہینوں میں نزخرے کی حالت انتہائی خراب ہو جاتی- ہومیو پیتھک علاج سے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تکلیف ختم ہو جاتی- پچھلے سال حفظان صحت کی غرض سے اسے دیہاتی علاقے میں بھیجا گیا- اسے .ہومیو پیتھک کی ادویات دیگر غذا سے متعلق زبردست احتیاط کی تلقین کی گئی- جونہی اکتوبر کا مہینہ آیا تو شدید بیماری نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا- اس کے عزیز جن کے ہاں وہ ٹھہری ہوئی تھی ہومیو پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے- چنانچہ وہ اسے ایلو پیتھ ڈاکٹر کے پاس لے گئے-- جس نے بچی کے لیے غذا میں صرف دودھ تجویز کیا- اسے بتایا گیا کہ بچی کے لئے دودھ موزوں نہیں رہتا- ڈاکٹر نے معمول میں اسے خمار آور کھانسی کے شربت کے طور پر سلفومائیڈ کا مرکب استعمال کرایا- نتیجہ توقع کے مطابق ظاہر ہوا- نزخرہ بری طرح متاثر ہوا، دمہ کی پرانی شدت اور بخار ہو گیا- بخار 103 اور 104 درجے کے درمیان تھا- بچی کی یہ حالت چھ دن تک رہی- بچی کھانے کی ہر چیز قے کر دیتی- بیماری کے دوران فروٹ جوس اسے بہت پسند تھا- مگر اسے طلب کے باوجود نہ دیا جاتا- بچی کی اس طرح کی حالت سے اس کی ماں پریشان ہوگئی- وہ ڈاکٹر کے کمرے میں گئی- اس نے ڈاکٹر کو سخت سست کہا- ڈاکٹر نے اس صورت حال میں مریضہ کو لے جانے کی اجازت دے دی- میں نے بچی کے بارے میں بتائی گئی علامات کے مطابق دوا بھجوائی - اہم علامات میں ہر چیز قے کر دینا، شدید ٹھنڈے پانی

کی زبردست پیاس، مگر اس کا بھی قے ہو جانا، اونچا بخار، سخت تپش،، سرخ چہرہ، سینے کی گھٹن، خشک چھیدنے والی شدید کھانسی، مریضہ اپنا سر پیچھے کی جانب لٹکا کر لیٹے ہوئے رہتی- ان علامات پر فاسفورس-30 پانی میں ملا کر ہر آدھ گھنٹے کے بعد گھونٹ گھونٹ لینے کی ہدائت کی گئی- دودھ بند کر کے مالٹے، سنگترے اور لیموں کا جوس، اور منقیٰ کا جوشاندہ تجویز کیا گیا-

میں نے سینے کی بیماریوں میں مذکورہ جوس اور جوشاندہ کو بہت زیادہ تسکین دینے والا پایا ہے- قے کا سلسلہ فوراً بند ہو گیا اور بخار بھی ہلکا ہو گیا- 48 گھنٹے کے بعد بچی تندرست ہو گئی- ایلو پیتھ ڈاکٹر اسے بالکل نہ سمجھ سکے- وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی جستجو کے لئے آمادہ ہی نہیں ہوتے-

اکتوبر 1941ء میں اسے پھر سردی لگ گئی- چوبیس گھنٹے میں بیماری کی کیفیات مکمل ہو گئیں- سینے کی خرخراہٹ، کھانسی، نزلہ جو ناک سے سیدھا چھاتی میں گرتا، ہر چیز قے ہو جاتی، معمولی پیاس قے کے باوجود زبان صاف، بچی کا چہرہ زرد اور پھیکا، اور بیمار، سینے میں خراش، خرخراہٹ، متلی اور کھانسی کے ساتھ گلے میں سوجن- میں نے اپیکاک-30 ہر گھنٹے کے بعد اور پھلوں کے جوس تجویز کیے- صبح کے وقت بخار 100 ڈگری تھا- 12 گھنٹے سے قے اور متلی تھی- دوا کی پہلی ہی خوراک لینے کے بعد قے رک گئی- چوبیس گھنٹے کے بعد بخار 98 ڈگری رہ گیا اور 48 گھنٹے کے بعد وہ بالکل نارمل ہو گئی- سانس کی رفتار معمول کے مطابق ہو گئی- دوا لینے کے بعد رات کو اسے پرسکون نیند نصیب ہوئی-

دوا لینے کے بعد جمعہ کی صبح کو ہی وہ ٹھیک ہو گئی- معمول کی غذا مچھلی، روٹی اور مکھن بحال کر دی گئی- اس نے کھانے سے خوب لطف اٹھایا- یہ طریقہ علاج مروجہ طریقہ علاج سے کس قدر مختلف تھا- پچھلے سال کے علاج کے تقابل سے ہومیو علاج کی برتری کتنی واضح ہے-

سردی لگنے سے جو عوارض بھی پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے- میرے تجربہ کے مطابق لندن کے موسمی حالات میں آرسینک بڑی موثر دوا ہے- شروع میں دی جائے تو سردی کے اثرات رک جاتے ہیں- موسم میں تبدیلی سے چھینکیں، ہر وقت کی دھند اور مرطوب موسم میں شدید زکام، جس کا آغاز ناک سے ہوتا ہے اور گلے تک پھیل جاتا ہے- ناک سے بہنے والا مواد پانی کی طرح پتلا، پیشانی میں درد، مریض بے آرام، مضطرب اور دکھن محسوس کرتا ہے اور گرم پانی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ پینا چاہتا ہے- گلے میں جلن اور سرخی بڑی نمایاں ہوتی ہے-

میں نے درجنوں لوگوں کو ان علامات کے ساتھ دیکھا ہے اور آرسینک کی چند خوراکوں کے ساتھ چند گھنٹوں میں مریض درست ہو جاتا ہے-

ایک دفعہ میں نے دانتوں کے ایک ماہر سرجن کو دیکھا- صبح دس بجے اسے زبردست

بخار اور کپکپاہٹ کی شکائت تھی- درجہ حرارت 100 ڈگری تھا آرسینک - 30 ہر آدھ گھنٹے کے بعد- دو بجے دوپہر وہ اپنے کلینک میں انتہائی مصروف تھا- اس نے تیس بچوں کے دانت انتھیزیا کے تحت نکالے- اس کے والد نے شام کے وقت فون پر بیمار پرسی کرنا چاہی مگر میرا مریض سب کچھ بھول چکا تھا- اس نے اپنے آپ کو ہشاش بشاش محسوس کرتے ہوئے کہا کہ اسے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہومیو علاج کے خلاف تعصب رکھنے والے اسے خوش قسمتی یا اتفاق کہیں گے- مگر یہ سچا واقعہ ہے اور اتفاق نہیں، آئے دن ہوتا رہتا ہے- مجھے ذاتی طور پر سنکھیا کے ذریعے کپکپاہٹ سے نجات نہیں ملتی۔

مجھے نزلہ زکام میں عام طور پر آرسینک فائدہ نہیں دیتی- وجہ یہ ہے کہ میرا زکام آرسینک کی نوعیت کا نہیں ہوتا- مجھے نکس ولمیکا یا پلساٹیلا کام دیتی ہے-

نکس وامیکا کا نزلہ یا زکام خشک سرد ہوا لگنے سے ہوتا ہے- اس میں شام کے وقت شدت ہوتی ہے- علامات گھر میں شدید ہوتی ہیں- گرم بستر میں تکلیف بڑھ جاتی ہے- ناک سے بہنے والے مواد سے سارا تکیہ گیلا ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا میں افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ بخار کی کپکپاہٹ نکس وامیکا سے ٹھیک ہو گی- اس کا آغاز ہاتھ پاؤں یا کمر میں ہوتا ہے اور پھر سارے جسم میں پھیل جاتا ہے- مریض اپنے آپ کو ڈھانپے رکھتا ہے۔ جونہی وہ حرکت کرتا ہے یا چلتا پھرتا ہے یا بستر سے باہر آتا ہے اسے سردی لگتی ہے اور وہ کانپنا شروع کرتا ہے۔ پھر وہ گرم ہو جاتا ہے اور پسینہ بہنے لگتا ہے۔ پسینے کے باوجود وہ اپنے آپ کو ڈھانپے رکھتا ہے-

نکس وامیکا کا مریض چڑچڑا، تند مزاج، کم حوصلہ اور جلد باز اور غصیلہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے پر سکون رہنا ناممکن ہوتا ہے۔

پلساٹیلا کا زکام اور سردی کسی قدر مختلف ہے۔ چھینکیں، ناک کی بندش، چہرے اور ناک میں درد، گرم کمرے میں شدت اور کھلی فضا میں گھومنے پھرنے سے افاقہ۔ رخسار گرم ہوتے ہیں زکام کا آغاز جسم یا پاؤں بھیگنے کے بعد ہوتا ہے- فوری طور پر سونگھنے اور ذائقہ کی حس کمزور ہو جاتی ہے- شامہ کی حس ختم ہو جاتی ہے اور کھانے پینے کی اشیاء بدمزہ لگتی ہیں۔ شروع میں ناک سے بہنے والا نزلہ پتلا اور وافر ہوتا ہے مگر جلد ہی گاڑھا اور سبزی مائل پیلا ہو جاتا ہے- کپکپی کا آغاز کمر سے ہوتا ہے اور پھر اوپر نیچے پھیل جاتی ہے جیسے کمر پر ٹھنڈا پانی انڈیلا جا رہا ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے سردی لگ گئی تھی - میری کیفیت بالکل ایسی تھی جیسا میں نے ابھی اوپر بیان کی ہے- میں نے پلساٹیلا- 10m کی ایک خوراک شام کے وقت لی- ایک گھنٹے سے بھی تھوڑے وقت میں میں تندرست ہو گئی۔ اور سردی کے تمام آثار صبح تک

غائب ہو چکے تھے۔

ایک اور موقعہ پر میں اپنے گھر اور شہر سے دور تھی۔ میرے پاس صرف پلسا ٹیلا-6 موجود تھی۔ مجھے اس کی کئی خوراکیں لینا پڑیں-اس طرح مجھے ٹھیک ہونے میں 24 گھنٹے سے بھی زیادہ وقت لگا-اس سے مجھے اپنے بارے میں اندازہ ہوا کہ اونچی طاقت کی دوا مجھ پر تیز اور بہتر ردعمل ظاہر کرتی ہے-آپ کو بھی اسی قسم کی صورت حال کا سامنا ہوسکتا ہے۔اونچی طاقت کی مکمل طور پر مشابہہ دوا سے فوری افاقہ ہوگا لیکن دوائی مکمل طور پر مشابہہ نہ ہوئی تو اونچی طاقت میں یا تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا یا نقصان بھی ہوسکتا ہے-اگر آپ کو اپنی انتخاب شدہ دوا کے بارے میں زیادہ یقین نہ ہو تو چھوٹی طاقت کی دوا زیادہ بہتر رہے گی۔اگر یہ دوا بالکل صحیح دوا نہ بھی ہوئی تو چھوٹی طاقت کی وجہ سے کم نقصان پہنچائے گی۔

کچھ ہومیو پیتھس زکام کے لئے ایلم سیپا کے شفائیہ اثرات کی قسم کھاتے ہیں-یہ ایسے زکام کیلئے بہتر ہوتی ہے جو مرطوب ہوا سے لگے۔آپ ناک میں تکلیف محسوس کریں گے۔آنکھوں سے پانی کی ندیاں بہنے لگتی ہیں۔ یہ پانی ہمیشہ چکنا ہوتا ہے اور بڑا تکلیف دہ' گرم پانی کثیر مقدار میں ناک سے بہنا شروع ہوتا ہے۔جو ہونٹوں کو جلا دیتا ہے اور زخمی کر دیتا ہے۔یعنی ہونٹ پک جاتے ہیں۔گلے کی تکلیف فوری طور پر سینے تک پھیل جاتی ہے نرخرے میں شدید تکلیف (چیر پھاڑ) ہوتی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے کانٹے سے گلا پھٹ جائے گا اور مریض کھانسی کے دورے کے دوران نرخرے کو پکڑنے یا اس پر ہاتھ رکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ عام طور پر تکلیف کا آغاز بائیں جانب سے ہوتا ہے بائیں جانب کی آنکھ اور بائیں جانب کا نتھنا پہلے متاثر ہوتے ہیں۔اور پھر مرض دوسری جانب بھی پھیل جاتا ہے۔نرخرے میں،خراش ٹھنڈی ہوا میں سانس لینے سے کھانسی آنا اور گلے کو پھاڑ ڈالنے والی شدید تکلیف گرم ماحول میں شدت اختیار کر جاتی ہے۔اور شام کے وقت بھی اس کی تکلیف نا قابل برداشت ہوتی ہے۔

اگر آپ اس قسم کی علامات کا مجموعہ محسوس کریں۔تو ایسے مریض کے لئے فوری اثر پذیر دوا ایلم سیپا ہی ہوگی۔

اے-بی ایک لڑکی جس کی عمر اٹھارہ سال تھی-اسے سردی لگ گئی-پیشانی اور کمر میں درد، ٹانگیں بھاری اور تھکی تھکی، چکرا کر گرنے والی ہے-بخار 100^0 اور نبض کی رفتار 98-موسم پچھلے کئی دنوں سے تغیر پذیر تھا۔بارش ہوتی اور کبھی برف باری-اگلے دن بستر میں اس کا معائنہ کیا گیا۔بخار 100 ڈگری اور نبض کی رفتار 96 تھی-

مریضہ پر بوجھل پن اور سستی چھائی ہوئی تھی،حرکت کرنے کی کوئی خواہش نہیں-کھانسی

ہو رہی تھی، سانس کی نالی میں دکھن، متلی، بھوک کی کمی، حرارت، خشکی، پسینہ آتا تھا نہ ہی پیاس لگتی تھی، ساری رات بیدار رہتی - سب سے اہم شکایت یہ تھی کہ بستر میں سردی لگتی اور یوں محسوس ہوتا جیسے ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈا پانی نیچے کی جانب دوڑ رہا ہو۔ پلسا ٹیلا 1m- کی ایک خوراک دی گئی۔

اگلے دن مریضہ اپنے بستر میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی - رات بھی خوب رہی - ٹمپریچر 99.1 کمر اور ٹانگوں کی درد ختم ہوگئی - اس سے پوچھا گیا کہ ''کمر میں ٹھنڈا پانی نیچے کی جانب دوڑتا ہوا محسوس ہوتا تھا اس بارے میں اب کیا کیفیت ہے''۔ اس نے جواب دیا کہ یہ علامت ختم ہوگئی ہے۔

مریضہ ٹھیک ہوگئی اور تین دن بعد کھانسی کی اب کوئی تکلیف محسوس نہ کرتی تھی - ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنے کام پر واپس آ گئی - اس کی بہن جو اس سے پہلے بیمار ہوئی، ابھی تک اپنے ایلوپیتھک ڈاکٹر کے پاس چکر لگا رہی تھی - پندرہ دن کے بعد بھی کھانسی کی دوسری بوتل کی خاطر وہ سرگرداں تھی۔

ایک دو سال کا بچہ، حلق کے ورم کی وجہ سے کئی دنوں سے کھانسی میں مبتلا تھا - یہ تکلیف ٹھنڈی ہوا لگنے سے ہوئی تھی - سانس میں دقت تھی - سینے سے خرخراہٹ کی آواز آ رہی تھی - رات کے وقت حالت بدتر، شدید تپش، محسوس کرتا ہے - بستر میں اوڑھنیاں پرے پھینک دیتا ہے - کلکیر یا سلف 10m کی ایک خوراک دی گئی -

نرخرے کی نالیوں میں ورم ہو چکے تھے - سینہ رطوبتوں سے بھر گیا تھا - بچے کو پیدائش ہی سے پھنسیوں کی بہار کا سامنا رہا - اس کی کھوپڑی میں خشک پھوڑے تھے -

اس کی ماں نے بتایا کہ دوا لینے کے بعد کھانسی تو فوراً ہی ٹھیک ہوگئی - اس کی شکایت دوبارہ بھی نہ ہوئی - اس کے علاوہ جلد کافی صاف ہوگئی تھی -

ایک 25 سال کی عورت نزلہ' گلا دکھتا ہوا، ٹانسلز پھولے ہوئے اور ان میں جکڑن تھی - بھوک میں کمی - وہ اپنے آپ کو بیمار محسوس کرتی، ٹمپریچر 102 اور نبض 120 تھی -

چہرہ سرخ اور گرم، شدید زکام' سردی اور کپکپاہٹ، آگ کے پاس بیٹھی رہتی، اس طرح حرارت محسوس کرتی اور پسینہ آتا مگر جونہی بستر سے باہر آتی یا حرکت کرتی تو کپکپی طاری ہو جاتی، اس کی طبیعت بڑی چڑچڑی اور غصیلی ہوگئی تھی اور وہ کسی سے نرمی کا ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتی تھی -

نکس وامیکا دوا کی ایک خوراک صبح 8 بجے کے قریب دی گئی - بخار اگلی ہی صبح اتر گیا، تمام علامات جادو کی طرح صاف ہو چکی تھیں - مریضہ اسی دن بعد دوپہر طویل سفر کے قابل ہو گیا -

اسے تیار ہونے میں کسی طرح کی تکلیف یا الجھن نہیں تھی- ایک ہفتے کے بعد اپنی اچھی حالت کے بارے میں بتانے آئی-

ایک عورت جس کی عمر 33 سال تھی -ایک ہفتے سے اسے زکام اور کھانسی تھی- اس کی قوت سماعت بری طرح متاثر تھی- زکام کے بعد اس کے دونوں کانوں کو پچکاری کے ذریعے صاف کر کے کانوں کے اندر کی میل صاف کی گئی لیکن پھر بھی قوت سماعت بحال نہ ہوئی -اس کے بعد اس کی صحیح علامات لی گئیں- پیشانی میں درد، سر پھڑکن دار درد، جھکنے اور حرکت سے شدت، کھانسنے سے شدت، سونا مشکل ہو گیا، منہ خشک ، شدید پیاس -مریض ایک ہی وقت میں بالٹی بھر پانی پی سکے-

موسم تغیر پذیر تھا ایک دن گرم اور مرطوب ، اگلے دن خشک اور سرد- مریض سخت ضدی اور چڑ چڑا- برائیونیا-30 دن میں تین بار- تین دن کے بعد مریضہ خود کو تندرست محسوس کرتی تھی- وہ اتنی خوش تھی کہ مزید دوا بھی طلب نہ کی -وہ کہہ رہی تھی آپ کی پڑیوں نے میرے سر درد کو فوراً ہی ختم کر دیا- اس سے قبل زکام میں اتنا جلد افاقہ کبھی نہیں ہوا تھا- وہ نقاہت بھی محسوس نہیں کرتی تھی اور نہ ہی اس نے ٹانک طلب کیے-

آواز بیٹھ جانا

اگلے روز مجھے ایک مشکل کیس کا سامنا کرنا پڑا- اس کیس میں ہومیوپیتھی کی آزمائش تھی- میں علاج میں اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہی تھی- ایک نوعمر سیاہ فام، شخص میرے پاس آیا- اس وقت تقریباً شام کا اندھیرا چھا چکا تھا- اس کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی- اس نے سرگوشی کے انداز میں بتایا کہ اس کی ماں نے اسے میرے پاس بھیجا ہے- چھ ہفتے سے اس کی آواز ختم ہو چکی ہے- خاندانی ڈاکٹر نے ایک ہفتے تک اس کا علاج کیا - اس کے بعد اس نے زخرہ کے ماہر کے پاس بھیجا- اس نے دو تین بار دیکھا- اس دوران اس کی آواز مزید بیٹھ گئی- مریض کو بتایا گیا کہ مزید تشخیص کے لئے وہ ہسپتال میں داخل ہونے کا انتظار کرے- وہ پریشانی اور مایوسی کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا- اسے اپنی آواز کی بحالی کی امید نظر نہیں آتی تھی -مریض بولنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا تھا- بات صرف یہ تھی کہ اس کی آواز نکلتی نہیں تھی-

کینٹ ریپرٹری میں ”بلا درد بے آواز ہونا“ کے عنوان کے تحت آٹھ دوائیں درج ہیں- اس کیس میں میری جستجو کا دائرہ زیادہ طویل اور مشکل نہیں تھا- اس کی ہسٹری یہ تھی سات ہفتے پہلے وہ ورزش کی غرض سے دوڑ رہا تھا- اس کا جسم گرم تھا اور پسینہ خوب آیا ہوا تھا- اچانک وہ ایک پانی سے بھری ہوئی خندق میں گر گیا- ان حالات میں اسے فوری طور پر کپڑے تبدیل کرنا پڑے

اور چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کی آواز ختم ہو گئی - اس وقت سے اسے پسینہ بھی بہت زیادہ آنے لگا - اس کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی - اس کا جسم ہر وقت پسینے سے شرابور رہتا - پیاس بہت شدید ہوتی اور ٹھنڈے پانی کی خواہش رہتی - زخرہ بلغم سے بھرا محسوس ہوتا - گلہ صاف ہو جائے تو وہ بہتر محسوس کر سکتا -

اسے گرمی بہت لگتی - چینی کھانے کا بہت شوقین - اس کی گردن کے غدود بچپن سے ہی غیر معمولی تھے -

مریض کی ہسٹری کا ایک دوسرا پہلو بھی دلچسپ تھا - اس سے میرا کام اور بھی آسان ہو گیا - کچھ عرصہ پہلے موسم بہار میں اسے دائیں بغل اور بازو پر داد کی تکلیف ہوئی - یہ ایک جلدی بیماری ہے - اس تکلیف کے لئے جلد پر کئی ہفتے مرہم لگائی گئی -. جس کے بعد جلد صاف ہو گئی - اس کے سانس سے خارج ہونے والی ہوا بدبو دار تھی - مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسے صرف قبض رہتی ہے - اس کے بازوؤں پر اتنا زیادہ پسینہ آتا کہ جسم سے گرتے ہوئے قطروں کو محسوس کرتا - ان تمام علامات کو مجموعی طور پر دیکھتے ہوئے دوا بڑی واضح تھی - وافر، چپچپا پسینہ، بلا تکلیف بے آواز ہو جانا، کندھوں اور بغلوں کے نیچے خوفناک جلدی ہیجان - ٹھنڈے پانی کی زبردست خواہش - ان علامات کے علاج کے لئے میں نے فاسفورس 30 تجویز کی -

تین دن کے بعد وہ مجھے دوبارہ ملا - اس کی آواز کہیں بہتر ہو گئی تھی - اب وہ سرگوشی کی نسبت کہیں بلند آواز سے بات کر سکتا تھا - پسینہ کی کثرت بھی رک گئی - ٹھنڈے پانی کی غیر معمولی خواہش بھی کم ہو گئی - وہ اپنے جسم میں بہتری کے آثار پا رہا تھا - سانس کی ہوا بھی خوشگوار ہو گئی - بدبو کا خاتمہ ہو گیا - اسے اس کے لئے کسی ماؤتھ واش یا قبض کشا چیز نہیں دی گئی تھی - اسے صرف اتنا مشورہ دیا گیا تھا کہ رات سونے سے قبل سادہ بھاپ میں سانس لے - ہاں تو میں یہ بتانا تو بھول ہی گئی اس کے سابقہ ڈاکٹر نے اسے دوائیہ بھاپ لینے کی تاکید کی تھی - جس سے مریض کو ذرا بھی فائدہ نہ ہوا - فاسفورس 30، تین دن مزید - چھ دنوں میں مریض کی تیسری ملاقات پر اس کی آواز بحال ہو چکی تھی - اس کا قدرتی زیر و بم اور سریلا پن واپس آ گیا - مریض بہت خوش تھا اور اگلے ہی دن اپنے کام پر واپس چلا گیا -

اس کیس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہومیو پیتھی کیا کچھ کر سکتی ہے - چھ ہفتہ سے زیادہ عرصہ پر پھیلی بے آوازی کی کیفیت، سپیشلسٹ کچھ نہ کر سکے - ہسپتال میں داخلے کا مشورہ دیا گیا - اس کے برعکس ہومیو پیتھی کی صحیح دوا کی چند خوراکوں سے آواز واپس آ گئی - جیسا کہ جادو کیا گیا ہو - ہومیو علاج کی اس اثر انگیزی کو دیکھ کر مریض کی والدہ نے پوچھا شہر کے ماہر سپیشلسٹ

ایسا کیوں نہ کر سکے۔ اکثر اس طرح کے سوال ہوتے رہتے ہیں - وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے ہاتھ ابھی تک ایسی چابی نہیں لگی جو شفا بخش طریقہ علاج کے راز ان پر کھول سکے۔

صد افسوس ان پر اور غریب مریضوں پر جو ہسپتال کے مختلف شعبوں میں کئی کئی ہفتے چکر لگاتے رہتے مگر کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں ہوتا - ایک اہم بات یہ تھی کہ ہومیو علاج کے ساتھ ساتھ نوجوان مریض کی خوراک تبدیل کی گئی، سفید روٹی منع کر دی گئی اس کی بجائے اسے چھان سمیت روٹی، روزمرہ کے پھل اور مناسب طریقے سے پکی ہوئی سبزیاں اور سلاد کھانے کی ہدایت کی گئی - ہومیوپیتھی کے لئے یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ کیا آپ اس سے اتفاق نہیں کرتے؟ مجھے ایک عورت یاد پڑتی ہے جو ایک ماہ گلے کی خرابی کی وجہ سے بولنے سے قاصر رہی، اس کے بارے میں ٹی بی کا شبہ کیا جانے لگا - وہ ایک ٹی بی ڈسپنسری سے دوا لیتی رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ کان اور گلے کے مشہور ترین ہسپتال سے ہفتوں تک علاج کراتی رہی - میں ذاتی طور پر اس کا علاج نہ کر سکی - وجہ یہ تھی کہ میرا شعبہ بچوں سے متعلق تھا - میں نے اسے ہومیو ہسپتال بھیج دیا - دو تین ہفتے میں ہومیو علاج سے وہ ٹھیک ہو گئی - ایسی تکلیفیں جن کے علاج کے لئے ایلوپیتھی میں سپیشلسٹ ضروری ہیں - ان میں ہومیو علاج کہیں زیادہ بہتر نتائج دے سکتی ہے - یہ نتائج اس کے باوجود تھے کہ مریض بیماری کا سبب بھی بیان نہیں کر سکے تھے -

(V)

بعض حاد کیس

حمل کے آخری ایام میں قے

فروری 1916ء میں ایک خاتون حمل کے ساتویں مہینے میں تھی۔ کہا جاتا تھا کہ آٹھواں مہینہ ہے۔ تین ہفتے سے مسلسل قے میں مبتلا تھی۔ پیٹ میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی حتیٰ کہ مشروب بھی قے ہو جاتا۔ ایلوپیتھی علاج کیا جا رہا تھا۔ قبض بہت زیادہ تھی۔

قے، گہرے سبز رنگ کی، بدبودار ذائقہ ترش، کمزور، نڈھال، چہرہ مرجھایا ہوا نظر آتا، مٹیالہ گندہ رنگ، آنکھیں بے چمک، پیلی، زبان میلی ارغوانی رنگ کی تہ جمی ہوئی، دانت خراب، سانس بدبودار، پورا جسم ناخوشگوار اور سخت بدبودار تھا، یقیناً وہ سمیات کی زد میں تھی۔ ماتھے پر ٹھنڈا اور چپچپا پسینہ، بخار نہیں، نبض کمزور 96۔

فم معدہ کے مقام پر درد، جلن دار داد، معدہ پھیلا ہوا نہیں، پیٹ میں سوزش کے کوئی آثار نہیں، رحم بڑھا ہوا۔ دنوں کے لحاظ سے پورا ہے۔ زہ کے کوئی آثار نہیں۔

علامات :- مریض پیاسا، چھوٹے چھوٹے گھونٹ بار بار پینا چاہتا ہے۔ ٹھنڈا، ڈھانپنا چاہتا ہے۔ بیماری کے شروع میں بے چینی رہی۔ ان علامات کے پیش نظر دوائی آرسینک کا خیال ہوا۔ آرسینک دی گئی۔ تین گھنٹے کے بعد مجھے بلوایا گیا، وجہ یہ تھی کہ مریضہ کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ زچگی کی علامات شروع تھیں۔ بچہ پیدا ہوا، میں پہنچی تو دوسرا بچہ بھی پیدا ہوا۔ ماں کو ابھی تک قے آ رہی تھی۔

اگلی صبح بھی یہ ہی کیفیت تھی۔ قے بند نہیں ہو رہی تھی۔ قریبی مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ مریضہ ٹھنڈے پانی کی شدید طلب رکھتی تھی۔ مگر نقصان کے ڈر سے ٹھنڈا پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ماتھے پر شدید درد جو ٹھنڈی پٹیوں سے ہی ٹھیک ہو جاتی۔

تمام علامات فاسفورس کی تھیں۔ فاسفورس 10m کی ایک خوراک دی گئی۔

بارہ گھنٹے کے بعد مریضہ خوش باش تھی۔ اور اس کی حالت بہت بہتر ہوگئی۔ اس کا اپنا بیان تھا کہ

”آپ نے اب کے جو دوائی دی اس کے بعد مجھے بیماری محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے

ایک کپ چائے کا لطف اٹھایا ہے۔ میں تین گھنٹے تک سوئی رہی ۔ یہ نیند کئی دنوں کے بعد نصیب ہوئی۔

اگلے روز مریضہ کو ابلا ہوا انڈا دیا گیا انڈہ لطف دے گیا۔ زچگی کے مرحلے معمول پر تھے۔ جلد کا مٹیالا رنگ ساف ہوگیا مگر زبان بہت دکھتی تھی۔ زبان کا معائینہ کیا تو تو جلد کے نیچے السر موجود تھا۔ دو تین دن میں یہ السر ختم ہوگیا۔ چھاتی سے معمول کے اخراجات شروع ہو گئے زچگی کا بخار بھی ختم ہوگیا۔ والد ایک کے بجائے دو بچوں کی پیدائش پر پریشان تھا۔

میں اپنے ڈیسک میں سے پرانے نوٹس دیکھ رہی تھی۔ ان میں میری پریکٹس کی ابتداء کے کیس درج ہیں۔ حمل کے آخری زمانے کی قے کے بارے میں میرے موثر علاج کی وجہ سے علاقے میں میری بڑی شہرت ہوئی۔ اس کیس میں جلد شفا کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی۔ ان دنوں میں بہت مہم جوئی سے کام لیتی تھی اور اونچی طاقتوں کا استعمال میرا معمول تھا۔ آج کل میں نے اونچی طاقتوں کا استعمال کچھ کم کر دیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ حاد تکالیف میں اونچی طاقتیں چھوٹی طاقتوں کے مقابلے پر زیادہ اچھا کام کرتی ہیں مگر اس کے لئے آپ کو اپنی دواؤں کے بارے میں خوب علم ہونا چاہیئے اور دواؤں کے اعادہ میں احتیاط کرنا پڑے گی۔ عورتوں کے پرانے امراض کے علاج میں درمیانی طاقتیں کافی محفوظ ہیں۔ وہ دواؤں کے عمل سے زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ اونچی طاقتوں کا ردعمل اتنا شدید ہوتا ہے کہ اسے کنٹرول کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ شدید ردعمل برداشت کرنے والے لوگ بھی کم ہوتے ہیں۔ میں نے کئی بار اونچی طاقت کا شدید ردعمل دیکھا ہے، یہ ردعمل بعض اوقات خطرناک بھی ہوتا ہے اس وجہ سے میں نے محفوظ راستہ اختیار کرلیا ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ **1916**ء میں ریکٹی فائیڈ سپرٹ نوجوان ڈاکٹروں کی قوت خرید میں تھی۔ نوجوان ڈاکٹروں کے پاس فالتو سرمایہ نہیں ہوتا، اس وجہ سے اب ان کے لئے ریکٹی فائڈ سپرٹ استعمال کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ مختلف ارزاں قسم کا پلاسبو استعمال کرنا پڑے گا۔

سوال یہ ہے کہ اگر تمام ڈاکٹر ہومیو علاج کو اختیار کرلیں تو کیا ہوگا؟ بہت سی حاد تکالیف مختصر وقت میں ختم ہو جائیں گی۔ ہسپتالوں میں بستر کم ہو جائیں گے، آپریشن بھی کم ہوں گے، خزانہ اور لوگوں کی دولت بچ جائے گی۔ بہت سے لوگ موت کے منہ سے بچ جائیں گے اور عمریں طویل تر ہو پائیں گے۔

کیا ہم ایسا دن کبھی دیکھ سکیں گے؟ جب ہومیو علاج کی تبلیغ عام ہو جائے۔

(VI)

ایکونائٹ کی اہمیت

ہومیو علاج میں کوئی دوا کسی خاص مرض کے لئے مخصوص نہیں - آپ کی تجویز مرض کے بجائے مریض کے لئے ہوتی ہے -اس بات کا سمجھنا ڈاکٹروں اور عام لوگوں کے لئے کافی مشکل ہے- یہی وجہ ہے کہ ہم سے بار بار پوچھا جاتا ہے کہ ''ہومیو علاج میں زکام ،نالیوں کی سوزش یا جوڑوں کی تکالیف کیلئے کون سی دوائی ہے ؟'' جواب میں ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ تو مریض کی کیفیت پر منحصر ہے " ہم چونکہ مرض کے بجائے مریض کو سامنے رکھتے ہیں ،مرض کے نام پر دوا تجویز نہیں کرتے ، اس وجہ سے ہمارے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ ہم تشخیص نہیں کرتے ۔ تشخیص یقیناً بہت اہم ہے، اگرچہ دوا کے انتخاب میں تشخیص کی زیادہ اہمیت نہیں- آیئے اس الجھن کو وضاحت سے سمجھنے کی کوشش کی جائے-

میرا دوست مجھے بتا رہا تھا کہ اس کے والد ہومیو معالج تھے اور وہ ابھی تک ان کی ہدایات کی پیروی کرتا ہے ۔مثلاً نزلہ ،زکام کے لئے ہمیشہ قلیل مقدار میں ایکونائٹ تجویز کرتے- یہ مرض کے لئے تجویز کرنے والی بات ہے ۔لہذا یہ ہومیو اصول کے خلاف ہے-

ہومیو پیتھی کی بنیاد قلیل مقدار نہیں بلکہ علامات کی مشابہت ہے- دوا اور مریض کی علامات میں مشابہت ہی اصل الاصول ہے-

ایکونائٹ نزلے ،زکام کی بعض علامات میں مطابقت رکھتی ہے لیکن نزلہ ،زکام کے لیے بہت سی دوائیں ہیں ۔علاج میں آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ مریض کو تکلیف کی ابتداء کس طرح کے موسمی اثرات سے شروع ہوئی- مرطوب یا خشک ،ٹھنڈا یا گرم، آندھی یا طوفان- اس سے دوا کی تجویز میں فرق پڑ جاتا ہے-

میں نے ہومیو علاج پر ایک کتاب دیکھی ہے ، یہ ایک سو سال پہلے چھپی تھی ،اس میں لکھا ہے کہ انگلینڈ میں شروع شروع میں ہومیو معالج ہر مرض کی ابتداء میں ایکونائٹ دیا کرتے تھے ۔اس سے مرض ختم نہ ہوتا تو پھر دوسری دوا استعمال کراتے ، یہ ایک معمول کا طریقہ تھا ۔مثال کے طور پر اس زمانے کی دو عام امراض نمونیا یا ٹائیفائیڈ میں ایکونائٹ کے بعد برائیونیا دی جاتی یا دونوں کو ادل بدل کر دیا جاتا ۔اسی طرح علاج میں مرض کے دورانیہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا- البتہ شرح اموات بہت کم رہی اور مریضوں میں منفی اثرات بھی نہ ہوئے ۔مگر یہ طریقہ تجویز

اور علاج جس میں امراض کے حوالے کی زیادہ اہمیت ہو، سچا ہومیو طریقہ نہیں۔

ایک دوا مختلف قسم کی بیماریوں میں شفا دیتی ہے، مگر یہ بات بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ہمیں عطائی خیال کیا جاتا ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ہم جوڑوں کے درد، سانس کی نالیوں کی سوزش، پلورسی، قبض، انتڑیوں کی تکلیف، زکام، وغیرہ میں برائی اونیا تجویز کرتے ہیں۔ برائیونیا مذکورہ بالا امراض میں سے کسی میں بھی تجویز کی جا سکے گی مگر تجویز کے لئے ضروری علامات میں ''حرکت سے شدت، سکون اور دباؤ سے افاقہ مخصوص طرح کی پیاس، چبھن دار دردیں'' اس دوا کی بنیادی علامات ہوں گی۔

آیئے ہم ایک بار پھر ایکونائٹ کی بات کریں۔ میں نے انگلینڈ میں بھی ایکونائٹ کو عمومیت کے ساتھ استعمال نہیں کرایا۔ البتہ میں نے ایکونائٹ کی علامات متفرق تکالیف میں نوٹ کی ہیں۔شدید گرمی کے موسم میں ایکونائٹ کی علامات بہت عام ہوتی ہیں۔کم وبیش سرطانی خطے جیسی گرمی تھی۔ انتڑیوں کی پیوندکاری کے بعد دو بچے ہسپتال داخل کئے گئے۔ان کی عمر پانچ چھ ماہ ہوگی۔ان کی ہسٹری ایک ہی تھی۔ وہ یک دم چیخنے چلانے لگتے، سخت بے چین تھے۔ پیٹ میں اینٹھن، پاخانے کے راستے سے خون اور بلغم خارج ہوتا۔ کولہے کے حصے میں رسولی محسوس کی جاتی۔امعائے مستقیم غبارے کی طرح پھولی ہوئی تھی۔ میں نے یقینی طور پر محسوس کیا کہ اوپر تک انتڑیاں بل کھا چکی ہیں۔اس طرح سرخ رنگ کا جیلی کی طرح کا مواد پاخانے کے راستے رس رہا تھا۔ میں نے پہلے بچے کو ایکونائٹ 1m کی دو خوراکیں پندرہ پندرہ منٹ کے بعد دیں اور کسی آپریشن کی ضرورت نہ ہوئی۔کئی دن تک بچے کا مشاہدہ کیا گیا۔مزید دوا کی ضرورت ہوئی اور نہ ہی سرجن کو طلب کرنا پڑا۔

دوسرے مریض بچے کو داخلے کے وقت سرجن نے دیکھا۔اس نے آپریشن کا حکم کر دیا۔ہم آپریشن تھیٹر میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اسے ایکونائٹ 1m کی دو خوراکیں دے دیں۔جس وقت سرجن نے بچے کو آپریشن ٹیبل پر دوبارہ دیکھا۔تو اس نے انتڑیوں کے آپریشن کا ارادہ ترک کر دیا۔انتڑیاں ایکونائٹ کے بعد پھیل کر درست ہو گئیں۔ میں نے سرجن کو بتایا کہ دوسرے بچے کو بھی میں نے ایکونائٹ دی تھی۔اور اس طرح کی کیفیت درست ہوگئی۔

سرجن دوا کے اتنے زود اثر ہونے پر حیران ہوا۔

انتڑیوں میں ایکونائٹ کی علامات یہ تھیں۔بالکل سرخ چمک دار خون اور بلغم کا اخراج، اینٹھن، تیز بخار شدید گرمی کے موسم میں، یہ طوفانی کیفیت موٹے تازے بچوں میں اچانک پیدا ہو جاتی ہے۔اس شدید بے چینی، ذہنی کوفت اور درد کے ساتھ چیخ و پکار۔

ایک اور بچہ اسی وقت دیکھا - اسے ہلکے سبز رنگ کے دست لگے ہوئے تھے، بے چینی، چہرہ سرخ، آنکھیں شیشے کی طرح، ٹمپریچر 104، گرمیوں میں ہیضہ کی مخصوص علامات - ایکونائٹ 1m کی چند خوراکوں سے ٹمپریچر گر کر نارمل ہوگیا۔ اور طوفان رک گیا۔ چوبیس گھنٹے میں سب کچھ درست ہو گیا۔

انتڑیوں کی اس طرح کی تکالیف گرمیوں کی شدت سے ہو جاتی ہیں۔ گرم علاقوں میں یہ عام ہیں - وہ لوگ اسے پیچش کہتے ہیں۔ آپ اسے خاص قسم کے بیکٹیریا کو ذمہ دار قرار دیں گے، مگر مجھے یقین ہے کہ اس طرح کے پیچش کو ایکونائٹ صاف کر دے گی۔ میزوپوٹانیہ میں اسی قسم کی وبا 1914-18 کی جنگ میں پھیلی تھی - گرم ممالک میں ایسے کیسوں میں ایکونائٹ تیزی سے کام کرتی ہے۔

ایکونائٹ کی علامات کا ایک اور مجموعہ ایسا ہے جس میں یہ دوا خوب کام کرے گی۔ سرد طوفان جس کے ساتھ برف گری ہو، موسم بہار میں ایسے حالات میں سانس کی نالیوں کی سوزش میں ایکونائٹ کی چند خوراکیں تکلیف ختم کر دیں گی۔

ایک بچہ مجھے یاد ہے، یہ ایک مخصوص کھانسی کا کیس ہے، یہ مرض مشرقی سرد طوفان کی زد میں آنے سے ہوئی۔ اس کے والدین بے حد پریشان تھے - بچہ صاف ستھرا، خوب صورت، گول مٹول، تکلیف سے ایک روز پہلے وہ برفانی طوفان کے دوران کھیل رہا تھا، رات کے وقت اسے بھونکنے والی کھانسی کا شدید حملہ ہوا، اونچا بخار جو ۱۰۳ درجے کے قریب تھا - وہ بے چین، خائف، گلے اور سانس کی نالی میں جلن، وہ ٹھنڈا پانی مانگتا مگر گھونٹ بھی نگل نہیں سکتا تھا - ایکونائٹ کی چند خوراکوں نے اسے جلد ہی درست کر دیا - اسے مکمل شفا میں ایک دن کافی ثابت ہوا - تکلیف دوبارہ بھی نہ ہوئی -

اسی طرح کا ایک اور کیس بھی مجھے یاد ہے - اس طرح کی تکلیف ہمیشہ مشرقی سرد طوفان کی زد میں آنے سے شروع ہوتی ہے - وہ ہر رات خشک بھونکنے والی کھانسی سے بیدار ہو جاتا - یہ کھانسی اکثر آدھی رات کے بعد شروع ہوتی۔ بچہ پانچ سال کی عمر کا تھا - وہ مختلف ڈاکٹروں اور ہسپتالوں سے ہو کر آیا تھا۔ دواؤں کی بہت سی بوتلیں پی چکا تھا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا - جونہی مشرق کی طرف سے طوفان آتا تو اوپر درج علامات بیدار ہو جاتیں۔ اس کی ماں بچے کو سکول بھیجنے سے پہلے میرے پاس اسے مکمل چیک اپ کے لئے لائی۔ میں نے اسے ایکونائٹ نہ دی۔ کسی تکلیف کے بار بار واپس آنے کے بعد کام نہیں کرتی - نصف رات کے بعد بیدار کر دینے والی کھانسی، بے چینی موجود نہیں تھی، اس وجہ سے بھی ایکونائٹ دوا نہیں تھیں - میں نے اسے

دی اور اسے بھول گئی۔ اس کے بعد اس کے بارے میں مزید کچھ سننے میں نہ آیا۔ حتی کہ چھ سات سال گزر گئے۔ اور اس کی ماں ایک اور بچے کو لے کر آئی۔ اس نے گفتگو کا آغاز ہی اس طرح کیا۔

”ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے میرے دوسرے بچے ہینری شدید کھانسی میں علاج کیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر 5 سال تھی۔ اسے اس وقت سے کبھی کھانسی نہیں ہوئی۔ وہ ہر قسم کے موسم میں باہر جاسکتا ہے۔ وہ موسم اور طوفان سے متاثر ہی نہیں ہوتا اور بالکل ٹھیک ہے۔“

اگر میں اسے ایکونائٹ دیتی تو ناکام رہتی۔ یہ ہیپر سلف کا کیس تھا۔ اور ہیپر سلف نے اس کیس کو معجزانہ طور پر درست کر دکھایا۔

میں نے ایک اور مریض دیکھا تھا۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھی۔ موسم بہار میں کچھ سردی ہوگئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا سے وہ بہت حساس تھی۔ اسے اچانک مثانے میں ٹھنڈ لگ گئی۔ جلن دار اور کاٹنے والی دردیں اور ساتھ ہی گرم، گاڑھا چمک دار اور سرخ خون آلود پیشاب، ہر وقت پیشاب کی حاجت محسوس کرتی رہتی۔ بے چینی انتہا درجے کی، خائف اتنی کہ مرنے جا رہی ہو۔ تمام بیٹیوں، بیٹوں اور دیگر عزیزوں کو بلوالیا گیا تاکہ وہ سب موت کے وقت موجود رہیں۔

ایکونائٹ کی چند خوراکیں دی گئیں۔ مثانے کا ورم رک گیا' درد اور پیشاب کے لئے دباؤ کا احساس بھی ختم ہوگیا۔ موت کا خوف بھی دور ہوگیا۔ پچھتر سالہ خاتون کئی سال زندہ رہی۔

موت کا خوف جو مریض کو گھلا رہا تھا۔ ایکونائٹ کی چند خوراکوں کی بدولت ختم ہوگیا

کیا میں وضاحت میں کامیاب ہوگئی ہوں۔ ایکونائٹ امرت دھارا نہیں۔ اسے ہر مرض کی دوا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ہومیوپیتھی عطائیت نہیں، اس کے اصول سائنسی بنیادوں پر استوار ہیں۔ علاج مثل کا اصول اٹل ہے۔ ایکونائٹ کی بھاری مقدار تندرست شخص میں ہیجان' بے چینی' بخار' گرمی اور موت کا خوف پیدا کرتی ہے۔ اگر آپ مریض کو ایکونائٹ کی قلیل مقدار دیں گے۔ تو ہیضہ' پیچش' انتڑیوں کا الٹاؤ' شدید کھانسی' مثانے کا ورم فوری طور پر ختم ہو جائے گا لیکن سردی یا زکام کے ہر کیس میں ایکونائٹ تجویز نہ کریں، یہ ناکام ہو جائے گی۔ تجویز کے لئے دوا کی علامات کا موجود ہونا لازم ہے۔ مریض کا علاج کریں نہ کہ مرض کا۔ ہومیو علاج کے اصول قطعی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایکونائٹ بہت عمدہ دوا ہے۔ یہ مرض کے راستے کو کھوٹا نہیں کرتی۔ اس کی علامات موجود ہوں گی۔ اس کا وقت کے لحاظ سے کمی وبیشی کا کوئی سوال نہیں۔ مسلسل بخار میں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس دوا کا عمل مختصر اور بہت تیز ہے۔ بخار کی ہر بار تیزی میں ایکونائٹ دوا نہیں۔ ہومیو علاج بہت آسان ہوگا اگر ہر دوا کے لئے اس طرح کے معمولات اختیار کئے جاسکیں۔

(VII)

پیٹ کی روزمرہ تکالیف

یہ کہا جاتا ہے کہ ہومیو علاج کی بنیاد قانون بالمثل پر ہے- سوال یہ ہے کہ روزمرہ امراض میں یہ اصول کس طرح کام کرے گا؟

ہر کوئی جانتا ہے کہ مادی مقدار میں اپیکاک قے آور ہے- دوا کا یہ عضویاتی اثر ہے- اگر سیموئل ہانی من کا کہنا صحیح ہے تو ایسے عوارض جن میں قے اور متلی غالب ہوں تو اپیکاک کی قلیل مقدار ان کو شفا دے گی- معدے کے عوارض میں متلی اور قے ایک عام تکلیف ہے- اگر آپ اس طرح کے تمام کیسوں میں اپیکاک دیں گے تو بعض اوقات یہ فائدہ کرے گی مگر بعض اوقات اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا- اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ ہومیو اصول غلط ہے-

اصل بات یہ ہے کہ کسی ایک علامت پر تجویز بعض اوقات ناکام ہو جاتی ہے- ہمیشہ تین ٹانگوں والا اسٹول تلاش کریں، مطلب یہ ہے کہ تجویز کے لئے تین علامات کو بنیاد بنائیں-

1

اس بات کی وضاحت کے لئے میں ایک کیس بیان کروں گی- کچھ عرصہ قبل مجھے ہنگامی طور پر بلایا گیا- بتایا گیا کہ مریض مسلسل قے کر رہا ہے- میں نصف درجن ادویہ کے ساتھ مریضہ کو دیکھنے پہنچی تو مریضہ نڈھال تھی- اسے ایک گھنٹہ سے قے جاری تھی- قے صفرا آلود تھی- معدہ کی گہرائی میں شدید درد تھا- متلی مسلسل تھی- قے آنے کے بعد بھی متلی کو افاقہ نہیں ہوتا تھا- میری موجودگی میں بھی اسے قے ہوئی مگر متلی کو فرق نہ پڑا-

اس کا چہرہ مٹیالہ اور کھنچا ہوا، نبض کمزور، اس کی فی منٹ حرکت 68 اور ٹمپریچر 96 تک نہیں پہنچتا تھا- متلی اور قے کے باوجود زبان صاف تھی حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ قے کی صورت میں زبان پر تہ جمی ہوتی ہے-

بیماری کا حملہ مشرق سے آنے والی سرد ہوا لگنے سے ہوا-

اپیکاک کی ایک خوراک دی گئی- پانچ منٹ کے اندر چہرے کا مٹیالہ پن ختم ہو گیا، چہرے پر گلابی رنگت واپس آ گئی- آنکھیں چمکنے لگیں- چہرے کے کھچاؤ میں بھی کمی ہو گئی- اس سے پہلے کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ایک ہی جملہ دہراتی رہتی تھی کہ

"میں بہت بیمار ہوں، میرا کچھ کیا جائے"

لیکن اب اس نے مسکرانا شروع کر دیا اور اخبارات میں زیر بحث معاشرتی مسائل میں دلچسپی ظاہر کرنے لگی- وہاں میری موجودگی میں ہی بیماری غائب سی ہو گئی-

تین گھنٹے بعد میں نے فون پر معلوم کیا تو بتایا گیا کہ مریضہ آرام سے سوئی ہوئی ہے اور قے ختم ہو چکی ہے- مریضہ ہر چار گھنٹے بعد اپیکاک لیتی رہی- بارہ گھنٹے تک یہ دوائی لی گئی- قے یا متلی دوبارہ نہ ہوئی- پہلی ہی خوراک سے ختم ہو گئی-

وہ علامات جن پر میں نے اپیکاک تجویز کی' یہ تھیں-

صاف زبان،

شدید متلی،

قے کے بعد بھی متلی کا جاری رہنا،

کمزوری-

ایلوپیتھی میں کیا ہوتا ہے، وہ ایسے مریض کو بسمتھ اور سوڈا بائی کارب مکسچر دیتے ہیں- ساتھ ہی درد کی کمی کے لئے ایسڈ سائٹیکم دیا جاتا ہے- میں نے جب پریکٹس شروع کی تو بسمتھ سے کبھی فائدہ ہوتے نہیں دیکھا تھا- کم از کم اس طرح کا افاقہ تو کبھی سنا بھی نہیں تھا- یہ فائدہ اپیکاک کی 3x طاقت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے- میرے پاس صرف 1m طاقت موجود تھی- ہانی من خود بھی اونچی طاقت کو ترجیح دیتے تھے-

دراصل توانائی یافتہ دواؤں کی تیاری میں ریاضیاتی کلیوں کا لحاظ رکھ کر دوائی مقدار کو جتنا کم کیا جاتا ہے اس کی شفائیہ طاقت اتنی ہی زیادہ ہو جاتی ہے- تقلیل کا یہ عمل اس طرح ہے کہ 1:100 کی نسبت سے دوا اور بدرقہ کو ملایا جاتا ہے- اگر دوا ٹھوس ہو تو بدرقہ پاؤڈر کی شکل میں ہوگا اور اسے ایک متعینہ وقت تک کھرل کیا جائے گا، اور اگر دوا مائع ہوگی تو بدرقہ رکٹی فائیڈ ٹنکچر یا کشید شدہ پانی ہوگا- ان کو ملا کر جھٹکے دئے جائیں گے- اس طرح پہلی طاقت تیار ہوگی- اسے 1c کہا جاتا ہے- وجہ یہ ہے کہ رومن میں سو کے ہندسے کو c کے حرف سے لکھا جاتا ہے-

اس طرح تیار ہونے والی پہلی طاقت کا ایک قطرہ لے کر 99 قطرے بدرقہ میں ملا کر جھٹکے دینے سے دو طاقت تیار ہو جائے گی- اس طریقہ سے تیس یا اس سے اونچی طاقتیں تیار کی جاتی ہیں-

بعد میں دواؤں کی تیاری کے لئے 1:10 کے تناسب کو اختیار کیا جانے لگا- اس طاقت کو x کے حرف سے ظاہر کیا جاتا ہے- رومن میں ایکس دراصل دس کے ہندسے کی نشان دہی کرتا ہے-

مبتدیوں کو علاج میں چھوٹی طاقتوں کا استعمال ہی کرنا چاہیے- اونچی طاقتوں کا استعمال ماہر اور تجربہ کار معالجوں کے لئے خاص رہنا چاہیے-

2

ایک خاتون نے تین بار عشائیہ کھایا- نصف گھنٹہ بعد ہلکی چائنہ چائے لی- تین گھنٹے بعد اس کے پیٹ میں کافی زیادہ سختی ہوگئی- پیٹ بھرا بھرا محسوس ہوا، ہوا رک گئی، ریح کسی طرح خارج نہیں ہوتی تھی- معدہ میں بوجھ، متلی اور قے، قولنجی درد بھی ساتھ، پاخانے بدبودار- پاخانے کے بعد بھی فراغت کے بجائے پاخانے کے لئے دباؤ محسوس ہوتا، سردی، کپکپاہٹ اور بے چینی-

نکس وامیکا کی ایک خوراک سے بیماری کا تمام طوفان فرو ہوگیا- زرد و سفید رنگ کے دست، جن سے جگر کی خرابی ظاہر ہوتی تھی، ٹھیک ہو گئے- پیٹ ہلکا ہو گیا اور مریضہ فوراً ہی سو گئی- بدہضمی دس منٹ میں ختم ہوگئی-

مزید کسی دوائی کی ضرورت نہ ہوئی- ایک ہی خوراک کافی رہی-

ان دونوں کیسوں میں مطلوبہ دوا بیماری کے حملہ کی روک تھام میں موثر رہی-

پہلے کیس میں سردی سے ہاضمہ کی خرابی کے لئے اپیکاک نے کام کیا اور دوسرے کیس میں بسیار خوری سے پیدا ہونے والی بدہضمی نکس وامیکا سے صحیح ہوئی اور مرض کی شدت رک گئی-

آیئے دیکھیں کہ جب اس طرح کی حاد تکالیف کئی روز جاری رہی ہوں تو کیا پھر بھی ہومیوپیتھی کام کرتی ہے-

3

ایک لڑکا، چھ سال سے کچھ بڑا، میرے پاس جنوری ۱۹۳۸ء میں لایا گیا- اسے دس روز سے اسہال تھے- یہ تکلیف سردی لگنے سے شروع ہوئی- اس دوران اسے شدید قسم کا یرقان ہوگیا- آنکھیں زرد، چہرہ زرد، آنکھوں کے گرد گھیرے بنے ہوئے، پاخانے سفید، پیشاب گاڑھا اور رنگین کر دینے والا، اور اس سے واضح تھا کہ صفرا زیادہ آ رہا ہے- وہ گرم مشروب کے لئے بہت پیاس محسوس کرتا تھا- زبان پر موٹی سفید تہ جمی ہوئی، کھانے کے بعد تکلیف میں شدت ہو جاتی، پیٹ میں درد خاص طور پر جگر اور پتے کے علاقہ میں، دباؤ سے درد میں افاقہ، سانس لینے سے چیرنے اور چبھنے والے درد-

علامات سے برائیونیا بہت واضح تھی- چنانچہ برائیونیا-30 دی گئی- یہ دوائی دن میں تین بار لینے کے لئے کہا گیا- اسے چکنائی سے آزاد غذا پر لگایا گیا- خشک توس، مکھن کے بغیر، دودھ چکنائی کے بغیر پانی ملا کر، جو کا پانی- میں نے اسے تین دن بعد دیکھا، پاخانے اسی روز رک گئے،

چوبیس گھنٹے بعد پاخانے معمول کی بھوری رنگت کے تھے- دیکھنے پر آنکھوں کی رنگت صاف تھی- یرقان کے تمام آثار ختم ہو گئے- پیشاب صاف اور عام رنگ کا، ایسڈ پر ردعمل ظاہر کرتا- اس طرح پیشاب دونوں طرح صاف ہو گیا-

ہومیو اصولوں اور مطلوبہ دوا نے ایک بار پھر تیزی سے کام کیا- اگرچہ بچہ دس روز سے بیمار تھا- آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیماری اپنا کام پورا کر کے ختم ہو گئی- ممکن ہے کہ اس بات میں کچھ حقیقت ہو مگر سوال یہ ہے کہ دس دن سے بچے کی حالت خراب سے خراب ہو رہی تھی- جونہی برائیونیا دی گئی تو یرقان اور سال ہا سال کی تمام علامات چند گھنٹوں میں ختم ہو گئیں- علاج کی تکمیل میں صرف دو دن لگے- تھوکنے سے بارش نہیں ہو سکتی- مگر ہومیو علاج سے ایک کے بعد دوسرے کیس میں مریض کو صحت ہو رہی ہے- شرط یہ ہے کہ دوا صحیح ہو، علامات کے مطابق ہو، دوا سے پیدا کردہ علامات سے عین مشابہہ- اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاج کے اصول درست ہیں اور شفا محض حادثہ کے طور پر ظہور پذیر نہیں ہوتی- بلکہ دوا کی وجہ سے ہوتی ہے-

میرا ذہن کئی عشرے پیچھے چلا گیا-

4

یرقان کا ایک اور کیس یاد آ رہا ہے-

میرا ایک دوست، نیا نیا ڈاکٹر بنا تھا- وہ ایک فزیشن کے ساتھ ہاؤس سرجن تھا- میں نے اسی ہسپتال میں اپنی تربیت مکمل کی تھی- اس زمانہ میں میں ابھی طالب علم تھی- یقیناً ایسے ڈاکٹر کو اپنے پرفیسر فزیشن کے بہترین مشورہ کی سہولت حاصل تھی- اسے کیلومیل اور اپسم سالٹ دیا گیا اور چکنائی سے پاک غذا کے لئے پابند کیا گیا- میں اسی گھر میں مقیم تھی جس میں وہ ڈاکٹر تھا- میں نے اس کی قابل رحم حالت کو بغور مشاہدہ کیا-

بظاہر اسے سردی لگ رہی تھی- وہ ہر وقت آگ کے سامنے بیٹھا نظر آتا- مطالعہ کا بہت عادی تھا اور کھیل یا ورزش سے بالکل ناواقف- ان باتوں کو میں نے خاص طور پر نوٹ کیا- آج میں سمجھتی ہوں کہ اس کی کیا دوا ہو سکتی تھی- اسے نکس وامیکا کے ذریعے تین دن کے اندر اندر شفا دی جا سکتی تھی-

اس نوجوان ڈاکٹر کو بہترین علمی اور سائنسی معاونت اور علاج کے لئے تمام احتیاطوں کی پابندی کے بعد بھی شفا میں تین ہفتے لگے- بیماری کے اس حملے سے اس کی تعلیم رک گئی- چودہ قیمتی دن ضائع ہوئے- میں طالب علم ہوتے ہوئے بھی ان تمام باتوں کو محسوس کر رہی تھی-

5

چند سال بعد تعلیم سے فارغ ہوئی تو مجھے ایسے ہی ایک کیس سے واسطہ پڑا-

مریض درمیانی عمر کا تھا- وہ فری میسنز تھا- اس وجہ سے اسے طویل وعظوں اور ان کے بعد ہونے والے کھانوں میں شریک ہونا پڑتا تھا- ہر کھانے کے بعد اگلے روز ہی وہ میرے پاس یرقان کے ابتدائی حملہ کے ساتھ آتا- اس کی کیفیت یہ ہوتی-

زرد آنکھیں، میلی جلد، تہ دار میلی زبان، صبح کے وقت تکلیف میں شدت، پھاڑنے والی سر درد، ایسے محسوس ہوتا کہ سینے میں پتھر ہو، مزاجاً غلیظ، اس کی بیوی اور ملازمین بیماری کے دنوں میں اس سے دہشت زدہ رہتے- وہ پرتکلف غذا ہضم نہیں کر سکتا تھا- اسی طرح اس کا جگر شراب اور الکحل کا متحمل نہیں تھا-

نکس وامیکا-30 دن میں تین چار بار-

یہ دوا اسے چوبیس گھنٹے میں درست کر دیتی-

مگر میں اسے عشائیوں میں موجود کھانوں میں شرکت سے باز رہنے پر آمادہ نہ کر سکی- وہ ہمیشہ کہتا کہ میرے کھانے پینے سے آپ کو نقصان تو کوئی نہیں بلکہ فائدہ ہی ہے- بیمار ہوتا ہوں تو آپ کے پاس ہی آتا ہوں- آپ کی دوا بھی بہت جلد شفا دے دیتی ہے- اس کی بیوی بھی نکس وامیکا کے لئے بہت معترف تھی- اس سے اس کی زود رنج طبیعت بھی جگر کی تکلیف کے ساتھ ساتھ درست ہو جاتی-

نکس وامیکا کا مریض خوش خوراک ہوتا ہے- وہ مزیدار غذا کو پسند کرتا ہے مگر وہ زیادہ کھا نہیں سکتا- اس کا ہضم آسانی سے خراب ہو جاتا ہے- یہ خرابی اس کی مرغوب غذا سے فوراً ہی شروع ہو جاتی ہے- اس کی بیماری کا سبب اس کی مرغوب اور لذیذ غذا ہوتی ہے-

اس کے برعکس برائیونیا کا مریض اچھے کھانوں کا شوقین نہیں ہوتا- اسے جو کچھ مل جائے کھا لیتا ہے- وہ لذت سے آشنا نہیں ہوتا- اسے کھانے کی مقدار سے دلچسپی ہوتی ہے- وہ پیٹو ہے- زیادہ کھانے سے بیمار ہو جاتا ہے-

برائیونیا اور نکس دونوں کے مریض ناراضگی کے جذبے کے بعد یرقان کا شکار ہوتے ہیں-

نکس کا مریض جس شخص سے ناراض ہو جائے اسے چاقو گھونپ دینا چاہتا ہے- وہ صبح کے وقت بہت برہم ہوتا ہے- ایسے شخص کو صبح کے وقت کبھی نہ چھیڑیں-

اس کے بالکل الٹ برائیونیا کا مریض شام کے وقت بیزار ہوتا ہے-

برائیونیا کا مریض اپنے معدے اور جگر کی خرابی کی وجہ سے بہت پیاس محسوس کرتا ہے- نکس وامیکا کا مریض پیاس محسوس نہیں کرتا- نکس وامیکا کا مریض حرکت اور معمولی دباؤ سے تکلیف

میں شدت محسوس کرتا ہے- وہ بار بار پاخانے جاتا ہے- اس کے باوجود وہ فراغت محسوس نہیں کرتا- پاخانے کے لئے دباؤ رہتا ہے-

اس طرح آپ مریض میں انفرادیت قائم کر سکتے ہیں- اس طرح حاد تکلیف تیزی سے مختصر ہو جائے گی- شرط صرف یہ ہے کہ دوا صحیح ہو-

یرقان کی ایک روزمرہ کی دوا چیلیڈونیم ہے-

اس پودے کو نباتات کے لوگ خوب جانتے ہیں- سینکڑوں سال سے یہ پودا یرقان کے علاج میں مستعمل ہے- کہا جاتا ہے کہ چیلیڈونیم کے پودے کا جوس صفرا سے مشابہہ ہے- اس بنا پر اس نے یرقان کے علاج میں راہنمائی کی- بظاہر یہ مادی مقدار میں عضویاتی دوا ہے اور جگر کی بعض سوزشوں میں بہت مفید دوا ہے-

ہومیو طریقوں کے مطابق صحت مند افراد پر یہ دوا بہت سی جگری علامات پیدا کرتی ہے- یہ دوا بنیادی طور پر جگر ہی کو متاثر کرتی ہے- لہذا جگر کی بیماریوں میں یہ موثر دوا ہے-

مجھے ایک نوجوان یاد ہے- وہ ترکھان تھا- اسے نامعلوم وجوہ سے یرقان ہو گیا- اسے دائیں کندھے کے بلیڈ اور جوڑ کے کونے میں مسلسل درد کی شکایت رہتی- وہ اپنے بستر میں کہنیوں کے بل جھک کر بیٹھا ہوا تھا- وہ حرکت کرنے میں تکلیف محسوس کرتا، اس وجہ سے ہل نہیں سکتا تھا کیونکہ اپنی پوزیشن بدلنے کی کوشش پر چیرنے والے درد محسوس ہوتے- رینگتی ہوئی سردی،، قے اور متلی، گرم مشروب کے سوا کوئی چیز معدہ میں نہیں ٹھہر سکتی تھی- اسہال نے اس کے منہ، میں دم کر رکھا تھا- پاخانے چمکدار زرد تھے- حقیقت میں ہر چیز زرد تھی- زبان پر موٹی تہ جمی ہوئی تھی، جس کے کناروں پر پتلے پتلے سرخ حاشیے تھے- اس کی جلد، آنکھیں زرد تھیں- اس کا عام مزاج اور ظاہری شکل وصورت یرقان زدہ تھی- چیلیڈونیم کی دو تین خوراکوں سے چھتیس گھنٹوں میں اس کی تکلیف ختم ہو گئی- اس کی قے رک گئی اور وہ تین دن کے اندر اپنے کام پر واپس آ گیا-

بیمار میں پہلی علامت اس کی بیوی نے نوٹ کی- علامت یہ تھی کہ وہ پنیر کو ناپسند کرنے لگا، حالانکہ پنیر اس کو بہت مرغوب تھا- اس کا شام کا کھانا اس سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا تھا- اس چھوٹی سی غیر معمولی بات کو ایلوپیتھی میں کوئی اہمیت نہیں مگر ہومیوپیتھی میں پنیر سے ناپسندیدگی کے ساتھ دوسری علامات مل کر چیلیڈونیم کی نشان دہی کرتی ہیں اور اس نے بیماری کی کیفیت کو درست کر دیا-

صفرائی کیفیات کے لئے بہت سی دوسری ادویات بھی ہیں- ان صفحات میں بار بار کہا جا چکا ہے کہ بیماریوں کے ناموں اور تشخیص کی اہمیت ثانوی ہے- مریض کو دیکھیں، اس کے مزاج

اور معمولات میں آنے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کریں۔ قے کو گرم مشروب سے افاقہ، دائیں کندھے کے بلیڈ کے کونے میں درد، درد سامنے سے پیچھے کی طرف (جگر کے علاقے میں) جائے۔ علامات کے اس مجموعے پر چیلیڈونیم یقینی دوا ہے۔

برائیونیا کی علامات ذرا مختلف ہیں۔ اسی طرح نکس وامیکا اور لائکوپوڈیم بھی مختلف ہیں۔ علامات کا صحیح مجموعہ مرتب کر کے صحیح دوا تلاش کریں، آپ اس طرح تیزی سے علاج کر سکیں گے۔

بیلا ڈونا، پتے کے قولنج کے مریض کا علاج کر سکتا ہے۔

بیلا ڈونا کے مریض کی تصویر اس طرح ہوگی۔

حساس، چھونے کو برداشت نہیں کر سکتا، بستر ناگوار، درد سے چیختا ہے، چہرہ سرخ اور گرم، ایسے مریض کو بیلا ڈونا چند منٹوں میں آرام دے دے گا۔

یرقان کے لئے بہت سی دوائیں ہیں۔

حاد کیفیات کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ معالج دواؤں کی عام علامات کو یاد رکھے تاکہ ان میں فرق و امتیاز کیا جا سکے۔ چائنا کے یرقان کو نیٹرم سلف اور مرکیورس سے ممتاز کر سکے۔ اس کے لئے وسیع مطالعہ بہت ضروری ہے۔

مفید کتب کا ذکر،

ایلن کی میٹیریا میڈیکا، نیش، کی لیڈرز، ٹائلر کی ڈرگ پکچرز، بہت قابل قدر ہیں۔ یہ مبتدیوں کے مطالعہ کے لئے بہت اہم ہیں۔

تقابل اور امتیاز کے لئے ان کا مطالعہ بہت معاون ہے۔ اگر آپ نے عام استعمال کی ادویہ میں سے بعض کو دوست بنا لیا تو آپ کو علاج کرنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔

حاد امراض اگرچہ اپنی معیاد پوری کر کے خود بخود درست ہونے کا رجحان رکھتی ہیں مگر مطلوبہ ہومیو دوا سے قانون بالمثل کے تحت تحریک پا کر چند گھنٹوں میں غائب ہو جاتی ہیں۔

(VIII)

بیرونی وارڈ کے دو مریض

ہسپتال کا بیرونی حصہ مریضوں سے بھرا ہوا ہے، کان میں پڑی ہوئی آواز سنائی نہیں دیتی، وہ ڈاکٹر کی گھنٹی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے آپس میں اپنی اپنی تکالیف کے تذکرے چھیڑے ہوئے تھے ،اس محفل میں جتنی بھیانک تفصیلات بیان ہورہی ہیں اتنا ہی رنگ محفل نکھرتا جارہا ہے۔دوپہر کے بعد آؤٹ ڈور میں ڈاکٹر کا کام بے حد پر مشقت ہوتا ہے۔ہر مریض کو داخل ہوتے ہی جلدی سے فارغ کر کے اگلے مریض کو بلوانا' مریض کے سراپا کا جائزہ لے کر تشخیص اور پھر دواؤں کے ایک پہاڑے نامے سے تجویز اور اگر بہت ضروری ہو۔تو مزید تحقیق و جستجو کے لئے نام کا اندراج جو کہ آخر کار آپریشن کے مشورے پر ختم ہو جاتا ہے۔

یہ صورت حال ہومیو معالج کے لئے اور بھی مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ یہاں دواؤں کا اس طرح کا اسٹاک ہے اور نہ ہی دواؤں کا پہاڑا نامہ یہاں ہر مریض کو انفرادی توجہ کی ضرورت ہے۔اس طرح مطلوبہ دوا تلاش کرنا پڑتی ہے۔ڈاکٹر کا حافظہ بہت تیز ہونا چاہیئے، میٹیر یا میڈیکا اور ریپرٹری کی بہت بڑی بڑی کتب موجود ہیں۔مگر آپ انتظار گاہ میں مریضوں کے ہجوم کے پیش نظر کتب سے زیادہ مدد نہیں لے سکتے۔

آپ آؤٹ ڈور وارڈ میں کوئی کرشماتی علاج نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ وقت بہت کم ہوتا ہے۔لیکن اس کے باوجود اپنی وارڈ میں شفاء کے شاندار کارنامے انجام دیے جانے کا موقع ہے۔ خاص طور پر ان مریضوں کو جو مہینوں بلکہ سال ہا سال میں ان وارڈز میں زیر علاج رہ کر بھی مستقل شفاء سے محروم ہیں۔اس کی دو مثالیں پیش کرنا چاہتی ہوں۔

اس طرح کا پہلا مریض ایک 55 سالہ خاتون تھی۔وہ ایک سٹور پر ملازمہ تھی۔ بدقسمتی سے اسے ماہواری نے بیمار کر رکھا ہے۔پینل ڈاکٹروں کے علاج اور ہسپتال کی بار بار کی وزٹ کے باوجود اس کی تکلیف میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اگر چہ اس نے کام جاری رکھنے کی سخت کوشش کی۔ لیکن کام کے دوران وہ نڈھال ہو کر گر جاتی ۔بالآخر اسے انشورنس کی مختصر سی رقم پر گزارا کرنا پڑا، مگر یہ بہت مشکل تھا۔البتہ دوستوں کے ساتھ رہنے کی سہولت حاصل نہ ہوتی تو وہ زیادہ مشکلات کا شکار ہوتی۔ایک اور مہربان خاتون کی مدد سے بھی اسکی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا۔

اس طویل پتلی دبلی، تیکھے نقوش کی حامل، گالوں کی رنگت گلابی' فیصلہ کی صلاحیت سے

محروم بولنے، میں سست، اجنبی سے گفتگو کرے تو بھڑک اٹھتی، خاص طور پر ڈاکٹر کے ساتھ وہ بہت ہی برہم ہوتی۔ وہ فوراً کہتی کہ وہ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتی، ان میں سے بہت سوں کو وہ دیکھ چکی تھی۔ وہ نصف میل تک بمشکل ہی چل سکتی تھی، یہ فاصلہ اس کی رہائش اور ڈسپنسری کا ہے پیدل چلنے سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی - اسے طے کرنے میں راستے میں کئی بار بیٹھ کر سستانا پڑتا، چلنے سے اس کی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی، یہی دھڑکن اس کے لئے بڑا مسئلہ تھا۔ یہ کسی طرح کی محنت سے شروع ہو جاتی اور گھنٹوں جاری رہتی۔ دوسری تکلیف اس کا گرمی سے حساس ہونا تھا - وہ کمرے میں آگ کا سامنا برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے اس کا پورا جسم گرم ہو جاتا اور وہ پریشان ہو جاتی وہ اپنے بستر پر گرم کپڑے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کو ڈبل بیڈ صرف اس لئے چھوڑنا پڑا کہ اس کا زندگی کا ساتھی گرم اور بھاری بھرکم کپڑے اوڑھنے کا عادی تھا۔ وہ لحاف کمبل اوڑھتا جب کہ یہ بالکل ہلکی پھلکی چادر اور کمبل اوڑھ سکتی - وہ تنگ لباس بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ایسا لباس جس سے اس کی کمر اور گردن گرفت میں آتے، بالکل نا قابل برداشت تھا۔

مریضہ کی رنگت نیلگوں، ہونٹ اور رخسار یرقانی کیفیت کے مظہر، چہرے پر پسینہ جو چھونے میں گرم لگتا، ہاتھ گرم اور گیلے، بڑھانے پر لرزتے، نبض کی رفتار 110-120 تھی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی رہتیں، تھائی رائیڈ گلینڈ درمیان سے بڑھا ہوا اس سے جو کچھ بھی چباتی وہ صاف نظر آتا۔

ان علامات سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا دل بالکل ٹھیک تھا مگر اس کے خون میں تھائی رائیڈ گلینڈ زیادہ گردش کر رہا تھا - اس طرح خون کے دوران میں خلل آتا۔ گرمی اور پسینہ پیدا ہوتا۔

وہ لیکسز کی نمائندہ مریضہ تھی۔ اسے لیکسز 30 پہلی وزٹ پر دی گئی۔ اسے پندرہ روز کے بعد دیکھا جاتا - پہلی وزٹ کے اٹھارہ ماہ بعد وہ پیدل چل سکتی ہے۔ دل کی دھڑکن چلتے ہوئے پریشان نہیں کرتی - وہ پرسکون طور پر سوتی ہے، رات کے دوران شاید ہی کبھی تکلیف سے بیدار ہوئی ہو۔ دن کے وقت بھی دل کی دھڑکن کبھی پریشانی کا باعث نہیں ہوئی - نبض کی رفتار نیچے آ کر 60-70 ہو گئی ہے۔ اسے گرمی محسوس نہیں ہوتی، ہاتھ ٹھنڈے ہیں۔ ان میں نہ تو پسینہ آتا ہے اور نہ ہی وہ لرزتے ہیں۔ تھائی رائیڈ گلینڈ بھی نظر نہیں آتے، البتہ ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا ہے یا یہ جلد ہی پیدا ہو گا وہ اب اتنی بہتر ہو گئی اور اس کا ذہن انتہائی استوار ہو گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کے لئے کام پر واپسی کی کیا صورت ہو گی؟ وہ چھ سال سے بے کار ہے اب اس کی عمر بھی ایسی ہے کہ اسے نیا کام نہیں مل سکتا۔ اس کی پرانی ملازمت ختم ہو چکی ہے۔ انشورنس کی رقم بھی جلد ہی بند ہو جائے گی۔ انشورنس کے ڈاکٹروں نے اس کی صحت یابی مان لی تو یہ رقم بند ہو جانی یقینی ہے۔ خوش

قسمتی سے انتظامی مشینری آہستہ چلتی ہے۔اس کی پینشن کا کیس کافی مضبوط ہے وہ گھر کے اندر اپنا کام کاج بخوبی کر سکتی ہے مگر یہ روز کام پر جانے کے دباؤ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

میرے دیکھنے سے سات سال پہلے سے بیمار تھی۔اسے بہت سے ڈاکٹروں اور سرجنوں نے دیکھا ہے۔انہوں نے اس کی خراب حالت کے پیش نظر تھائی رائیڈ گلینڈ کاٹنے کا مشورہ نہیں دیا۔اس کی زندگی اس کے لئے عذاب بنا دی گئی۔وہ کام کرنا چاہتی تھی۔مگر اس کے معروضی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔وہ بے کار تھی اسے چالیس سال کی عمر میں کچرے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔پہلی بار شکایت کے موقع پر اگر مطلوبہ دوائی دی جاتی تو اسے طویل عرصہ تک کام سے معذور رہنے کا موقع ہی نہ آتا۔اور اب تک معاشرے کے لئے مفید کارکن بن کر رہتی اس جیسے کتنے معذور ہیں؟ شاید سینکڑوں اور ہزاروں۔

ایک کیس جس سے مطلوبہ ہومیو دوا کی تاثیر واضح ہوتی ہے۔

یہ کیس بھی ایک خاتون کا ہے۔جو چالیس سال کے لگ بھگ ہے اسے دمہ کی شکایت ہے۔کئی سال پہلے اسے ہومیو علاج سے دمہ اور دل کے عارضہ سے نجات مل گئی اور اب وہ تین سال سے ہر تکلیف سے نجات پا گئی۔

جنوری 38ء میں اسے سانس کی نالیوں کی سوزش، دق اور دمہ کی شکایت ہوئی۔اس کے پینل ڈاکٹروں نے علاج کیا۔وہ علاج کے لئے باقاعدگی سے اسے دیکھتے رہے۔وہ اتنی بیمار ہو گئی کہ باہر ہی نہیں جا سکتی تھی۔وہ مہینوں بستر میں محدود رہی۔بیماری کے پانچ ماہ بعد دیکھی گئی تو سانس کی نالیوں کی سوزش پہلے دن کی طرح موجود تھی۔دمہ، گہرے سانس لینے پر سینے کا درد بھی قائم تھا وہ دوبارہ رینگنے پر مجبور ہو گئی۔اس کی چھاتی، اور سانس کی نالیاں سوزشی آوازوں سے بھری ہوئی تھی۔اس کی سانس چھوٹی اور پر تکلیف تھی۔وہ نیلے یرقان کی شدید کیفیت میں مبتلا تھی۔اس کا سانس پھولا ہوا، اس کی گردن کے عضلات دمہ کی وجہ سے متشنج تھے۔میں نے اسے نرمی کے ساتھ جلد نہ آنے پر تنبیہ کی تو اس نے کہا کہ اس کا سالوں پرانا دمہ اور دل کا عارضہ درست ہو گیا تھا۔اس بارے میں ابتدائی تشخیص ہسپتال والوں نے کی اس نے بتایا کہ واپس آنا اسے اس لئے پسند نہ تھا کہ اسے دیر ہو چکی تھی۔

میں نے دیکھا کہ اسے رات کے وقت دمہ زیادہ تکلیف دیتا ہے۔نصف رات کے بعد بے چینی اور موت کا خوف گرفت میں لے لیتا ہے، گرمی محسوس کرتی ہے۔وہ گرم پانی پینا پسند کرتی ہے۔آرسینک اس کی دوا ہے۔آرسینک 30 ایک خوراک رات سونے سے پہلے تجویز کر دی گئی۔اسے اگلے ہفتے آنے کے لئے کہا گیا۔مگر وہ ایک مہینے تک نہ آئی۔دوا لینے کے تقریباً فوراً بعد ہی

دمہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ بہت اچھا محسوس کر رہی تھی۔ وہ عمر کے لحاظ سے جوان نظر آنے لگی۔ اس کی شکل وصورت گلابی، سانس پرسکون، دمہ کی کوئی علامت ہی نہ تھی۔ اور نہ ہی سانس کی نالیوں کی سوزش اور سینے کی علامات میں سے کوئی موجود تھی۔

اس نے بتایا کہ میٹھی گولیاں لینے کے بعد وہ اتنی اچھی ہوگئی تھی کہ ہفتے بعد آنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ اس روز بھی وہ اتفاق سے دیگر کام کی وجہ سے آ گئی۔

وہ پانچ مہینوں سے دمہ کا شکار تھی۔ سانس کی نالیوں کی سوزش دل، سینے کی شدید علامات آرسینک کی چند خوراکوں سے درست ہوگئی، وجہ یہ تھی کہ وہ دوا علامات کے مطابق، مطلوبہ دوا تھی۔ اس سے مہینوں کی تکلیف فوراً ہی ختم ہوگئی۔ ہومیو پیتھی بہت عظیم ہے۔ یہ پرانے امراض میں بہت معاون ومددگار ہے۔

یہ دو کیس ایک دن کے ہیں اس طرح کے دلچسپ کیس اور بھی بہت ہیں۔ شاید میں ان کے بیان کا موقع نہ پاسکوں۔

(XI)

لیکسز مستورات کے علاج میں

ایک بہت معمر خاتون گزشتہ روز اپنے ایک ڈاکٹر میتھو ڈنکن کے بارے میں بتا رہی تھی، اپنے زمانے کی وہ ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر تھی -مستورات کے عوارض میں بیضہ دانیوں کو آپریشن کے ذریعہ نکال دینے کا رواج دینے میں اس کا کردار اولین کرداروں میں سے ہے-اٹھارویں اورانیسویں عشرے میں یہ بڑا کارنامہ خیال کیا گیا-ان کی آج کل اہمیت کم ہوگئی ہے-وجہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ بڑے آپریشن رواج پکڑ گئے ہیں-دل، پھیپھڑے، دماغ کے آپریشنوں کو اب تو نصف صدی ہوگئی ہے-

میں اس سوچ سے اتفاق نہیں کرسکتی کہ سرجری بہت ترقی کرگئی ہے-دراصل فزیشن کا فرض ہے کہ وہ مریض کو سرجن کے حوالے کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری کو پورا کرے-اسے دوائیہ علاج کے تمام امکانات آزمالینے چاہییں-ایسے حالات میں ہومیوفزیشن مریض کو آپریشن سے بچا کر دوائیہ علاج سے شفا دینے میں بہت خوشی محسوس کرتے ہیں-یقین کیجیے کہ اگر کوئی ہومیوفزیشن آپریشن کا مشورہ دیتا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپریشن ناگزیر ہے-

کئی سرجنوں کو دیکھ کر مجھے تو باغبانی کے شوقین یاد آجاتے ہیں-وہ بیج بو کر اگنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ ہر روز زمین کھود کھود کر دیکھتے رہتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے-

مجھے پورا یقین ہے کہ بہت سی نوجوان خواتین کو آپریشن کی ضرورت نہیں ہوتی-انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی صحت کی بہتری کے لئے اور غیر ضروری اذیتوں سے بچنے کے لئے ہومیو علاج بہت مفید ہے-

ا میں اس نوجوان خاتون کو کئی سال سے جانتی ہوں-وہ بچپن ہی سے بہت کمزور اور نازک تھی-شدید قبض نے اس کا جینا عذاب بنا دیا تھا-بعض اوقات پاخانے کی شدید رکاوٹ کے نتیجہ میں ہونے والے درد سے وہ بے ہوش ہوجاتی-

ماہواری کے ایام اس کے لئے بہت آزار کا باعث ہوتے، گھنٹوں تک وہ قولنجی درد میں مبتلا رہتی، وہ فرش پر لوٹ پوٹ ہوجاتی درد سے چیختی اور پکارتی، آخرکار وہ نڈھال ہوکر بیہوش ہوجاتی-

وہ انتہائی پتلی تھی، تختے کی طرح سیدھی، خواتین والی لچک کا اس میں کوئی نشان ہی نہ

تھا-اس کا رحم کام نہیں کرتا تھا، دراصل رحم پوری طرح توانا ہی نہ ہوا تھا-

آخر کار ایک سرجن نے اسے دیکھا، اس نے رحم میں رسولی تشخیص کی - جسے مناسب وقفہ اور طریقہ سے ہٹانا تھا -مگر سوال یہ تھا کہ آپریشن سے پہلے کے عرصہ میں اس کی تکلیف کا کیا کیا جائے- درد ایسا جیسے ہتھوڑے مارے جا رہے ہوں-قبض کو بھی کسی چیز سے افاقہ نہیں تھا- مسہل سے وقتی افاقہ ہوتا-ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ یہ رحم کے ہل جانے کی وجہ سے ہے-اس کے لئے انہوں نے رحمی سہارا تجویز کیا -کئی مہینے تک یہ سہارا بھی پہنایا گیا مگر اس سے بھی تکلیف میں کوئی فرق نہ پڑا- اس کے لئے ایک اور آپریشن تجویز کیا گیا - یہ رحم کا آپریشن تھا- میرا دل خون کے آنسو رونے لگا- یہ غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی تھی ، اس مرحلہ پر اس طرح کے آپریشن کے مستقبل پر کیا اثرات ہوتے- خدایان طب اس پہلو سے سوچنے کے تیار نہیں تھے-ڈاکٹر کیوں سوچیں یہ پہلو تو والدین کے سوچنے کا ہے- آخر کار اس کی والدہ نے پوچھا کہ آیا ہومیوپیتھی اس کے لئے کچھ کر سکتی ہے- مزید آپریشن سے نجات ہو جائے اور ہر ماہ اس پر ٹوٹنے والے درد کا عذاب ٹل جائے-

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہومیو علاج خواتین کا دوست ہے-اور شفا کا وعدہ کیا- میں نے مریضہ کو دیکھا تو رحم اپنے مقام سے گھوما ہوا تھا' تھوڑا سا ورم زدہ' اپنی جگہ سے ہٹا ہوا' اس کی بائیں جانب دکھتی ہوئی -اس وقت تک رسولی دوبارہ نہیں ہوئی تھی-

وہ بہت پتلی' 98 پونڈ وزن اس وجہ سے میں نے اسے بتایا کہ اسے اپنا وزن بڑھانا ہے- سیر ڈیڑھ سیر دودھ روزانہ مکھن' انڈے' سلاد' کچے پھل اور چھان کی وافر مقدار اور جو کا دلیا استعمال کرنے کی ہدائت کی گئی- چھان اور جو قبض دور کرنے کے لئے-

قبض کے علاوہ دوسری تکلیف جس کو قابو کرنا ضروری تھا وہ ماہواری سے پہلے اور اس کے ابتدائی ایام میں درد تھی -تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خون کا بہاؤ بافراط تھا' سیاہ رنگ کے لوتھڑے ، جس وقت یہ لوتھڑے نکلنے بند ہو جاتے تو درد بھی بند ہو جاتا -ماہواری کے چار پانچ دن پہلے درد شروع ہوتا - سات آٹھ روز کا عرصہ ہر ماہ شدید تکلیف کا باعث تھا -جس کے بعد وہ بالکل ٹھیک رہتی -وہ گرمی اور گرم موسم کو بھی شدت سے محسوس کرتی گرمیوں میں اس کے لئے چلنا پھرنا بے حد مشکل ہو جاتا

ماہواری سے پہلے شدید سر درد' ماہواری شروع ہونے پر افاقہ-

اس نے اپنے حالات بیان کرنا شروع کیے تو دوا میرے ذہن میں صاف ہونے لگی- بائیں جانب کی تکالیف گہرے رنگ کے لوتھڑے' حیض کے بافراط بہنے سے تکالیف میں کمی'

گرمی سے حساس، میں نے لیکسز 30 دی۔

چھ ماہ تک مریضہ نظر تو نہ آئی مگر پتہ چلتا رہا کہ اس کی عام حالت بہت بہتر ہے۔ تبدیل شدہ غذا نے قبض کو جلد ہی دور کر دیا۔ قبض کشاء ادویات کی ضرورت نہ رہی۔ وہ اس سے پہلے لیکوائڈ پیرافین اور اس کے مرکبات سیروں کے حساب سے لے چکی تھی، مگر فائدہ تبدیل شدہ غذا سے ہوا۔ پاخانہ بغیر دوائی سے آسانی سے آنے لگا۔ وہ اس پر بہت خوش اور ممنون تھی۔ گندم کے چھان میں غیر مصفا چینی اور لیموں کے جوس سے وہ بہت آسانی سے انتڑیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں کامیاب ہوئی۔

اسے ماہواری کے زمانے کے دردوں کے بند ہونے سے مکمل مایوسی تھی مگر یہ دردیں دور ہوئیں اور لوتھڑے نکلنے بھی بند ہو گئے، وہ بالکل نارمل ہو گئی۔ اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔ اسے پہلے پسینہ بھی بہت آتا تھا، جو کہ بے حد بدبودار تھا۔ اس بارے میں بہت حساس تھی۔ یہ کیفیت بھی ختم ہو گئی۔ وہ سب سے زیادہ خوش اس بات پر تھی کہ پسینہ نارمل ہوا اور اس کی بدبو ختم ہو گئی۔ پہلی وزٹ کے چھ ماہ بعد دوبارہ دیکھا تو وہ چودہ پونڈ وزن حاصل کر چکی تھی۔ رحم واپس اپنی جگہ پر سیٹ تھا اور اس کی جانب میں دکھن اور گلٹی ختم ہو چکی تھی۔

چند مہینے تک اسے لیکسز 30 لینا پڑی۔ اس کے بعد درد یا دیگر کسی علامت کے دوبارہ ظاہر ہونے پر وہ یہی دوا منگوا لیتی تھی۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تیز ہو چکی تھی۔ اس کی چھاتی میں بھی بڑھوتری شروع ہو گئی۔ اس طرح مردوں کی اس میں کشش نظر آنے لگی۔ اب وہ خوش و خرم تھی۔ ہمہ وقتی تکلیف میں مبتلا رہنے اور ہر وقت ہمدردی اور توجہ کا مطالبہ کرنے کے بجائے اب وہ اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاتی۔

اس نے پھل، چھان، چھان والی روٹی اور سبزیوں کو عقیدہ کے طور پر اختیار کر لیا۔ اس نے دودھ اور پنیر کی وافر مقدار کی بھی عادت بنالی۔ اس سے وہ کافی پرکشش ہو گئی اور اب وہ زندگی کا لطف محسوس کرنے لگی۔ لیکسز کی 30 طاقت کے بعد 1M اور 10M دی گئی۔ علامات کا تسلسل باقی رہا اس لئے دوا کو تبدیل کرنے کے بجائے اس کی طاقتوں کے ترتیبی استعمال سے علاج مکمل کیا گیا۔

وہ طویل وقفوں کے بعد دوا لے کر چلی جاتی۔ ہر بار اس کی ذہنی وہ جسمانی کیفیت پہلے سے بہتر ہوئی۔

کئی سال سے اسے دوروں سے نجات مل چکی تھی، قبض کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب آپریشن کا سوال باقی نہیں رہا۔ رحمی رسولی دوبارہ نہ ہوئی۔ سرجن نے آپریشن کے بعد بتایا کہ

اس نے معمولی سی رسولی چھوڑ دی ہے- اسے نکالنے کے لئے رحم کے دونوں حصے کاٹنے پڑتے- اس نے یہ بھی کہا کہ یہ رسولی بعد میں بڑی ہو کر تکلیف کا باعث ہو گی- اس بات کو دس سال گزر گئے ہیں، میرے خیال میں وہ کئی سال سے بالکل نارمل ہے ماہواری کی تکالیف سے اسے مکمل نجات مل گئی ہے-

لیکسز جنوبی امریکہ کے سانپ کے زہر سے تیار کی جاتی ہے- اس کی خوراکوں میں تین سے چھ ماہ کا وقفہ لازم ہے اور 30 طاقت سے کم طاقت میں استعمال نہیں کرنا چاہیے-

لیکسز رحم سے سیلان خون اور رسولیوں کی مستقل دوائی ہے- دوسری دواؤں کی بھی ضرورت ہو سکتی ہے مگر مجموعی علامات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے- اس میں مریض کی انفرادیت کو پوری اہمیت دینا چاہیے-

رحم سے سیلان خون لڑکیوں کے لئے بہت المناک مرض ہے- اس کے باجود یہ مرض آسانی سے قابل علاج ہے- رحم کو سہارا دینے، مارفیا اور دوسری درد کش ادویات کی ضرورت نہیں- آج کل بعض ڈاکٹر غدودی علاج تجویز کرتے ہیں مگر یہ ہمیشہ کامیاب نہیں رہتا- لیکن علاج بالمثل کے اصول کے مطابق منتخب کی گئی دوا یقیناً ہر لحاظ سے بہترین علاج ہے- اس سے تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اہم اعضا کو جزوی یا کلی طور پر کاٹنے سے بھی نجات ہو جاتی ہے-

(X)

سرجری سے پہلے ایک بار ہومیو علاج کا سوچ لیں

کئی سال پہلے جب میں ابھی ہاؤس سرجن تھی۔ بہت سے لوگ آپریشن سے بچنے کے لئے علاج کی غرض سے آتے۔ طب اور سائنس کے میدان میں سال ہا سال کی ترقی کا تقاضا یہ تھا کہ آپریشن کی ضرورت میں کمی ہوتی، مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو سرجن کے نشتر سے بچ جاتے ہوں۔ زیادہ تر لوگ دوائیہ علاج کو دھتکار کر سرجن کے میز پر چلے جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر معالج آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں۔ کم وبیش سرجن نے فزیشن کی جگہ لے لی ہے اور فزیشن نے اپنا کردار کھو دیا ہے۔

ہومیو فزیشن بعض کیسوں میں نشتر کی ضرورت سے انکار نہیں کرتے مگر آپریشن سے پہلے علاج کے ہر دوسرے امکان کو آزما لینا چاہیئے۔ بہرحال میں نے بے شمار مریضوں کو آپریشن سے بچایا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی صحت بھی شاندار ہو گئی۔

۲۵ مئی ۱۹۳۸ء کو ایک خاتون میرے پاس آئی۔ وہ چالیس کے پیٹے میں تھی۔ رحمی رسولی کی وجہ سے جریان خون کی دیرینہ مریض تھی۔ وہ تین ہفتوں سے ہسپتال میں تھی۔ اس کے آپریشن کا فیصلہ ہو چکا تھا، البتہ کمزوری کی وجہ سے آپریشن فی الحال موخر کر دیا گیا۔ اسے ٹانک دے کر آپریشن کے قابل بنایا جا رہا تھا۔ دو مہینے بعد اس کے رحم کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا۔ وہ بہت زرد تھی۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کا رنگ ڈھل چکا تھا۔ میں نے دیکھا تو اس کا رحم بڑھا ہوا اور وزنی تھا اور چھوٹی سی رسولی رحم کی گردن کے ساتھ موجود تھی۔

میں نے اسے فریکسی نس امیریکانہ ایک مہینہ کیلئے تجویز کی۔ عضویاتی دوائی کے طور پر ڈاکٹر برنٹ کی یہ پسندیدہ دوائی ہے۔ خون مسلسل رستا رہا۔ پھر اچانک وہ بے ہوش ہو گئی۔ خون سرخ اور چمک دار تھا۔ میں نے اسے اپیکاک-30 دی۔ فوری تکلیف درست ہو گئی۔ مگر خون کا رسنا جاری رہا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا، شدید سر درد رہتا، وہ بہت باتونی تھی۔ میں اسے چرب زبانی کے بغیر مطمئن نہیں کر سکتی تھی۔ اب خون کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ لیکیسز کا مرحلہ ہے۔ دو ہفتے بعد وہ معمولی بہتری کے ساتھ آئی۔ فریکسی نس امریکانہ دوبارہ تجویز کی۔ یہ دن میں تین بار پانی میں ملا کر لینا تھی۔ یہ رحم کی اینٹھن اور بوجھل پن کے لئے دی گئی۔ افسوس دو ہفتے بعد جریان خون بہت شدید ہو گیا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ ایسی خراب حالت کبھی پہلے نہ تھی۔ وہ خون

سے خالی ہو گئی- اس کے ہونٹ سفید ہو گئے- نڈھال دس دن سے وہ تیزی سے بگاڑ کی طرف جا
رہی تھی- اسے چائنا-1m دی گئی- بارہ خوراکیں تین خوراکیں دن میں- اسے بتایا گیا کہ خون بند
ہونے پر دوا بند کر دینا ہے- اگر خون جاری رہتا تو اسے ایک خط کے ساتھ ہومیو ہسپتال بھیج دیا جاتا
تاکہ مزید علاج اور آپریشن کیا جاسکے- یہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۸ء کی بات ہے- میرے پاس آئے ہوئے
اسے دو ماہ ہو چکے تھے- میری رخصت قریب تھی- میں اگست میں اس کی نگہداشت نہیں کر سکتی تھی-
اس وجہ سے مجھے بہت پریشانی تھی- وجہ یہ تھی کہ مجھے یقین تھا کہ میری واپسی سے پہلے پہلے اس کا
رحم نکال دیا جائے گا- میں نے اسے ستمبر میں دوبارہ دیکھا- وہ ایک تر و تازہ شخصیت کے طور پر
مسکراتے ہوئے میرے سامنے تھی- اس نے بتایا کہ اسے ہسپتال جانے کی ضرورت ہی نہ پڑی-
خون بارہ گھنٹے کے اندر بند ہو گیا- دوبارہ اس کی شکایت نہ ہوئی- صرف دو خوراکیں لینا پڑیں-

چائنا -1M کی دو خوراکوں نے خون بند کر دیا جس نے اسے کم از کم تین ماہ سے
پریشان کر رکھا تھا- میں نے اس کا دوبارہ معائنہ کیا- رحم سائز میں نارمل تھا- رسولی ختم ہو گئی تھی- وہ
دوبارہ تندرست ہو گئی- میں اسے باقاعدہ وقفوں سے دیکھتی رہی- وہ ٹھیک رہی- باقاعدہ ماہواری
شروع ہو گئی- یہ سلسلہ تین چار ماہ تک جاری رہا- وہ ہر لحاظ سے نارمل تھی- اسے چائنا کی مزید
ضرورت نہیں تھی- خون دوبارہ شروع ہوا اور نہ ہی رحم کی رسولی دوبارہ پیدا ہوئی-

اس نے مجھے بتایا کہ اچھی صحت کے پیش نظر ہر کوئی اس کی طرف حیرانی سے دیکھتا ہے-
اس نے بیماری کی حالت سے تقابل کرتے ہوئے کہا کہ

"جب میں پہلے بار یہاں آئی تھی تو نیم مردہ حالت میں تھی- اب میں نوجوانوں کے
ساتھ مقابلے پر کام کر سکتی ہوں بلکہ دوڑ بھی سکتی ہوں- تھکاوٹ کا کوئی اندیشہ بھی نہیں"-

وہ ایک نازک آپریشن سے بچ گئی- وہ زندگی کا لطف اٹھا رہی تھی اور ہومیو علاج کی
مشکور ہے-

ایلوپیتھی میں رحم سے خون بہنے کا کوئی علاج نہیں- زیادہ سے زیادہ ارگوٹ کی بڑی
مقدار دی جاسکتی ہے- یہ شفا نہیں دیتی، عارضی فائدہ ہو سکتا ہے- آخر کار درمیانی عمر کے مریضوں کا
رحم خارج کر دیا جاتا ہے- ریڈیم کے ذریعے مصنوعی حیض جاری کیا جاتا ہے- ہومیو علاج اس سے
کہیں بہتر کام کر سکتا ہے- ہمارے پاس بہت سی دوائیں ہیں- صحیح دوا منتخب کر لیں، بھاری بھرکم رحم
اور رسولی بالکل ٹھیک ہو جائے گا-

بدقسمتی یہ ہے کہ بعض ڈاکٹر یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اس طرح کے گائنی کیسوں میں
دوائیہ علاج کسی درجہ میں کارگر ہو سکتا ہے-

میں آپ کو ایک مثال دوں گی۔

ایک لڑکی میرے پاس جولائی ۱۹۳۷ء میں بھیجی گئی۔ ریشہ دار رسولی تشخیص کی گئی۔ یہ لڑکی نفسیاتی معالج کے زیر علاج تھی۔ اس نے آپریشن کو مضر قرار دیا۔ اس طرح ہمیں علاج کا موقعہ ملا۔

میں نے دیکھا کہ رحم بڑھا ہوا، اس کی اندرونی دیوار کے ساتھ ریشہ دار رسولی سنگترے کے برابر۔ میں نے اسے علاج کا یقین دلایا بشرطیکہ وہ باقاعدہ آتی رہے۔

وہ ہر مہینے آتی رہی، وہ ہر بار ذہنی تضادات کے ساتھ آئی۔ میں نے اس کی جسمانی علامات پر اپنے آپ کو مرکوز کئے رکھا۔ یہ خود پسند خاتون، اس کی تفصیلات دوا کی تجویز میں کچھ اہم نہیں تھیں۔ اس کیس میں ذہنی علامات ثانوی حیثیت رکھتی تھیں، مگر رحم سب سے اہم تھا۔ بعد کے حالات نے میرے اندازے کو درست ثابت کر دیا۔ جونہی اس کی رحم کی حالت بہتر ہوئی اس کی ذہنی حالت بھی بہتر ہو گئی۔

زیادہ تر اسے پر درد ماہواری کی شکایت تھی۔ اسے یہ تکلیف تیرہ سال کی عمر سے تھی۔ اب اس کی عمر ۳۵ سال تھی۔ ماہواری بہت بے قاعدہ تھی۔ پانچ سے چودہ ہفتوں تک کے وقفوں سے آتی۔ اسے اس کی آمد کا علم بھی نہ ہوتا۔ اکثر بار وہ کئی کئی ہفتے فارغ رہتی۔ بعض اوقات تین ماہ بعد، بعض اوقات دو ماہ اور بعض دفعہ پانچ ہفتوں بعد۔ حیض فراواں ہوتا وہ پندرہ سے پچیس تولیے استعمال کرتی۔ یہ پانچ دن جاری رہتا۔ نیچے کی طرف دباؤ محسوس ہوتا۔ سردی بہت لگتی۔ اسے ٹھنڈے پسینے آتے، ساتھ درد بھی ہوتی۔ درد کے لئے vaanin لینا پڑتی۔ ایک موقعہ پر دھڑکن کے حملہ کے دوران اس کا معائنہ کیا۔ نبض ۱۴۱۔۔۱۵۰ تھی، وہ اتنی کمزور تھی کہ اسے کام پر جانا مشکل ہو جاتا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ گھر پر رہتی۔ غریب بدقسمت لڑکی بچپن سے پولیو زدہ تھی۔ اس کی بائیں ٹانگ چھوٹی ہونے کی وجہ سے چلنے میں دقت محسوس کرتی۔

جولائی سے دردیں شدید تھیں مگر کالوسنتھ سے افاقہ ہوا۔ مختلف قسم کے خوف، بلندی کا خوف، گلیوں میں چلنے کا خوف، رحم کافی چھوٹا، ارجنٹم نائٹریکم-30۔

۳۸-۲-۱

رحم نارمل، رسولی ختم ہو گئی۔ بہت سی اعصابی علامات دروازے کی دہلیز پر اضطراب تکلیف سے پہلے دھڑکن۔ کاسٹیکم-6 دن میں تین بار۔ یہ دوائی پولیو کی پرانی ہسٹری پر دی گئی۔

۳۸-۴-۲۶

حیض باقاعدہ جوڑوں، گھٹنوں اور بازوؤں کے جوڑوں میں درد، سرد اور خشک موسم میں

تکلیف میں شدت جسم میں سے زہریلے مادوں کی صفائی کا عمل شروع ہو چکا ہے- جیسا کہ عضلاتی دردوں سے ظاہر ہوتا ہے- اعصابی علاماتؔ اور مختلف نوعیت کے خوف کی علامات بہتر ہوئیں- دل کی دھڑکن کی تیزیؔ اب اتنا پریشان نہیں کرتی- وہ اتنی بہتر ہوگئی ہے کہ کام پر جانے کا سوچنے لگی- رحم کا سائز نارمل ہے- رسولی بھی دوبارہ ظاہر نہیں ہوئی- فریکسی نس امریکانہ صبح و شام پانچ پانچ قطرے وراٹرم ایلبم-6 چار چار گھنٹے بعد- ستمبر ۳۸ء (پانچ ماہ) تک مریضہ کا کوئی پتہ نہ چلا-

وہ اتنا بہتر محسوس کر رہی تھی کہ اس کے نفسیاتی معالج نے اسے کام کی تلاش کا مشورہ دے کر پینل ڈاکٹر کے پاس فٹنس سٹرفکیٹ کے حصول کے لئے بھیج دیا-

وہ پینل ڈاکٹر کے پاس گئی تو وہ نفسیاتی معالج کے پاس جانے کی وجہ سے برہم ہوا- اس نے کہا کہ خاتون معالج الجھاؤ پیدا کر دیتی ہیں- اس نے رحم کا معائنہ کیا تو حیران ہوا- اس نے ماضی میں رسولی کی موجودگی پر یقین کرنے سے انکار کر دیا- وہ مقامی ہسپتال میں سرجن تھا- وہ یہ ماننا ہی نہیں تھا کہ ریشہ دار رسولی بغیر جراحت کے محض دواؤں سے درست ہوسکتی ہے- مریضہ نے اسے یقین دلایا کہ ایک خاتون سرجن نے ریشہ دار رسولی کی تشخیص کی تھی اور ایک ہومیوفزیشن نے باقاعدہ اس کی تصدیق کی اور اس کے دوائیہ علاج سے اسے درست کرنے کا دعوی کیا اور اگر اب یہ رسولی موجود نہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دواؤں سے یہ ختم ہوگئی ہے- سرجن نے مذاق اڑایا اور خاتون مریضہ کو پریشان کیا، مگر مریضہ اپنے یقین پر قائم رہی- مریضہ پر یہ تمام کیفیات گزریں، وہ کیسے یقین نہ کرتی- ہومیوپیتھی نے شفا کا وعدہ کیا تھا تو اسے پورا کر دکھایا-

ستمبر ۳۸ء میں مریضہ کو پھر دیکھا- رحم نارمل اور رسولی کا کوئی نشان نہیں تھا-

مگر وہ ابھی مختلف قسم کے خوف میں مبتلا تھی- تیز روشنی کا خوف، غلطی کا خوف، جھاڑ جھپاڑ کا خوف- ان علامات کے لئے اسے سٹرامونیم-200 دی گئی- اور اس کے بعد مجھے صرف اتنا ہی پتہ چلا کہ وہ پہلے سے زیادہ پراعتماد ہوگئی، وہ اعصابی تکالیف کا کم ہی شکار ہوتی تھی-

ہومیو نقطہ نظر سے یہ ایک انتہائی شان دار کیس ہے- ایک معروف گائنی سرجن نے تشخیص کی اور شفا کے بعد ایک سرجن نے رسولی ختم ہونے کی تصدیق کی-

ہومیو علاج آپریشن سے بچا سکتا ہے- یہاں تک کہ رسولی بھی ختم کر سکتا ہے- شرط صرف یہ ہے کہ دوا صحیح دی جائے- اس بارے میں مجھے مزید قائل کرنے کی ضرورت نہیں- عام لوگ اور عام ڈاکٹر حقائق نہ مانیں میرا کام علاج کرنا ہے قائل کرنا نہیں-

اس لڑکی کا تین سال نفسیاتی علاج ہوا اور اسے کوئی فرق نہیں تھا- اس کی اعصابی کیفیت، دل کی تیز دھڑکن بے خوابی، کام کرنے سے معذوری، ہومیوپیتھی علاج تک برقرار رہی-

نو ماہ کے ہومیو علاج سے اعصاب صحت مند اور توانا ہو گئے۔

ہومیو علاج کو وقت چاہیے۔ ہومیو علاج نے بیمار جسم اور بیمار ذہن کا علاج کیا۔ یقیناً ہومیو علاج فرد کا علاج کرتا ہے نہ کہ مرض کا۔ وہ مریض کا چارج لیتا ہے اور اس کی مجموعی کیفیات کو سامنے رکھ کر بیمار شخصیت کی جگہ صحت مند و توانا شخصیت تعمیر کرتا ہے۔

آپریشن کے کیسوں میں کامیاب دوائیہ علاج

معالج کا پہلا فرض مریض کو شفا دینا ہے۔ پانچویں صدی میں معالجوں سے حلف لیا جاتا تھا کہ وہ جسم کو کاٹنے سے باز رہیں گے اور دوائیہ علاج کرنے والوں کے لئے راہ چھوڑ دیں گے۔ افسوس یہ ہے کہ سرجنوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ فزیشنوں کو فراموش کر دیا جاتا ہے حالانکہ فزیشن نشتر کے بغیر مریض کو شفا دیتے ہیں۔ کئی سال پہلے یہ تاثر عام تھا کہ ہومیو معالج کبھی آپریشن نہیں کریں گے۔

مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ یہ صورت باقی نہیں رہی۔ اب ہومیو ہسپتالوں میں بہت سے آپریشن کئے جاتے ہیں جن کا علاج بہر صورت دواؤں سے ہو سکتا ہے۔ اجرائے خون مقعد کے پھوڑے اور اس طرح کے دیگر امراض میں مطلوبہ دواؤں سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ پرانی ہومیو کتب میں ایسے علاج کی بے شمار مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

جب میں ہاؤس سرجن تھی، تو بواسیر کے لئے ہومیو ہسپتالوں میں بھی آپریشن اتنا ہی عام تھا جتنا کہ ایلو پیتھک ہسپتالوں میں تھا۔ میرے لئے یہ بات حوصلہ شکنی کا باعث تھی۔ مجھے ایک کیس یاد ہے جس میں نشتر کے بغیر بہترین علاج ہوا۔ ایسے کیسوں میں سے ایک پانچویں مہرے کے عصب کی خرابی کا تھا۔ اس سے چہرہ متعلق ہے۔ اس طرح اس عصب کے تحت آنے والے عصبات میں شدید درد ہوتا۔ اس درد پر کسی طرح بھی قابو نہ پایا جا سکا۔ اس مرض میں خاتون مریضہ کا دو سال تک مختلف ذہنی و اعصابی ہسپتالوں میں علاج ہوتا رہا۔ وہ اسے درد کش دوائیں دیتے رہے۔ بہت سی مرہمیں، مینتھول اور کیمفر وغیرہ اس کے چہرے پر لگائی گئیں۔ عصب میں الکحل کے ٹیکے بھی لگائے گئے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس بیماری کا واحد علاج یہ تھا کہ کھوپڑی کو کھولنے کے بعد پانچویں عصب کو نکال کر مرمت کیا جائے۔ یہ آپریشن بہت خطرناک اور طویل ہے۔ وہ آپریشن سے خوف زدہ تھی۔ اس نے ہومیو علاج کا سن رکھا تھا، چنانچہ وہ میرے پاس اس امکان کے تحت آئی کہ شائد وہ آپریشن سے بچائی جا سکے اور اسے تکلیف سے بھی نجات ہو جائے۔ وہ بہت ہی صابر خاتون تھی، بہت کم شکوہ کرتی۔ وہ درد سے تنگ آ کر دن رات بیٹھی رہتی، اپنے آپ

کو دباتی رہتی، چہرہ کو پکڑے رکھتی، درد بہت شدید ہوتا مگر وہ آہستہ آہستہ کراہتی۔ اسے میگنشیا فاس اور سپائی جیلیا جیسی اعصابی دوائیں دی گئیں، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرا خیال ہے کہ درجن بھر دوائیں آزمائی گئیں مگر وہ کونے میں بیٹھے ہوئے تکلیف، صبر و ہمت سے برداشت کرتی رہی۔ مریضہ کی حالت واقعی بڑی قابل رحم تھی۔ اس مرحلہ میں مریضہ کو سرجن کے سپرد کرنے سے پہلے ڈاکٹر کینٹ کے ایک تازہ شاگرد کو موقع دیا گیا۔

انہوں نے ایک گھنٹہ علامات جمع کرنے اور ایک گھنٹہ دوا کی تلاش میں لگایا۔ سلفر کی ایک خوراک صبح کے وقت دی گئی۔ شام کو معمول کے وزٹ پر خاتون کونے میں بیٹھی نظر نہ آئی۔ پوچھا گیا کہ وہ چلی گئی یا اچانک انتقال کر گئی یا اس کا حوصلہ جواب دے گیا، مگر مریضہ خاموشی سے میٹھی گہری نیند سو رہی تھی۔ اگلی صبح نوجوان فزیشن نے سب سے پہلے اس مریضہ کو دیکھا، خاتون نے بتایا کہ اسے مہینوں بعد درد سے نجات ملی ہے۔ وہ بہت خوش تھی افاقہ اچانک اور خلاف توقع تھا۔ وہ ہسپتال میں مزید ایک ہفتہ تک رہی، اس دوران اسے درد نہ ہوا۔ ہسپتال سے فراغت کے بعد مہینوں تک اس کا ہسپتال سے رابطہ رہا۔ اسے درد سے مستقل نجات ملی رہی۔

بعض اوقات ہومیوپیتھی معجزانہ اثر دکھاتی ہے لیکن یہ موقع اس وقت آتا ہے جب مریض علامات کے بیان میں واضح ہو اور معالج صحیح دوا تلاش کر لے۔ بہت سے کیسوں میں شفا کافی سست ہوتی ہے اور مریض حوصلہ اور اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ خاص طور پر جب دوست اور عزیز علاج چھوڑ کر سرجری پر زور دیتے رہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مریض کا حوصلہ اور اعتماد قائم رکھا جائے۔

اس طرح کا ایک کیس مجھے یاد ہے۔

ایک خاتون چالیس کے لگ بھگ تھی۔ درمیانی عصب کی خرابی کا شکار تھی۔ اس سے اس کا دایاں ہاتھ متاثر تھا۔ اسے پہلی بار دسمبر 35 میں دیکھا گیا۔ مریضہ کی ہسٹری یہ تھی کہ وہ بھاری فرنیچر منتقل کر رہی تھی، اس دوران اس کی کلائی پر چوٹ آ گئی۔ کلائی سوج گئی، دائیں بازو میں مسلسل درد رہتا۔ یہ درد اسے رات بھر جگائے رکھتا، اس طرح دس مہینے گزر گئے۔ وہ اپنے بازوؤں کو بستر سے باہر رکھتی۔ جس سے اسے افاقہ ہوتا۔ وہ ایسے محسوس کرتی جیسے کلائی پھٹ جائے گی۔ اس کی انگلیاں سن تھیں۔ اور سخت رہتیں۔

کلائی کے درمیانی عصب پر چوٹ لگی تھی، بے حسی اور درد کی وجہ یہ چوٹ تھی۔ اس کے ڈاکٹر نے مریضہ کو سرجن کے پاس مشورہ کے لئے بھیج دیا۔ سرجن نے آپریشن کر کے کندھے کے قریب سے عصب کو تقسیم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے پھر بھی افاقہ کا یقین نہ دلایا۔ اس کے

علاوہ آپریشن کے بعد دوسرے اعصاب مطابقت پیدا کرنے میں کم از کم چھ ماہ لے لیتے۔ سوال یہ تھا کہ وہ اس عرصہ میں کیا کرے گی؟ اس طرح وہ دوائیہ علاج آزمانے پر مجبور ہوگئی۔ میں نے اسے لیڈم 30 کی خوراکیں بار بار لینے کے لئے کہا۔

26 جنوری 1936ء کو دوبارہ دیکھا گیا۔ اس دوران دو ہفتے تک آرام کے لئے ساحل سمندر پر چلی گئی تھی۔ دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی بے حس تھی، کلائی کے عضلات سامنے سے سخت تھے۔ درمیانی عصبہ دبا ہوا تھا۔ کسی دوست کے مشورہ سے اس نے ایک اور سرجن کو دکھایا۔ اس نے بھی آپریشن ہی کو واحد علاج بتایا لیکن مریضہ نے اس مشورے کو بھی ایک طرف رکھ کر علاج جاری رکھا۔ یہ عقلمند خاتون تھی۔

لیڈم 30 ہر رات۔

4 فروری 1936ء۔

انگلیوں کی بے حسی بدستور، گرمی اور حرکت سے شدت، بستر میں شدت، دائیں کلائی کی سوجن کم ہوگئی۔ الٹراوائیلٹ ریز، اور انفرا لائیٹ سے علاج کیا گیا۔ جس سے معمولی فائدہ ہوا۔

6 جون 1936ء۔

ہاتھ اور انگلیوں کی بے حسی بدستور، خاص طور پر درمیانی انگلی بہت بے حس تھی، صبح اٹھتے ہوئے دائیں ہاتھ میں کھچاؤ اور دکھن۔ کسی چیز کو پکڑنے یا اٹھانے سے بھی یہ ہی کیفیت ہوتی۔ ہتھیلی اور انگلیوں کی درمیانی جگہیں اتنی سخت اور سوجی ہوئی تھیں کہ ان کو کھولنے کے لئے کافی زور لگانا پڑتا۔ صورت حال خراب سے خراب ہو رہی تھی۔ تکلیف قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ شاید اس کی وجہ نفسیاتی کیفیت تھی۔ یہ بات اہم تھی کہ مریضہ باتونی تھی، گرمی کو بہت محسوس کرتی۔ اس کے ہاتھوں کی اینٹھن اور دکھن رات کے وقت زیادہ شدت اختیار کر جاتی۔ صبح کے وقت بھی کیفیت یہ ہی ہوتی۔ البتہ دن بڑھنے کے ساتھ ساتھ افاقہ شروع ہو جاتا۔ علامات کا تقاضا لیکسز تھا، لیکسز 30 دی گئی۔

18 ستمبر 1936ء گزشتہ ہفتہ تک بہت بہتر لیکسز 30۔

13 نومبر 1936ء رات کے وقت ہاتھ اور بازوؤں کی سختی میں شدت، بستر میں شدت، نیند کے بعد درد میں زیادتی، درد بازوؤں سے اوپر جاتی ہے، کاٹنے والی دردیں بے حسی کے ساتھ، مقامی علامات لیکیسز اور رسٹاکس کی ہیں مگر مزاجی علامات رسٹاکس کے مقابلے پر لیکسز کے زیادہ قریب ہیں۔ جیسے باتونی پن، گرمی محسوس کرنا رات کے وقت شدت، چہرہ کا گرم اور سرخ ہونا۔ لیکسز ایک بار پھر۔

15 فروری 1937ء تیسری انگلی صبح بیداری کے وقت سن، صبح کے وقت شدت، حرکت

پر درد میں افاقہ، لیٹنے پر درد میں شدت، حرکت شروع کرتے ہوئے شدت، یہ ہی کیفیت بائیں ہاتھ اور انگلیوں کی تھی۔ تکلیف دائیں سے بائیں اور دوسری علامات کا مطلب لائیکو پوڈیم۔ یہ لیکسر کی معاون ہے لائیکو پوڈیم -30 دی گئی۔ انگلیوں میں تشنج ختم ہو گیا، کلائی کی سوجن بہت پہلے ختم ہو چکی تھی ہتھیلی کا بھاری پن بھی ختم۔

یکم اپریل 1937، ہاتھ اور انگلیوں میں زیادہ دیر بیٹھنے کے بعد سختی، انگلیوں کو ہلانے سے افاقہ، رسٹاکس 30 دی گئی تین بار ہر چیز صاف ہو گئی۔ اس طرح کیس کا علاج مکمل ہو گیا۔ اب وہ بالکل مختلف حالت میں تھی۔ علاج میں تقریباً 15 ماہ صرف ہوئے۔ عصبی تکلیف مزاجی دوا شروع کرانے سے بہتر ہونے لگی۔ عام مریض کے لئے یہ بات مشکل ہے کہ وہ فوری نوعیت کی علامات کی موجودگی میں ان کو نظر انداز کر کے حقیقی علامات بیان کرے۔ جونہی کسی شخص کی خاص علامات ظاہر ہو جائیں اور صحیح مزاجی دوا تلاش کر لی جائے۔ تمام مقامی علامات مریض کی حالت بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

خاتون ایک خطرناک آپریشن سے بچائی گئی۔ آپریشن کے نتائج انتہائی پیچیدہ صورت میں سامنے آتے۔ بیمار عصبہ کئی ماہ تک بلکہ شاید عمر بھر کے لئے مفلوج ہو جاتا۔ اب اس کا ہاتھ بالکل صحت مند ہے بیماری کی کوئی علامت نہیں۔

علاج کی تکمیل کے لئے لیکسر کے بعد اسکی معاون دوائی لائیکو کا استعمال ضروری تھا۔ مریضہ بے حد ممنون ہے، آپریشن سے بچنا اس کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے۔ وہ علاج کے دوران اپنے پیشہ وارانہ فرائض ادا کرتی رہی۔ آپریشن کی صورت میں اس کا کوئی امکان نہ تھا بلکہ آپریشن کا مطلب تو مہینوں تک بے روزگاری، اضافی علاج معالجہ، جس میں بجلی، الٹراوائیلٹ ریز اور مساج وغیرہ اختیار کرنا پڑتا۔ دوستوں کے مشوروں کے خلاف دوائیہ علاج جاری رکھنا بہت مشکل بات ہے۔ سرکاری اور خیراتی اداروں کی جانب سے آپریشن کے اخراجات ادا کرنے کی پیشکش موجود رہتی ہے مگر وہ دوائیہ علاج کے اخراجات ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

اس طرح کا مجھے ایک اور کیس یاد ہے۔ اس میں بھی مریض ایک لرزا دینے والے آپریشن سے بچا۔ پانچ چھ سال پہلے کی بات ہے۔ خواتین میں ہتھیلی سکڑنے کا مرض بہت کم ہے، مگر چالیس سالہ یہ خاتون اپنے خاوند کی معاونت کرتی تھی۔ وہ پرچم سازی کا کام کرتا تھا۔ 1914-18 جب اس کا خاوند محاذ پر تھا۔ عملاً اس خاتون کو تمام کاروبار خود انجام دینا پڑ رہا تھا۔ رسیاں بنانے کے کام سے اس کی انگلیوں پر دباؤ پڑا، وہ اب انگلیاں سیدھی نہیں کر سکتی تھی۔ درمیانی انگلی بہت سخت ہو گئی تھی۔ شہادت کی انگلی کی کیفیت بھی اسی طرح کی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں کے

علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اس نے مجھے بھی یہ کیفیت بتائی مگر کسی امید کے ساتھ نہیں۔

اس کا جسم موٹا، قد چھوٹا، رخسار انتہائی رنگین ،جلد کھردری ،موٹی ، میلی اور ڈھیلی ، گرمی بہت محسوس کرتی، سر کی چوٹی پر درد دن کے گیارہ بجے پیٹ میں ڈوبنے کا احساس ،تمام علامات سلفر کی ہیں۔ میں نے سلفر-6 سی- یہ دن میں تین بار لینا تھی- یہ دوائی کم وبیش نو ماہ استعمال کرائی گئی- نتیجہ غیر متوقع تھا، اس کی انگلیاں سیدھی ہو گئیں- ہتھیلی میں تناؤ ختم ہو گیا اور انگلیوں کی حرکت نارمل ہو گئی۔ اسے کہا گیا کہ وہ کسی بھی ہسپتال سے چیک کروا کے صحت یابی کی تصدیق کر سکتی ہے۔

یہ صحت یابی اسے بارہ سال کی تکلیف کے بعد حاصل ہوئی ۔افسوس یہ ہے کہ یہ خاتون شراب کی بہت دلدادہ تھی ۔اس طرح ذیابیطس میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے اندھی ہو گئی- اس طرح اسے گھر جانا پڑا۔ مجھے اس کے بارے میں آج تک بھی علم ہے کہ اس کے ہاتھ بالکل درست ہیں اور اس میں کوئی علامت دوبارہ نہ ہوئی۔

میری بے بسی یہ تھی کہ شراب نوشی سے روک نہ سکی۔ کئی بار اس کے ہمسائے اسے مدہوشی میں دیکھتے- میں اسے آپریشن سے بھی بچا سکتی تھی مگر شراب نوشی کے مضرات سے بچانا میرے بس میں نہیں تھا- بیمار کے لئے معالج کے ساتھ تعاون لازم ہے- اس کا ارادہ مستحکم ہونا چاہیے- کمزوری کو راہ نہیں دینا چاہیئے ۔بارہ سال پرانا مریض سلفر کی چند خوراکوں سے درست ہو گیا- اس طرح عصبی امراض میں بھی مبتلا خاتون لیکیسز سے شفا پا گئی- اسی قسم کے مریض اور بھی ہو سکتے ہیں جن کی دوا مختلف ہو سکتی ہے- ہومیو علاج میں امراض کے لئے کوئی مخصوص دوا نہیں- مجموعی علامات کی بنیاد پر منتخب دوا حیاتیاتی قوت کو بیدار کرتی ہے جس کے بعد مرض کی کیفیت مزاجی علاج کے نتیجہ میں خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

(XI)

چھاتی کی رسولی

کینسر کے بارے میں عشروں سے جاری پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے کہ عورت چھاتی کی گلٹی سے ہمیشہ پریشان ہو جاتی ہے- کاش لوگ دوبارہ اس بات کو محسوس کریں کہ گلٹی کا دواؤں سے علاج ممکن ہے -اس کے علاوہ یہ بات بھی اہم ہے کہ ہر گلٹی کا آپریشن ضروری نہیں ہوتا-عام معمول یہ ہے کہ جب بھی کوئی مریض گلٹی کے ساتھ ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس آتا ہے تو اسے آپریشن کا مشورہ دیا جاتا ہے- یہ دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ یہ گلٹی کینسر کی تھی بھی یا نہیں- گلٹی کو دیکھتے ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ کینسر کی شکل اختیار کر سکتی ہے، لہٰذا آپریشن کروا لیا جائے، اگر آپریشن نہ کرایا گیا تو خوف ناک نتائج بھی پیشگی طور پر بیان کر دیئے جاتے ہیں- اس طرح مریض کو ذہنی طور پر آپریشن پر مجبور کیا جاتا ہے-

میں اس طرح کی ایک مریضہ کو کئی مہینوں سے دیکھ رہی ہوں- میرا اپنا یقین یہ ہے کہ وہ شفایاب ہو چکی ہے مگر اسے آپریشن کے لئے تیار کیا جاتا ہے-

یہ مریضہ میرے پاس اکتوبر ۱۹۳۷ء میں آئی- دو ماہ پہلے اس کی دائیں چھاتی پر ٹینس بال لگا تھا- چوٹ کے بعد اگست کے آخر پر وہ مقامی ڈاکٹر کے پاس گئی- اس نے چوٹ کی زیادہ پرواہ نہ کی- جسم پر چوٹ کا کوئی خاص نشان بھی نہیں تھا- دو ہفتے بعد چھاتی پر نپل کے اوپر سنگترے کے برابر سوجن نمایاں ہو گئی- پوری چھاتی کا رنگ بے حد خراب ہو گیا- ارغوانی رنگ اور نپل سکڑا ہوا- مریضہ کی ہسٹری میں غدود بڑھنے کے کوئی آثار نہ تھے- اسے آرنیکا-30 دی گئی- صبح شام-

۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء

سوجن کچھ کم، نرم اور رنگ بھی ہلکا- آرنیکا بدستور-

۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

سوجن بہت دکھتی ہے- بیلیس پیرینس-30 ہر شام ایک خوراک-

۲۵ نومبر ۱۹۳۷ء

دکھن ختم، رنگت صاف ہو گئی، مگر سائز میں فرق نہیں ہوا-

۹ دسمبر ۱۹۳۷ء

سوجن نرم، سائز میں کچھ کمی، بہت حساس، شدید جلن تھی۔ سلفر 30

۱۶ دسمبر ۱۹۳۷ء

چھاتی کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ بیلیس پیرینس-1

۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء

سوجن میں کافی کمی۔ بیلیس پیرینس بدستور۔

۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء

حالت خراب، دونوں ہاتھ دوپہر کے بعد بے حس ہوجاتے ہیں۔ بہت پریشان، اندرونی طور پر ہل گئی معلوم ہوتی۔ اگنیشیا صبح و شام۔

۳ فروری ۱۹۳۸ء

گلٹی کچھ نرم۔ بیلیس پیرینس۔ اصل میں شام کے وقت بیلیس دینا غلط تھا۔ شام کے وقت اعصاب پر برے اثرات ڈالتی ہے۔ رات کو پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔ برے خواب آتے ہیں۔ اگر یہ دوا صبح کے وقت دی جاتی تو اس صورت حال سے بچا جا سکتا تھا۔

۱۷ فروری ۱۹۳۸ء

غدود محسوس ہی نہیں ہوتے تھے۔ بیلیس پیرینس دوبارہ۔

۳ مارچ ۱۹۳۸ء

گلٹی اتنی سخت نہیں تھی۔ فائیٹو لیکا-30

۲۴ مارچ ۱۹۳۸ء

چھاتی میں ایک چھوٹی سی گانٹھ۔ فائیٹو لیکا-30 -ایک خوراک۔

۷-اپریل ۱۹۳۸ء

فائیٹو لیکا دوبارہ۔

۵ مئی ۱۹۳۸ء

شدید نزلہ زکام، اوپر والے ہونٹ پر داد۔ بیلیس پیری نس، دن میں تین بار۔

۹ جون ۱۹۳۸ء

شکایت کی کہ دوا لینے کے بیس منٹ بعد ماتھے میں درد۔ سر درد کی وجہ سے سو نہ سکی۔ شاید غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔ بیلیس کی مدر ٹنکچر کو بار بار نہیں دینا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر جاہر نے لکھا ہے کہ چھاتی کی گلٹیوں میں بیلیس پیرینس کی مدر ٹنکچر کی ایک خوراک دینے کے بعد انتظار سے بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس مریضہ میں دوا کے تکرار کا رد عمل دیکھ کر ڈاکٹر جاہر کی

بات کو آئندہ کے لئے میں نے پلے باندھ لیا-

۱۶جون۱۹۳۸ء

پچھلے ہفتے ماہواری، میں لوتھڑے نہیں تھے- چہرے کا رنگ کافی بہتر-

۲۳جون۱۹۳۸ء

چھاتی میں درد نہیں، اپنے بچے کے بارے میں مشوش، بہت ہسٹریائی ہے-

اگنیشیا-30

۷جولائی۱۹۳۸ء

ابھی تک اپنے پاؤں بستر میں رکھتی ہے- کچھ دنوں سے بہتر محسوس کر رہی ہے-

اگنیشیا-30 صبح وشام

۱۵ستمبر۱۹۳۸ء

اب اتنی پریشان نہیں- دائیں چھاتی میں چھوٹی سی گانٹھ- باقی ماندہ گلٹی کے لئے

سیلیکا-30

۲۲ستمبر۱۹۳۸ء

ماہواری باقاعدہ، اس دوران کوئی تکلیف نہیں، ماہواری سے قبل سر درد، پورے جسم پر خارش، بستر کے کپڑے ہلکے، بستر میں خارش گرمی کی وجہ سے نہیں تھی- اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتی- گانٹھ نمایاں ہے-

۶-اکتوبر۱۹۳۸ء

اپنے آپ کو بہتر سمجھتی ہے- سارے جسم پر پھنسیاں، خارش، کندھوں اور پشت پر کیل، گرمی محسوس کر رہی ہے-

۲۷-اکتوبر۱۹۳۸ء

دائیں چھاتی ٹھیک- دوبارہ سلفر-30

۳نومبر۱۹۳۸ء

گلا دکھتا ہے ہاتھ اور بازو پر نہ ختم ہونے والی دردیں، مسلسل درد، جسم سن، چھینکیں، اچھی خاصی بلغم، سورائی علامات- سلفر کے بعد شدت، تمام علامات دائیں جانب-

۱۰نومبر۱۹۳۸ء

ہر چیز ہموار تھی- ایک روز پر ہجوم بس میں اسے دھکا لگا اور چھاتی پر شدید چوٹ آئی اس سے دوبارہ سوجن ہوگئی- خراش، دائیں بازو کی خون کی نالیوں میں ہوا ابھرنے کا احساس

آرنیکا-30 دن میں تین بار-

۷ نومبر ۱۹۳۸ء

چھاتی میں سخت سوجن، دوبارہ ہو گئی- فائٹولیکا-30 صبح وشام-

۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء

دائیں چھاتی کی حالت بہت خراب تھی- یہ بات میرے لئے صدمہ کا باعث تھی- سوجن ہمیشہ سے زیادہ، گہرے نیلے رنگ کی، سخت، سائز میں اورنج کے برابر جلد کے ساتھ چمٹی ہوئی، سینے کے گرد گانٹھ دار غدود، بغل کا پسینہ بافراط اور بدبودار- اس نئی صورت میں پرانی تکلیف عود کر آئی- شدت پہلے سے بھی دوگنا تھی- غدود میں اس بار سوزش بھی تھی- میں سوچنے لگی کہ کیا کینسر کے خلاف ہماری تمام کاوش رائیگاں گئی- کارسی نوسینم-30 ایک خوراک-

سات ہفتے تک مریضہ نظر نہ آئی- میں اس کے بارے میں ذہنی طور پر کافی پریشان تھی، کبھی یہ سوچتی کہ شاید اس کی حالت اتنی زیادہ خراب ہو گئی ہو کہ وہ ہسپتال چلی گئی جہاں اس کی چھاتی کاٹ دی گئی ہو- انہوں نے میرے بارے میں کیا کچھ نہ کہا ہوگا- دوائیہ علاج کے بارے میں ان کے تبصرے اور میرے بارے میں ہمسائیگی میں کیا رائے بنی ہوگی- وہ ایک غریب خاتون تھی، وہ ڈسپنسری کی مریض تھی، مجھ سے متعلقہ تھی- مجھے اس معاملہ میں ہومیوپیتھی پر افسوس ہوا- میرے خیالات الجھ گئے-

۱۲ جنوری کو وہ مسکراتے ہوئے میرے سامنے تھی- میرے اندیشوں اور وسوسوں کا خاتمہ ہو گیا- وہ بالکل ٹھیک معلوم ہوتی تھی- وہ مصروف ہونے کی وجہ سے نہیں آسکی- ماہواری باقاعدہ ہر تیسرے ہفتے بعد، کسی شکایت کے بغیر، دائیں جانب چھاتی کی گلٹی عملاً ختم ہو چکی تھی- دائیں جانب بغل کے غدود برائے نام- بغل کا بستہ بہت مضبوط- اب وہ بنیان پہننے لگی تاکہ پسینہ سے بچت ہو سکے- کارسی نوسینم-30 ایک خوراک-

۱۹ جنوری ۱۹۳۹

سر کی چوٹی اور پشت پر دردیں- جھک نہیں سکتی، غنودگی بھی کافی تھی- یہ دراصل کارسی نوسینم کی تکرار بے جا تھی- اس وجہ سے شدت ہو گئی- ڈاکٹر کوچ کینسر کا ایک بڑا معالج تھا، اس کا کہنا ہے کہ چکر اور غنودگی کینسر کی ابتدائی علامت ہے- وہ اسے شروعاتی علامت کہتا ہے- اسے پیشگی علامت بھی کہا جا سکتا ہے- کیا اس کیس میں یہ علامت کی واپسی تھی جیسا کہ ہومیو اصول ہے-

۳ فروری ۱۹۳۹

بہت اچھی محسوس ہوتی ہے ماسوائے ٹانگوں میں درد کے- وہ ٹانگوں کو بوجھل محسوس کرتی، جیسے سیسہ بھر دیا ہوا- یہ کیفیت پچھلے ہفتے میں نظر آئی- دائیں پاؤں کے انگوٹھے پھٹ گئے- یہ کیفیت دسمبر جنوری میں ہوئی-

یہ تمام علامات کارسی نوسائنم کے بعد مرض کی اندرون سے بیرون کی جانب سفر کی نشاندہی کرتی تھیں- گلٹی اور غدود بھی غائب ہو گئے- مریضہ بہتر محسوس کرنے لگی- چھاتی کی گلٹی سولہ ماہ کے علاج کے بعد ختم ہوگئی- اگر اسے نومبر میں دوبارہ چوٹ نہ لگتی تو وہ قریباً صحت یاب ہو چکی تھی- اب وہ چھاتی کے بارے میں بہت محتاط ہوگئی- وہ اسے چوٹ سے محفوظ رکھنے کیلئے کوشاں رہتی-

یہ ایک کیس تھا جو میرے لئے بھی انتہائی راہنما تھا- اس میں مریض کے بدلتے حالات پر گہری نظر رکھنا پڑی- اس سے میں نے بہت سی چیزیں سیکھیں- اگر وہ اتنی غریب نہ ہوتی تو میں اسے سبزیاتی غذا پر محدود کر دیتی- گوشت اور مچھلی منع کر دیتی- مگر یہ ہدایات غریب گھرانوں میں ناممکن ہیں- اگر سبزیاتی غذا ممکن ہوتی تو یہ مریضہ بہت پہلے درست ہو جاتی-

اسے ابھی کافی نگہداشت کی ضرورت ہے- مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے گی- مجھے فکر یہ تھی کہ ہومیو علاج اس کے لیے کیا کچھ کر سکتا ہے- مزاجی امراض واضح ہونے میں طویل عرصہ لیتی ہیں- ان کے علاج میں بھی عام طور پر کافی وقت چاہیے- کئی لوگ اس طویل علاج سے تھک کر درمیان میں چھوڑ دیتے ہیں- خاص طور پر جب علاج کے دوران واضح افاقہ کے بعد شدت پیدا ہو جائے- یقیناً ایسے مریض اپنا نقصان خود کرتے ہیں- مگر ہومیو علاج کے مقاصد بھی مجروح ہوتے ہیں مگر اس کی وجہ صاف ہے- ہومیو ادویہ آہستگی سے کام کرتی ہیں- وہ حیاتیاتی قوت کو بیدار کرتی ہیں اور اس طرح جسمانی طور پر پہنچنے والے نقصان کی مرمت کرتی ہیں- یقیناً اس میں وقت لگتا ہے-

آخر آپریشن کیوں کرایا جائے جب ہومیو علاج سے مرض دور ہو سکتا ہے- یہ بہتر طور پر علاج کر سکتا ہے- آپریشن کے دوران کینسر خون کے ذریعے پورے جسم میں پھیل سکتا ہے- اگرچہ یہ ہر بار نہیں ہوتا مگر میں نے بہت سے کیس دیکھے ہیں جن میں آپریشن کے بعد مریض مر گیا- اگر کوئی مریض مکمل چھاتی اتروا کر پانچ سال زندہ رہ جاتا ہے تو اسے مکمل صحت یابی قرار دیا جاتا ہے- آنجہانی ڈاکٹر برفورڈ نے ہومیو علاج سے بہت سے کینسر کے مریضوں کو صحت یاب کیا اور وہ علاج کے بعد پانچ سال سے کہیں زیادہ زندہ رہے- ایسے کارنامے انجام دینے والے اور بھی بہت سے ہومیو معالج ہیں-

(XII)

دل کے دو کیس

اکتوبر 1935ء میں ایک بوڑھا شخص لڑکھڑاتے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہوا، اس کی حالت کے پیش نظر مجھے ڈر تھا کہ وہ کھڑے کھڑے مر جائے گا۔

اسے دیکھ کر میں نے اس کی عمر اٹھتر سال تحریر کی، لیکن اس نے اپنی عمر ساٹھ سال بتائی، یہ فرق میرے لئے حیران کن تھا- وہ نام نہاد ایلوپیتھ اور قدرتی طریقہ علاج کے معالجوں کے نرغے میں رہا۔ وہ اسے کئی سال سے ایسی غذا پر لگائے ہوئے تھے جو صرف خرگوشوں کے لئے ہو سکتی تھی۔ تمام سبز چیزیں، دھوئی ہوئی گوبھی کا پانی، سلادیں، اور اس پر مستزاد یہ کہ ضرورت سے کم- وہ ہر طرح کے اناج سے محروم کر دیا گیا تھا، اسے روٹی کی اجازت نہیں تھی۔ سبز رنگ کی چیزیں، سلاد، کبھی کبھار مچھلی، پھل اور دودھ کی معمولی مقدار، وہ ایک توانا اور پر جوش شخص تھا۔ اس کا وزن 150 تھا، قد 5فٹ 10انچ اب اسکا وزن 115 پونڈ رہ گیا تھا 35 پونڈ کمی، وہ بے حد کمزور دبلا اور لاغر نظر آتا تھا۔ وہ بمشکل ہی چل سکتا تھا، وہ لرزتے، کانپتے ہوئے اپنی جگہ کھڑا تھا- اس کا چہرہ نیل گوں، ہونٹ اور ہاتھ نیلے، جلد خشک اور ٹھنڈی، اسے پسینہ بالکل نہیں آتا تھا۔ عدم توازن کا شکار تھا۔ عضلات کا احساس ختم ہو چکا تھا۔ اس کے پاؤں سن محسوس ہوتے تھے۔ چلتے ہوئے اسے راستہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ کمرے میں فرنیچر اور باہر چلتے ہوئے چھڑی کا سہارا لینا پڑتا- اس میں گرمی کو باقاعدہ بنانے والے اعضاء بے کار ہو چکے تھے- وہ سخت سردی محسوس کرتا۔ آگ پر بیٹھے ہوئے بھی گرمی محسوس نہیں کرتا تھا- ہاتھ، پشت، ٹانگیں اور پاؤں انتہائی ٹھنڈے، اور پھٹے ہوئے- وہ خزاں میں رسنا شروع ہوتیں اور تمام سردی یہ رساؤ جاری رہتا۔ یہ کیفیت اس کے ہاتھوں، ایڑی، پاؤں اور کانوں کی بھی تھی۔ یہ خزاں کا چمکتا ہوا دن تھا، مگر اس نے اپنے اوپر لباس کی تہیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ گرم اونی پتلون، دو سویٹر، بہت بڑا اوورکوٹ، اس کے باوجود وہ سردی محسوس کرتا۔

وہ ڈوبتا ہوا محسوس کرتا تھا جیسے گر کر فرش میں ڈوب جائے گا۔ گردن میں پھڑکنے کا احساس، ٹانگوں کی طرف جانے والی گولی کی طرح کی دردیں، رات کے وقت سانس کی تنگی، بے ہضمی، منہ میں پانی آنا، اپھارا، کھانے کے بعد پیٹ میں سختی۔

ہر چیز بھول جاتا ہے- دماغ کی طرف دوران خون کمزور ہے، شدید قبض، بہت سنجیدہ، ذرا سا شور بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے خول میں بند، تنہائی پسند، رفاقت پسند نہیں کرتا اور

ہمدردی کو ناپسند کرتا ہے۔ بلڈ پریشر کم نبض ٦٠۔

میری رائے میں اس کا وزن بحال کرنا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لئے میں نے اس کی غذا پوری طرح بحال بلکہ بہتر کی۔ روزانہ تین انڈے، ایک کلو دودھ، چھان سمیت روٹی، مکھن، کریم، مچھلی ہفتے میں تین بار، پھل، چھان اور چھان والے بسکٹ، قبض کے لئے۔ لائیکو پوڈیم 6 دی گئی۔ دن میں تین بار۔

مجھے امید نہیں تھیں کہ وہ دوبارہ آئے گا اور میرا اندازہ تھا کہ وہ جلد ہی مر جائے گا۔ میں نے اسے مکمل آرام کی ہدایت کی۔ چھ ہفتے بعد وہ دوبارہ آیا، اس نے پندرہ دن تک بستر میں گذارنے کے بعد میری تجویز کردہ غذا شروع کی۔

اب وہ بالکل مختلف شخص تھا۔ ایک مہینے میں اس کا نو پونڈ وزن بڑھا۔ اب وہ مضبوط اور باہمت شخص تھا۔ بہتر طور پر چل سکتا تھا۔ اگرچہ ٹانگوں میں کمزوری باقی تھی، خون کا دوران کمزور تھا۔ میں نے اسے خشک آلو، چھان اور گرم دودھ ناشتے میں لینے کی ہدایت کی، جس سے اس کا پاخانہ بہتر اور باقاعدہ ہوا۔ دوپہر کو اچھا کھانا، پنیر، انڈے، سبزیاں، مچھلی، گوشت، چھان والے بسکٹ، کیک اور روٹی۔ اس طرح پر تکلف شام کا کھانا تجویز کیا۔ دوا کے طور پر لائیکو پوڈیم 6 صبح شام۔

جنوری 36۔

اس نے کافی بہتری کی رپورٹ دی۔ شور سے حساس، مہینے میں پانچ پونڈ وزن کا اضافہ، تین مہینے میں اضافہ، چودہ پونڈ، دوا بدستور۔

فروری ٣٦

اب لرزہ کم ہو گیا تھا۔ دوران خون بھی بہتر تھا۔ ایڑی اور بائیں کان پر خراشیں، نبض ٨٤ اور ہموار، بلڈ پریشر نارمل، دل کی دھڑکن باقاعدہ اور مضبوط لائیکو پوڈیم 30۔

مارچ ٣٦۔

روبصحت، چھ ماہ میں پندرہ پونڈ وزن کا اضافہ، بائیں ٹانگ میں جوڑوں کی درد پچھلے ہفتے اعصاب پر حملہ ہوا۔ باقی صحت بہتر۔

اپریل ٣٦۔

نیند خوب، کھانے میں لطف محسوس ہوتا ہے۔ قبض کافی بہتر، بے ہضمی ختم ہو گئی ہاتھوں میں لرزہ ختم، دوران خون بہتر، خراشیں بہتر ہو گئیں، البتہ کان پر موجود ہیں۔

اس نے بتایا کہ دو سال پہلے اس کے انگوٹھے کے ناخن اکھڑ گئے تھے اور بعد میں تمام

انگلیوں کے ناخن گر گئے - اس سال ناخن اگ آئے اور وہ نارمل تھے۔ لائیکو پوڈیم 30 بدستور۔

جون ۳۶

کئی روز سے کندھے کے جوڑوں کی درد ختم ہو گئی سختی اور جکڑن ختم ہو گئی، اعصابی حملہ بھی نہ ہو، نبض ہموار اور باقاعدہ، بلڈ پریشر ۱۳۵ وزن میں اضافہ نو ماہ میں ۲۸ پونڈ۔

۳ تمبر ۳۶

حالت اتنی اچھی نہیں - تین ہفتے پہلے ایک حملہ ہوا، انگلیاں اور انگوٹھا سخت اور بے جان ہو گئے۔ سارا دن غنودگی محسوس کرتا - وزن بدستور لائیکو پوڈیم 30۔

نومبر ۳۶

شاندار صحت، انگلیاں صاف اور ٹھیک - اب وہ لاغر نہیں۔ اس کی عمر ۶۳ سال تھی اچھی زندگی کے بہت سے سال اس نے ابھی گزارنے ہیں۔

اچھی اور معقول خوراک اور مطلوبہ دوا سے لاغر شخص ڈوبتے ہوئے دل، کمزور دوران خون، لو بلڈ پریشر، غرض تمام عوارض ختم ہو گئے اور مریض صحت و توانائی کی نعمت سے مالا مال ہو گیا۔ اس کیس میں آپ نے مشاہدہ کیا کہ صحت کی جانب سفر میں علامات کی واپسی ایک قاعدہ کے تحت ہوتی ہے۔ اہم اندرونی اعضاء سے عضلات اور عضلات سے اعصاب اور جوڑوں کی جانب۔

ایک اور کیس،

اپریل ۱۹۳۵ میں دیہات کے ایک ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ اس نے ایک خاتون مسز ڈی کو دیکھا ہے۔ اس کے خیال میں اسے دل کا عارضہ تھا۔ اونچا بلڈ پریشر (۲۰۰-۲۱۰)، اور پیشاب میں چربی خارج ہوتی تھی۔ میں نے اس کا کئی سال پہلے علاج کیا تھا۔

مریضہ کی عمر ۷۵ سال تھی، ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی، اسے بستر میں محدود کر دیا گیا۔ مگر مریضہ نے بستر کی یہ قید قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ اپنی شہری رہائش پر واپس آ گئی۔ میں نے اسے ایک ہفتہ قبل دیکھا۔ اس کی کیفیت حسب ذیل تھی۔

اونچا بلڈ پریشر، بے قاعدہ نبض، ہر تیسری دھڑکن چھوٹ جاتی، بعض اوقات نبض بہت تیز اور پھر اچانک انتہائی سست ہو جاتی، کبھی کبھی ایک آدھ دھڑکن تک بالکل خاموشی رہتی۔ دل پھیلا ہوا تھا۔ چہرہ نیلا متشنج، ٹخنے سوجھے ہوئے پیشاب میں چربی، انتہائی تھکاوٹ، کمزوری اور لاغر پن۔ عام طور پر وہ بہت توانا، ذہنی طور پر مضبوط اور افسرانہ مزاج کی مالک تھی۔ کوئی شخص اس پر حکم نہیں چلا سکتا تھا۔ اپنے لیے وہ خود قانون کا درجہ رکھتی تھی - ایک ہفتہ تک وہ بستر میں پابند رہی اس کے بعد اسے گیارہ بجے دن سے پہلے بیدار ہونے سے منع کر دیا گیا۔ اس دوران وہ ناشتہ بستر میں

یا برآمدہ کے اندر سایہ میں صوفے پر آرام سے کر سکتی تھی -اس نے تین ماہ اس طرح گزارے، مگر اس آرام سے وہ اکتا گئی۔ خاص طور پر دل کے لحاظ سے بہت بیزار تھی۔

میں نے غذا کو کنٹرول کیا۔ وہ بہت بھاری غذا کی عادی تھی۔ گوشت اور اس کا سوپ، دن میں دو بار، مکھن، انڈے، کافی ناشتہ میں۔ دودھ کی پڈنگ اور کریم۔ اسی طرح دوپہر کا کھانا اور کھانے کے بعد کافی، شام کا بھرپور کھانا اور اس کے بعد کافی - وہ گوشت چھوڑنے پر تیار نہیں تھی، اسے چائے پسند نہیں تھی، سبزیوں کو بھی وہ پسند نہیں کرتی تھی۔ کیک اسے بہت پسند تھا اور اسی طرح بند اور پیسٹریاں۔

وہ بہت متکبر، خاموش اور تنہائی پسند تھی - اسے اپنے مزاج کے خلاف کسی بات پر آمادہ کرنا بہت مشکل تھا - وہ یہ تسلیم ہی نہیں کرتی تھی کہ وہ بیمار ہے۔

دل کی کمزوری اور تقویت کے لئے اسے کریٹیکس Q دیا گیا۔ بیس قطرے دن میں تین بار، کمزوری کے لئے سلفر 6 صبح و شام اس نے آہستہ آہستہ بہتری اختیار کرنا شروع کی - تین ماہ سے وہ کچھ زیادہ ہی خاموش رہنے لگی۔ بستر اور بستر سے صوفہ پر، برآمدہ میں - اس طرح اس کا وقت گزرتا - بہر حال دل کچھ تقویت پکڑ رہا تھا۔ نبض بھی پہلے سے باقاعدہ تھی۔ مگر میں سمجھتی تھی کہ سلفر اس کی مکمل دوا نہیں یہ دوا اسے کمزوری، تھکاوٹ اور کام سے گریز کے رجحان کے لئے دی گئی تھی۔

کیس میں پیش رفت کے لحاظ سے میں مطمئن نہیں تھی۔ اتنا افاقہ تو بغیر دوا کے محض آرام کی وجہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ میرے اندازے میں کریٹیکس نے بھی خاص کام نہ کیا۔

میں نے مشاہدہ جاری رکھا اور آہستہ آہستہ میرے ذہن میں بیماری کی تصویر مکمل ہوتی رہی۔ اس میں اس کی ملازمہ نے بعض خفیہ معلومات فراہم کر کے میری بڑی مدد کی - یہ ملازمہ اس کے ساتھ شاید نصف عمر گزار چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ مریضہ بہت کم آمیز اور کم گو ہے۔ اپنے دکھوں کے بارے میں کبھی بات نہیں کرتی لیکن اس کے اکلوتے بیٹے کی اچانک موت اور خاوند کی گم شدگی نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ اپنے افراد خانہ سے ناراض رہتی، ہمدردی سے نفرت کرتی۔ بہت زود رنج، خاص طور پر گرم موسم میں۔ وہ اپنے ایک انتہائی قریبی دوست کی جانب سے اپنے خلاف سازش سے بہت نالاں اور صدمہ محسوس کرتی تھی۔ اس سے وہ بے جان سی ہوگئی، لیکن کسی ردعمل کے اظہار کے بجائے اس نے چپ سادھ لی مگر دل پر گہرا صدمہ محسوس ہوا وہ زندگی سے تھک گئی۔

صبح کے وقت بہت کمزوری محسوس کرتی، نمکین کھانوں کو پسند، گوشت، دودھ اور میٹھی روٹی کی شوقین تھی - اس کی جلد میلی، زرد اور چمکدار، اس کی آنکھیں بھی زرد تھیں - آخر کار میں نے

محسوس کیا کہ اس کی مزاجی دوا نیٹرم میور ہے۔
ستمبر میں اسے نیٹرم میور 6 صبح و شام شروع کرائی -اس دوا سے پیش رفت حیران کن تھی۔ وہ کمیٹی میٹنگز میں دوبارہ مستعد ہوگئی- اس کی روزمرہ کی مصروفیات بحال ہوگئیں- کئی ہفتوں بعد اس نے اپنے آپ کو کافی بہتر محسوس کیا- اس نے بتایا کہ اس کی جلد میں اندرونی طور پر ہیجان پیدا ہو رہا ہے، اس کے لئے اسے کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے اس کے ہاتھ، بازوؤں کندھوں، پشت اور گردن پر بڑے پھوڑے بنتے دیکھے۔ میں خوش تھی اور میں نے اسے بتایا کہ دوا کام کر رہی ہے اور جسم کے اندرونی اعضاء میں پائے جانے والے زہریلے مادے باہر جلد کی سطح پر آ گئے ہیں- یہ مادے گنٹھیا کی بنیاد پر تھے -میں نے اسے صحت کی علامت قرار دیا اور نیٹرم میور جاری رکھنے کی ہدایت کی- کچھ عرصہ بعد دوائی کی طاقت بڑھا کر 30 کر دی۔

دل باقاعدہ ہو گیا، اس کا پھیلاؤ ختم ہو گیا، بلڈ پریشر ۱۷۰-۲۱۰، وہ اپنی پرانی حالت پر پہنچ گئی- وہ ۷۶ سال کی تھی، اس کے دیہات کے ڈاکٹر نے اسے زندہ رہنے کے لئے چند ہفتے دیے تھے- وہ کبھی نہیں مانتی تھی کہ اسے دل کی تکلیف ہے۔

تین سال بعد بھی وہ زندہ تھی اور اپنے معمولات بخوبی چلا رہی تھی- کسی شخص کی موت کی پیشگوئی کر دینا پیشہ کے لحاظ سے انتہائی غیر مناسب ہے- بوڑھے لوگوں کا بھی زندہ رہنے کا یہی ایک طریقہ ہے- خاص طور پر اگر وہ ہومیو دوا استعمال کریں تو بڑھاپے میں اور بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

صحت کیلئے مرض کا اندرون سے بیرون کی جانب سفر کا اصول بہت قطعی ہے- اسے واضح طور پر ثابت کرنے کے لئے ایک اور مثال پیش کروں گی- یہ سفر اندرونی اعضاء سے بیرونی اعضاء کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے اس کیس میں مرض نے دل سے سفر شروع کیا اور جلد پر پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں زہریلے مادے جلد کی سطح پر آ گئے -ایک معالج جو میٹیر یا میڈیکا کو جانتا ہے، وہ اس اصول کو بار بار درست پائے گا۔

بلڈ پریشر بعض لوگوں کیلئے اہم ہوتا ہے- بیمار دل، دواؤں سے جلد ہار سکتا ہے- اس کے لئے دل کے مقویات، ڈیجی ٹیلس، سٹروفینتھس کی ضرورت نہیں -بلڈ پریشر بھی کافی کنٹرول میں رکھا جا سکتا ہے- اس طرح ایک شخص ۷۰ سال کی عمر میں بھی زندگی گزار سکتا ہے بشرطیکہ وہ ہومیو پیتھی سے واقفیت رکھتا ہو اور اس کا ذہانت کے ساتھ اطلاق کر سکتا ہو- اس طرح زندگی کی توقعات بڑھائی جا سکتی ہیں۔

سادہ اور گوشت خور پھوڑے

پھوڑے کسی طرح کے ہوں، گوشت خور ہوں یا مہلک، بہر حال وہ ایک حالت سے بگڑ کر دوسری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے درجے مختلف ہو سکتے ہیں مگر حقیقت میں جلد یا غلاف کی سڑاند سے پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کا تعلق گلے کی سوزش، گردے یا ذیابیطس سے ہوتا ہے۔ یہ بہت پر درد ہوتے ہیں۔ اور اچانک رونما ہو کر مسلسل فصل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ پھوڑے جراحت اور دوائیہ علاج کی درمیانی کیفیت میں ہوتے ہیں۔ عام طور پر ویکسی نیشن یا گانیز انجیکشن سے علاج کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ علاج طویل ہوتا ہے۔ جس پر ہمیں افسوس ہوتا ہے۔

پھوڑوں کا جدید علاج پرانٹوسل نامی دوائی ہے۔ ایک بہت مشہور ماہر امراض جلد کے ناک میں پھوڑا پیدا ہو گیا۔ اس نے اس کو پرانٹوسل کی مسلسل خوراکوں سے درست کر لیا۔ اس نے اس دوا کو ویکسی نیشن اور دوسری دواؤں سے بہتر قرار دیا مگر ایک کیس پر کوئی فیصلہ کیسے ممکن ہے۔ آخر یہ دوائی بھی تو سلفونامائیڈ سے تیار کردہ ہے۔ جدید ادویات کسی اصول کی بنیاد پر کام نہیں کرتیں۔ میں نے علاج پر مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں دیکھی ہیں، چونکہ وہ کسی اصول اور علم کی بنیاد سے محروم ہیں، اس لئے ان میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

میں نے بہت سے پھوڑے پھنسیاں دیکھی ہیں۔ اوپر ذکر کردہ مشہور ماہر امراض جلد کی طرح مجھے خود بھی ان کا کافی تجربہ ہے۔ ۱۸-۱۹۱۴ کی جنگ کے بعد دباؤ اور پریشانی، ناکافی اور ناقص غذا، چکنائی کی قلت اور ناقص چکنائی جسے کو کا بٹر سے نکالا گیا، کے استعمال سے میں خود بھی پھوڑوں کا شکار رہی ہوں۔ ان میں سے کم از کم تین پھوڑے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ان کو ایتھائل کلورائیڈ سے سن کر کے چیرا دیا اور اس کے بعد ہیپر سلف اور سیلکا کے ذریعے زخموں کو درست کیا۔ اس سے صورت حال کو ٹھیک ہونے میں ایک ہفتہ ہی لگا۔ یہ پھوڑے دوبارہ کبھی نہ ہوئے۔ میں اپنے ساتھی ڈاکٹروں کے ریکارڈ کو سامنے رکھ کر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے اچھا ہی علاج کیا لیکن میں اپنے ذہن میں پچھتاوا محسوس کرتی ہوں۔ کہ ان دواؤں نے زیادہ اچھا کام نہ کیا۔ اس کے بعد میں نے پھوڑے پھنسیوں کے علاج میں ایک اور طریقہ کار اختیار کیا۔ یہ طریقہ معجزاتی ثابت ہوا۔ یہ طریقہ اتنا موثر رہا کہ کہنا پڑتا ہے ہتھیلی پر سرسوں جمانے والی بات ہے۔

واقعات اکا دکا نہیں بلکہ بے شمار ہیں۔ ایسے کیسوں میں جہاں علامات مشابہ ہیں تو آرسینک اور
تھرا سینم کام کر سکتی ہیں۔

اس طرح میرے علاج کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ مجھے ایک خاتون یاد ہے۔ وہ سمارٹا کی رہنے والی تھی۔ ایلو پیتھ ڈاکٹروں اور دواؤں کے بارے میں بہت کم دلچسپی رکھتی تھی۔ اس طرح وہ قلیل مقدار کی دواؤں سے پھوڑوں پھنسیوں میں افادیت کی قائل تھی۔ جب بھی کوئی موقعہ آتا تو وہ ان کو تجویز کرتی۔ اس نے اپنے گھر میں ان دواؤں کا اچھا خاصا سٹاک رکھا ہوا تھا۔

میں اس کے دو کیسوں کا ذکر ضروری خیال کرتی ہوں۔

ایک بار خریداری کے دوران اس نے محسوس کیا کہ کاؤنٹر پر موجود معاون بیمار سا لگتا ہے۔ اس کی ٹھوڑی پر پھوڑے کی وجہ سے وہ بہت بدشکل تھا۔ پوچھا تو پتا چلا کہ یہ پھوڑا ایک ہفتہ سے ہے۔ اس کے پینل ڈاکٹر کچھ نہ کر سکے۔ انہوں نے لگانے کے لئے کچھ لوشن دے رکھے تھے۔ وہ خاندان، ہومیو پیتھی دواؤں سے واقف تھا۔ مریض قریب آنے والی رخصت کے پیش نظر سب کچھ کرنے کو تیار تھا تاکہ وہ صحت حاصل کر کے رخصت کا لطف اٹھا سکے۔ بدقسمتی سے یہ ہفتے کی شام تھی اور دوا سوموار سے پہلے مل نہیں سکتی تھی۔ اس دوران پھوڑا تو پھٹ گیا لیکن اس کے قریب دوسرا پھوڑا بن گیا۔ اس طرح اسے ایک ہفتہ مزید درد اور تکلیف کا نظر آ رہا تھا۔ رخصت سے لطف اٹھانے کی امید بظاہر ختم ہو گئی تھی۔ اسے ہومیو گولیاں دی گئیں، یہ گولیاں دن میں تین مرتبہ لینے کی ہدایت کی گئی۔ تین ہفتے تک اس نے اس بارے میں کوئی رپورٹ نہ دی یہاں تک کہ چھٹی سے واپسی پر اس نے خوشی سے بتایا کہ پہلی ہی خوراک سے پھوڑا خشک ہو گیا تھا اور دوسرے پھوڑے کا رسنا بند ہو گیا۔ اس نے اپنے پروگرام کے مطابق چھٹیاں گزاریں۔ اب ایک سال ہو چکا تھا، مزید کوئی پھوڑا پیدا نہ ہوا۔

اس مریض سے بالکل مختلف کہانی ایک نرس کی ہے میں اسے اچھی طرح جانتی تھی ایک سال پہلے اس کے پورے جسم پر پھوڑے پھنسیوں کی فصل اگ آئی۔ وہ علاج کے سلسلہ کی تمام ہدایات کی پوری پابندی کر رہی تھی۔ اس دوران وہ کئی بار اتنی بیمار ہو جاتی کہ کام پر جانے کے قابل نہ رہتی۔ اس طرح اسے زندگی موت کے مقابلے پر مشکل محسوس ہوتی۔ مختلف قسم کے ٹیکے اور ویکسی نیشن دیئے گئے۔ ہسپتال اور پرائیوٹ ڈاکٹروں نے پورا زور لگایا، مجھے علم نہیں کہ پرانٹوسیل دی گئی یا نہیں، بہر حال یہ تمام تردد بے فائدہ ثابت ہوا۔ اس کے باوجود وہ امید کرتی ہے کہ وہ بیماری سے کسی وقت نجات پا جائے گی۔ میں اسے ڈاکٹروں کے نرغے سے نہیں نکال سکتی تھی۔ اگرچہ میرا دل یہی کہتا تھا،

,,خدا کے لئے اس علاج کو چھوڑ و اور ایک کوشش کا ہمیں بھی موقع دو،،

مگر مجھے پیشہ ورانہ وقار اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

سمارٹا کی مذکورہ بالا خاتون کا دوسرا کیس۔

وہ ایک کیمسٹ کی دوکان پر گئی- کاؤنٹر پر کام کرنے والی ایک نرس اپنی گردن کی پشت پر بہت بڑے پھوڑے کی وجہ سے پریشان تھی۔ یہ پھوڑا پلیٹ کے سائز کا تھا۔ اسی طرح کا ایک پھوڑا چھ ماہ پہلے بھی نکلا تھا- اس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے پھوڑوں کی ایک فصل اگ آئی تھی۔ وہ بیماری کی وجہ سے کام چھوڑنے پر مجبور تھی -اس نے اسے ہومیو گولیاں مہیا کیں۔ ہفتے کا دن تھا گیارہ بجے صبح ایک گولی دی گئی -کام پر نصف دن کی رخصت تھی -اسے اتنی تکلیف تھی کہ کام چھوڑ کر لیٹ گئی، تھوڑی دیر بعد دوسری خوراک لی۔

۴ بجے شام سو کر اٹھی تو اتنا اچھا محسوس کر رہی تھی کہ شام کو اس نے ٹینس کھیلا -اگلی صبح تک پھوڑا ختم ہو گیا -اس میں سے مواد خارج ہوا اور نہ ہی اسے مزید پریشانی ہوئی - وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکتی تھی۔ اسے کوئی تکلیف نہ رہی۔

یہ دونوں لڑکیاں اتنی تیز اور مکمل شفا پر بہت خوش تھیں۔

اب سوال ہے اس دوا کے نام کا جس نے ان دونوں مریضوں کو شفا دی اس سے علاج کے اصولوں کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے۔

یہ دوائی کیوبا کے مکڑے سے تیار کی جاتی ہے- اس کا نام ٹارنٹولا کیوبینس ہے۔ یہ زیر زمیں سوراخوں اور اندھیری جگہوں پر پائے جاتے ہیں -وہ غیر متوقع طور پر اپنے شکاروں کو ڈس لیتے ہیں۔ اس طرح ایک صحت مند شخص پر کیا گزرتی ہے۔ ہانیمن نے کہا کہ ایک صحت مند شخص کو ڈھونڈ کے لاؤ، اس پر دوا کا تجربہ کر کے دوا کے اثرات نوٹ کرو۔ ہانیمن نے حکم دیا کہ آپ دوا کے اثرات اور علامات سے اس تصویر کو مرتب کر لو گے جو یہ دوا پیدا کر سکتی ہے۔ اگر آپ اس طرح کی علامات ایک بیمار شخص میں پائیں گے تو اس کو شفا دے سکتے ہیں- اس بنیاد پر دیئے گئے مشورہ کو ہم ہومیو پیتھی کہتے ہیں۔

کیوبا کا یہ مکڑا ایک شخص کو کاٹتا ہے تو ڈنگ کے اردگرد چند گھنٹوں میں ایک پھوڑا بن جاتا ہے- یہ پھوڑا دن بدن خراب سے خراب تر ہو جاتا ہے- اس کا دورانیہ ہفتوں تک بھی ہو سکتا ہے- کمزور بچوں میں یہ موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

یہ ایک پھوڑا ہے جو ڈنگ کے بعد سڑاند پیدا کرتا ہے۔ ہانیمن کا کہنا ہے کہ اگر کسی مریض کے جسم پر کاربنکل کی شکل کا پھوڑا ہو تو اس مکڑے کے زہر سے تیار کردہ دوائی کی ایک

خوراک اسے درست کر دے گی۔ اگر علاج بالمثل کا یہ اصول درست ہے تو یہ پھوڑا اس دوائی سے ختم ہو جائے گا۔

یہ دوائی پھوڑے کو واقعتاً دور کرتی ہے اور دور بھی تیزی کے ساتھ اور تکلیف کے بغیر۔ بیماری کی ظاہری علامت کے طور پر پھوڑا جہاں کہیں بھی ہوگا۔ اتفاق سے نہیں بلکہ ہر کیس میں یہ شفا دے گی۔ میں نے اس دوا سے بہت سے کیسوں میں شفا حاصل کی ہے۔ میری طرح بہت سے دوسرے ڈاکٹر جنہوں نے اس دوا کو آزمایا کامیابی حاصل کی ہے۔

یہ ایسی بات ہے جس کو پورے طور پر واضح نہیں کیا جا سکتا مگر یہ حقیقت ہے جو دو صدی سے تجربات کے ذریعے ثابت ہوئی۔

ہومیو پیتھی کوئی عقیدہ نہیں جس پر یقین کی ضرورت ہو دو آدمی جن کا اوپر ذکر کیا گیا، ان کو یہ بھی علم نہیں کہ ان کو کیا دیا گیا، وہ اس پر اعتقاد بھی نہیں رکھتے، قلیل مقدار میں ٹارنٹولا کیوبینس کا ہومیو پیتھی کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

مکڑے کے کاٹنے سے پھوڑا بنتا ہے اور کسی شخص میں اس طرح کا پھوڑا ہو تو یہ دوا اسے ٹھیک کر دے گی یہ ہی علاج بالمثل کا اصول ہے۔

اس دوا کی طاقت 6-12-30 چند دن میں پھوڑا ختم کر دینے کے لئے کافی ہوگی۔

اینتھر اسینم

کاربنکل بہت بڑھ چکی ہو تو بعض اوقات اینتھر اسینم درمیانی طاقت میں ضروری ہوتی ہے۔ پھوڑے کا سخت حصوں کے باہر پھیلاؤ اور غدود کی سوجن، جس کے ساتھ نا قابل برداشت درد، اس کی رنگت سیاہی مائل نیلی، میں نے ایسے دو تین کیسوں میں دیکھا کہ ٹارنٹولا کام نہیں کرتی تو اینتھر اسینم نے کیس صاف کر دیا۔ اگر آپ کسی کو اس بات پر قائل کرنا چاہتے ہیں کہ ہومیو اصولوں کے مطابق ہومیو دوائیں موثر ہیں تو ٹارنٹولا کیوبینس پھوڑے کے لئے دیں۔ اس سے کوئی مضر اثر نہیں پڑتا۔ پھوڑا دوبارہ پیدا نہیں ہوتا اور مریض اچھا محسوس کرتا ہے۔ آپ امکانی طور پر مزید کیا چاہتے ہو۔ یہ بہت سادہ ہے مگر دیکھنا یقین کے برابر ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے لوگ اندھے ہیں۔

خوف اور دباؤ کی دوائیں

عالمی جنگ میں تقریباً رات ہی میں سب کچھ بدل گیا - پرانی اقدار رخصت ہوئیں، نئی نے ڈیرہ جمالیا- بالکل ایک نئی دنیا کا سامنا تھا -ہمیں خاموشی اور متحد رہنے کا حکم دیا گیا- یہ مشکل مرحلہ تھا- ہمارے اردگرد ہر چیز تباہی کے قریب تھی، کاروبار، تجارت غرض ہر چیز ٹھپ ہو کر رہ گئی - بہت سے لوگ جن پر کافی ذمہ داریاں تھیں وہ غربت کا شکار ہو گئے - میں نے محسوس کیا کہ ان کا خاندانی ڈھانچہ بکھر گیا ہے، والدین بیوی بچوں سے الگ کر دیئے گئے - یہ اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ انہیں دشمن کا مقابلہ کرنا ہے، کم وبیش سارا انگلستان ہی میدان جنگ بن چکا تھا، مگر پھر بھی بچوں اور خواتین اور ضعیف لوگوں کو محفوظ تر علاقوں میں منتقل کیا گیا- اس سے بہت سے نئے مسائل نے جنم لیا - نئی صورتحال میں مطابقت پیدا کرنا، ہوائی حملوں اور ان سے بچاؤ، چھتوں کی تباہی، دھماکوں، خندقوں اور ریت کی بوریوں کے اہتمام سے بڑھ کر ہمارا دشمن خوف اور بزدلی تھی جو ہمارے دلوں میں چھاؤنی ڈالے ہوئے تھی- اس صورت حال میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر دباؤ سے محفوظ رکھ کر ہمت وحوصلہ کو برقرار رکھنا سب سے اہم مسئلہ تھا-

ہومیو علاج خوف کے اثرات کے لئے بہت اچھا علاج ہے، خوف اور ذہنی دباؤ سے پیدا ہونے والی جلن، گھٹن کا احساس، زبان کا تالو کے ساتھ چمٹ جانا، ہاتھوں اور بازوؤں کا لرزنا، یہ سب کچھ گردے کے بالائی غدود کے ابتر ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے-

ہمارے میٹریا میڈیکا میں بہت سی ادویات اخلاقی طور پر قوت فراہم کرتی ہیں- میں زیادہ مشہور دواؤں کا تذکرہ کروں گی-

ارجنٹم نائٹریکم

چلبلاپن (بے چینی) اعصابی طور پر کمزور، بلکہ وہ شخص جس کے اعصاب بکھر گئے ہوں، وہ ہمیشہ جلدی میں رہتا ہے، بے چین، جلدباز، خائف، وہ محسوس کرتا ہے کہ اسے دوڑنا یا جلدی سے چلنا چاہیے، وہ کافی تیز نہیں چل سکتا- وہ سوچتا ہے کہ اسے لڑنا چاہیے، وہ سمجھتا ہے کہ تمام دنیا اس کا پیچھا کر رہی ہے، وہ دوڑتا ہے اور دوڑتا ہی چلا جاتا ہے حتی کہ وہ تھک کر گر جاتا ہے- وہ ہمیشہ مایوسی کا پہلو دیکھتا ہے، وہ حملہ کا سوچ کر ہی بکھر جاتا ہے- یہ خوف اور اندیشہ، اس

کے لئے اندرونی تکالیف کا باعث ہوتے ہیں-معدہ میں ابتری پیدا ہوتی ہے، معدہ کچھ ہضم نہیں کر سکتا، ہوائی حملہ کا سائرن ہوتے ہی قے، ہیضہ شروع ہو سکتا ہے-معدہ گیس سے بھرا ہوتا ہے، گیس کا دباؤ اوپر کی طرف ہوتا ہے، جس سے کچھ افاقہ محسوس ہوتا ہے-چاندی کے اس مرکب سے تیار کردہ دوا بے چین' خائف اور جلد باز شخص کو درپیش ہنگامی صورت حال کا سکون کے ساتھ سامنا کرنے کے قابل بنا دے گی-

جلسی میم

ارجنٹم نائٹریکم سے ملتی جلتی دوا جلسی میم ہے-

جلسی میم کا مریض خوف وہراس' ضد اور پر خوف حیرانی کی تصویر ہوتا ہے-کینٹ نے اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا"

"جیسے ایک سپاہی جنگ پر جاتے ہوئے ہیضہ میں مبتلا ہو جاتا ہے' وہ کمزور اور نڈھال' بے ہوش اور تھکا ہوا ہوتا ہے-اس کی یہ کیفیت اچانک خوف سے پیدا ہوتی ہے-جیسے رات کو ہوائی حملہ کے سائرن کا' خوف وصدمہ-دل کی دھڑکن بھی صدمہ کے ساتھ تیز ہو جاتی ہے-اس میں ذرا بھی ہمت نہیں ہوتی -اس کے بازو لرزتے ہیں -وہ خاموش ساکت بلکہ تقریبا مفلوج ہوتا ہے-بے چینی اور جلد بازی' اور دوڑنے کی کیفیت جو کہ ارجنٹم نائٹریکم کی خصوصیت ہے یہاں نہیں پائی جاتی -اس طرح آپ کو دواؤں میں امتیاز کرنا پڑے گا-

آرسینکم البم

بے چینی اور اضطراب کی ایک اور دوا آرسینکم ہے-اس دوا میں بے چینی اضطراب، خوف، اور نقاہت میں شدت پائی جاتی ہے- بعض لوگ اتنے زیادہ مایوس ذہن کے مالک ہوتے ہیں کہ انہیں قنوطی کہنا پڑے گا-ان کی زبان پر اکثر اس قسم کے جملے ہوتے ہیں-

"کچھ کرنے کا کیا فائدہ؟

'میں کہاں جا سکتا ہوں؟'

میں تو کہیں بھی محفوظ نہیں ،اگر میں یہاں رہتا ہوں تو بم یہاں گرے گا اور اگر میں دیہات میں رہتا تو بم میرا پیچھا کرے گا-"

حد سے زیادہ مضطرب لوگ تنہائی میں ان کی حالت زیادہ خراب ہوتی ہے-ایسے لوگوں کو آرسینک کی ضرورت ہوگی- ذہنی بے چینی اور خوف کے طوفان ،آرسینکم سے تھم جائیں گے-

تکلیف میں شدت جسم میں سے زہریلے مادوں کی صفائی کا عمل شروع ہو چکا ہے- جیسا کہ عضلاتی دردوں سے ظاہر ہوتا ہے- اعصابی علامات اور مختلف نوعیت کے خوف کی علامات بہتر ہوئیں- دل کی دھڑکن کی تیزی اب اتنا پریشان نہیں کرتی - وہ اتنی بہتر ہوگئی ہے کہ کام پر جانے کا سوچنے لگی- رحم کا سائز نارمل ہے- رسولی بھی دوبارہ ظاہر نہیں ہوئی- فریکسی نس امریکانہ صبح و شام پانچ پانچ قطرے وراٹرم ایلیم -6 چار چار گھنٹے بعد- ستمبر ۳۸ء (پانچ ماہ) تک مریضہ کا کوئی پتہ نہ چلا-

وہ اتنا بہتر محسوس کر رہی تھی کہ اس کے نفسیاتی معالج نے اسے کام کی تلاش کا مشورہ دے کر پینل ڈاکٹر کے پاس فٹنس سرٹیفکیٹ کے حصول کے لئے بھیج دیا-

وہ پینل ڈاکٹر کے پاس گئی تو وہ نفسیاتی معالج کے پاس جانے کی وجہ سے برہم ہوا- اس نے کہا کہ خاتون معالج الجھاؤ پیدا کر دیتی ہیں- اس نے رحم کا معائنہ کیا تو حیران ہوا- اس نے ماضی میں رسولی کی موجودگی پر یقین کرنے سے انکار کر دیا- وہ مقامی ہسپتال میں سرجن تھا- وہ یہ مانتا ہی نہیں تھا کہ ریشہ دار رسولی بغیر جراحت کے محض دواؤں سے درست ہو سکتی ہے- مریضہ نے اسے یقین دلایا کہ ایک خاتون سرجن نے ریشہ دار رسولی کی تشخیص کی تھی اور ایک ہومیو فزیشن نے باقاعدہ اس کی تصدیق کی اور اس کے دوائیہ علاج سے اسے درست کرنے کا دعوی کیا اور اگر اب یہ رسولی موجود نہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دواؤں سے یہ ختم ہوگئی ہے- سرجن نے مذاق اڑایا اور خاتون مریضہ کو پریشان کیا، مگر مریضہ اپنے یقین پر قائم رہی- مریضہ پر یہ تمام کیفیات گزریں، وہ کیسے یقین نہ کرتی- ہومیو پیتھی نے شفا کا وعدہ کیا تھا تو اسے پورا کر دکھایا-

ستمبر ۳۸ء میں مریضہ کو پھر دیکھا- رحم نارمل اور رسولی کا کوئی نشان نہیں تھا-

مگر وہ ابھی مختلف قسم کے خوف میں مبتلا تھی- تیز روشنی کا خوف، غلطی کا خوف، جھاڑ جھپاڑ کا خوف - ان علامات کے لئے اسے سٹرامونیم -200 دی گئی- اور اس کے بعد مجھے صرف اتنا ہی پتہ چلا کہ وہ پہلے سے زیادہ پر اعتماد ہوگئی، وہ اعصابی تکالیف کا کم ہی شکار ہوتی تھی-

ہومیو نقطہ نظر سے یہ ایک انتہائی شاندار کیس ہے- ایک معروف گائنی سرجن نے تشخیص کی اور شفا کے بعد ایک سرجن نے رسولی ختم ہونے کی تصدیق کی-

ہومیو علاج آپریشن سے بچا سکتا ہے- یہاں تک کہ رسولی بھی ختم کر سکتا ہے- شرط صرف یہ ہے کہ دوا صحیح دی جائے- اس بارے میں مجھے مزید قائل کرنے کی ضرورت نہیں- عام لوگ اور عام ڈاکٹر حقائق نہ مانیں میرا کام علاج کرنا ہے قائل کرنا نہیں-

اس لڑکی کا تین سال نفسیاتی علاج ہوا اور اسے کوئی فرق نہیں تھا- اس کی اعصابی کیفیت، دل کی تیز دھڑکن بے خوابی، کام کرنے سے معذوری، ہومیو پیتھی علاج تک برقرار رہی-

ایکونائٹ

ایکونائٹ میں بھی خوف کی بہت سی علامات ہیں - مریض ہجوم میں بہت خائف لوگوں کے ساتھ میل جول سے گریز کرے گا - بس سٹاپ، ریلوے سٹیشن کی طرح کے پبلک مقامات سے خائف' بے چینی اور اضطراب سے بھرا ہوا' اندھیرے سے اور تاریک کمروں سے خوفزدہ، بلیک آؤٹ، تاریک کمروں اور تاریک گلیوں سے ڈرتا ہے - ایکونائٹ دل پر اثر کرتی ہے - اس سے دھڑکن شدید ہوگی، دل ڈرے گا - جب کہ ارجنٹم نائٹریکم اور جلسیمیم پیٹ پر حملہ کرتی ہیں - وہ پیش گوئی کرے گا کہ اگلا بم اس پر گرے گا - وہ موت کے وقت کی پیش گوئی کرتا ہے - یہ خوف اس کے دل و دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے - اس سے اس کی نیند اور چین ختم ہو جاتا ہے اور بے چینی اس کے مزاج کا حصہ بن جاتی ہے -

اگنیشیا

خوف کے لئے ایک اور شاندار دوا اگنیشیا ہے - اس کا مریض ہسٹریائی مزاج کا ہوتا ہے - یہ مریض معمولی اشتعال سے بے ہوش ہو جاتا ہے - عزیز ترین مرد رشتہ دار کے بازوؤں میں تحفظ کے لئے گر جاتا ہے - وہ پھڑکنوں اور جھٹکوں سے بھرپور' غم سے بھرا ہوا' اس کا خاوند باہر ہے، وہ ہمیشہ ٹھنڈی آہیں بھرتی رہتی ہے، پیٹ اور معدے میں خالی پن کا احساس کانپنے اور لرزنے کے ساتھ وہ مسلسل آہیں بھرتی ہے اپنے بیٹے کو الوداع کہہ کر یا خاوند کی حقارت سے مغموم ہے - وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ ہونے سے ڈرتی ہے - اگنیشیا، غم کے جذبات دبانے کے نتیجہ میں ہونے والے اثرات کا بہترین علاج ہے - وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا عزیز اسے چھوڑ گیا ہے اور وہ دنیا میں جھوٹ گند اور فریب کے مقابلے کے لئے اکیلا رہ گیا ہے - وہ خشک، اور جلتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وقت کا سامنا کرنے کے لئے رہ جاتا ہے اور اسے یقین نہیں ہوتا کہ اس کا پیارا اسے چھوڑ گیا ہے -

(XV)

چوٹ اور زخم کی دوائیں

آرنیکا

آرنیکا کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دوا چوٹ اور زخم میں بہترین کام کرتی ہے۔ یہ چوٹ یا زخم گرنے' دھماکے، صدمے یا کسی بھی چیز سے ہو آرنیکا بہترین کام کرے گی۔ ہڈیوں کی ٹوٹ پھوٹ، یا جوڑ کا ہل جانا، آرنیکا زبردست معاون ہے۔

ہوائی حملوں کے دوران ایک حفاظتی کارکن اپنی کہنی کے علاج کے لئے آیا۔ دو دن پہلے بم کے شدید دھماکے سے اس کا بایاں بازو اور کہنی تقریباً مفلوج اور سن ہو گئی تھی۔ آرنیکا لوشن بیرونی طور پر لگائی گئی اور آرنیکا 30 چار چار گھنٹے بعد کھانے کے لئے دی گئی۔ سختی، معذوری اور درد چند گھنٹوں میں ختم ہو گئی۔ دو دن بعد وہ بازو آسانی سے بلند کر سکتا تھا۔ وہ اس علاج سے بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے بہت سے ساتھیوں کو علاج کے لئے بھیجا۔

آج کل ہوائی حملے تو قصہ ماضی بن گئے ہیں مگر ہمارے اردگرد خوف سے پیدا ہونے والے عوارض میں مبتلا لوگ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ دراصل یہ کمزور اور نازک مزاج لوگ ہیں، ان کی اعصابی علامات کی تفصیل اوپر درج کی گئی ہے۔ اگر علامات کے مطابق دوا ہو گی تو وہ بہرحال ٹھیک ہو جائیں گیں۔

رسٹاکس

ویٹ لفٹنگ کے نتیجے میں عضلات کے کھنچاؤ میں رسٹاکس کو یاد رکھیں، پانی میں ملا کر چار چار گھنٹے بعد۔ تمام سختی اور درد ختم ہو جائے گا۔ یہ دوا آپکو مایوس نہیں کرے گی۔

کیلنڈولا

بارودی دھماکوں کے نتیجہ میں آنے والے زخم کافی خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ زخم کٹے پھٹے بھی ہوتے اور مٹی سے آلودہ بھی۔ ان کے خراب ہونے کے رجحانات بہت قوی ہوتے ہیں۔ ان میں کیلنڈولا کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس کی پٹیاں لگائیں۔ کیلنڈولا کی مدر ٹنکچر کے پندرہ

قطرے پانی میں ملا لیں۔ اور پٹی کو اس سے تر رکھیں۔ اس سے زخم کی سطح صاف ہو جائے گی اور خراب ہونے سے بچ جائے گی۔ کیلنڈولا-6 دن میں چار بار کھانے کیلیے۔

اگر زخم پہلے سے خراب ہو چکا ہے تو ہائیپر یکم کا مدر ٹینکچر لگائیں۔ اور اس کی 6 طاقت کھانے کیلیے۔ پھٹے ہوئے عضلات تیزی سے درست ہو جائیں گے۔ اپنا وقت آیوڈین لگانے میں ضائع نہ کریں۔ کیلنڈولا ہائپیر یکم سے زخم کو دھونا بورک سے کہیں بہتر ہے۔

دکھتی ہوئی آنکھوں کی صورت یا آنکھوں میں کنکر ہو تو کیلنڈولا بہتر کام کرتا ہے۔

جلے ہوئے زخم خواہ کتنے ہی شدید ہوں ان کے لئے ارٹیکا یورنز مدر ٹینکچر بیرونی استعمال کے لئے بہت موثر ہے۔ ابتدائی صدمہ اور درد کے لئے کاسٹیکم 6 پہلے پندرہ سے تیس منٹ کے وقفہ سے استعمال کریں۔ جلنے سے گہرے زخم ہوں تو کیلنڈولا لوشن اور آرنیکا لوشن سے زخم اور درد حیران کن طور پر تیزی سے درست ہو جائے گا۔

اس مرکز صحت پر کام کرنے والی نرسیں اس طریقہ علاج کے اچھے نتائج پر بہت خوش اور پر جوش تھیں اور میں بھی اتنا ہی مطمئن و مسرور تھی۔ میں اپنی ابتدائی پریکٹس میں سڑاند روکنے کے لئے اینٹی سیپٹک دواؤں سے پٹیاں کرتی تھی مگر کبھی ایسے نتائج حاصل نہیں کر سکی۔ اس کے لئے ہمت اور عزم کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کو مسلمہ طریقوں کے خلاف کام کرنا پڑتا ہے آخر کار نتائج آپ کو خود ہی اس طریقے کے عادی بنا دیں گے۔

کاسٹیکم

اگر زخموں میں پیپ نکلتی ہو تو

ہیپر سلف 30 دیں

(XVI)

آشوب چشم کا ایک کیس

طب الہامی فن ہے۔ یہ لوگوں کو صحت دینے کے لیے ہے۔ حضرت مسیح سے ہزاروں سال پہلے عظیم یونانی دانشور اور معالج ہپوکریٹس نے ڈاکٹروں کے لیے جو حلف مرتب کیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ وہ اپنی صلاحیت اور بصیرت کے مطابق بیمار کی بہتری کیلئے کام کرے گا۔ بیمار کی بہتری سے مراد ڈرگ ہاؤسوں، ویکسین، اور انجیکشن تیار کرنے والی کمپنیوں کے مفادات کی تکمیل نہیں۔ یہ لوگ تو پیشہ طب کو اپنے مفادات میں جکڑے ہوئے ہیں، البتہ ان میں کچھ مستثنیات ہو سکتی ہیں۔ جو سچ کے متلاشی رہتے ہیں۔ سچ کا سرچشمہ ہانیمن اور ان کے اولین شاگردوں کی کتابیں ہیں۔

اگر گرد سے اٹی ہوئی ان پرانی کتابوں میں عقل وصداقت کے انمول موتی مل جائیں تو یہ کتنی خوشی کی بات ہوگی۔ ان کی مدد سے انسان کے مقدس جسم وروح کو حقیقی معنوں میں شفا دی جا سکے، ایسا جسم جس پر اپنا ہی نہیں اپنے آباؤ اجداد کے گناہوں کا بھی بوجھ ہے۔

ایسی مزمن امراض کا علاج مشکل ہے۔ امراض کو دبا دینا آسان ہے، ڈھانپ اور چھپا دینا سہولت سے ہو سکتا ہے۔ اس غرض کے لئے جدید طریقہ علاج بہت موثر ہے۔ مگر اصل مرض جڑ اور تہ میں موجود رہتی ہے۔ اور یہ جسم کے کسی بھی حصے سے بار بار پھوٹ نکلے گی۔ مریض اور معالج دونوں ان کے باہم تعلق کو محسوس نہیں کریں گے (میں نے ایک بچی کو دیکھا جو گہری مزمن مرض میں مبتلا تھی اور چھ سال سے اپنی پیش رفت کو روکے ہوئے تھی۔ پہلی بار وہ میرے پاس چھ سال کی عمر میں مئی ۱۹۳۴ء میں آئی۔ وہ جلدی سوزش میں مبتلا ہوئی۔ اسے یہ تکلیف چیچک کے بعد شروع ہوئی تھی۔ ابتداء میں خارش کا علاج مروجہ طریقہ سے ہوا۔

یہ ایک قابل رحم، زردرو، جھکے ہوئے کندھے، بہت نازک، خائف، معمولی بات پر چیخنے چلانے والی، اپنی ماں کے سکرٹ کے ساتھ چمٹی رہتی، منہ سے سانس لیتی ہے، اس کے ٹانسلز نارمل ہیں۔ آشوب چشم میں مبتلا ہے۔

خارش اور چیچک کے بعد کے اثرات کے لیے سلفر 30 دی گئی۔ وہ علاج میں باقاعدہ رہی۔ اسے مختلف دوائیں دی گئیں پلساٹیلا اس کے نازک اور رونے والے مزاج اور بعد میں برائیٹا کارب 30 چھ ماہ تک دی گئی۔ یہ دوا اس کے اجنبیوں سے خائف ہونے کی وجہ سے دی گئی۔

اس دوران اس کی بھوک بہتر ہوئی، اس کی نازک مزاجی اور بہرے پن میں فرق ہوا۔ وہ سکون میں تھی۔ اس طرح اس کے گھر والوں پر ٹانسلز کے آپریشن کے لیے دباؤ کم ہوا۔

میں نے نوٹ کیا کہ آنکھوں کی حالت دن بدن خراب ہو رہی ہے، روشنی سے کافی حساس ہے۔ آنکھوں سے پانی بہتا رہتا ہے۔ مزید تحقیق کے لئے، میں نے اسے آنکھوں کے مقامی ہسپتال میں بھیج دیا۔ انہوں نے بتایا کہ پتلیاں مناسب طور پر پھیل نہیں سکتیں کیوں کہ ان کے پیچھے گہرائی میں ایسا جڑاؤ بن چکا ہے جو رنگ دار جھلی کو آنکھ کی اندرونی دیوار کے ساتھ باندھے رکھتا ہے۔

آنکھ کی اس تشخیص سے میرے لیے دوا واضح ہو گئی، یہ دوا لیوٹیکم -30 تھی۔ ہسپتال والے، مریض کے ٹانسلز کے بارے میں بہت سنجیدہ تھے۔ لیوٹیکم کی ایک خوراک ہفتہ اور بعض اوقات پندرہ روز کے بعد دی گئی۔ آنکھوں سے پانی کے بہاؤ اور تناؤ میں کمی واقع ہوئی۔

میں ٹانسلز میں آپریشن کے مشورہ کی تائید نہیں کر سکتی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ جب سکول والے آپریشن کے لیے جنگی بنیادوں پر مہم چلائیں تو آپریشن سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچی کو دو بار ہسپتال کے چلڈرن وارڈ میں بھیجا گیا۔ پہلی بار وہ پانچ دن داخل رہی، اس دوران وہ مسلسل بیمار رہی۔ اسے مسلسل قے کی وجہ، اس کا ہسپتال اور آپریشن سے خوف تھا۔ اس صورت حال میں اسے بغیر آپریشن کے فارغ کر دیا گیا۔ دوسری بار اسے داخل کیا گیا۔ تو اسے سانس کی نالیوں کی سوزش نے آلیا۔ اس طرح وہ آپریشن سے بچ گئی۔

اس کی عام صحت بہتر ہوئی اگر چہ وہ دیکھ نہیں سکتی تھی کیوں کہ اس کی آنکھ کے قرنیہ پر السر تھا۔ اس کے علاوہ وہ روشنی سے بہت حساس تھی۔ پانی مسلسل بہتا رہتا۔ میں نے آنکھوں کے ہسپتال سے اس کے لیے رنگین شیشے طلب کیے۔ مگر انہوں نے تعاون نہ کیا۔ در اصل وہ ٹانسلز کے آپریشن کے لیے پریشان تھے۔

مریض اس قدر نازک اور پریشان تھا کہ آپریشن ممکن نہ تھا۔ ستمبر ۱۹۳۵ء میں اسے کالی کھانسی کی شکایت ہوگئی۔ کئی ہفتے تک وہ مقامی ڈاکٹر کے زیر علاج رہی۔ ۳-۱ اکتوبر کو میرے پاس آئی۔ وہ مشکل سے رنگ کرڈ سپنسری میں پہنچی۔ ۶ ہفتے سے گھر پر علاج ہو رہا تھا۔ بخار ۱۰۰ درجے تھا۔ اسے ڈروسرا -30 دی گئی۔ ڈروسرا سے وہ کافی ٹھیک ہوگئی۔ ڈروسرا کی خوراک کا ۲۷-۱ اکتوبر، ۱۲ دسمبر اور ۹ جنوری کو اعادہ کیا گیا۔

۳۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو اسے ہسپتال میں رکھ کر اس کے ٹانسلز کا آپریشن کیا گیا۔ اس سے اس کے حلق میں شدید سوزش پیدا ہوگئی۔ آنکھوں سے پانی بہنے میں شدت پیدا ہوگئی اور نظر پہلے

بھی خراب ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ٹانسلز میں چھپے ہوئے جرثومے آپریشن کے نتیجہ میں آزاد ہو گئے۔ سکول ڈاکٹر نے اسے ماہر امراض چشم کے پاس بھیجا، اس کا خون چیک کیا گیا، اسے سفلیٹک کے انسدادی علاج کا مشورہ دیا گیا۔ بچی کی خوش قسمتی تھی کہ والدین نے یہ مشورہ نہ مانا۔

مریض کا سکول کے حکام کی طرف سے مسلسل پیچھا کیا جا رہا تھا۔ صورت حال کی تمام ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں نے اسے آنکھوں کے ہومیو ہسپتال بھیج دیا۔ جہاں انہوں نے سیاہ رنگ کے شیشے تجویز کیے۔ اس طرح وہ آنسوؤں سے نجات پا گئی اور گلیوں میں چلنے کے قابل ہوئی۔

۲۱ مئی ۱۹۳۶ء

اسے سفلی پس منظر کی وجہ سے ہیپر سلف 30 دی گئی۔ اسے آسانی سے سردی لگ جاتی تھی، خاص طور پر شمال مشرقی طوفان اسے گھیر لیتا، وہ گھر پر بہت شوخ تھی۔

آپ نے دیکھا کہ دو سال کے علاج نے اس کے اعصابی مزاج کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔

ستمبر ۱۹۳۶ء اسے گاہے بگاہے ہیپر سلف 30 دی گئی۔ اس کے دائیں گھٹنے میں سوزش ہو گئی۔ گھٹنہ بہت حساس، درد، سختی، گرمی اور سرخی کافی تکلیف دہ تھیں۔ اسے بستر میں آرام کی ہدایت کی گئی اور ڈروسرا 30 دی گئی۔ اس سے گھٹنے کے جوڑ کی سوزش گرفت میں آ گئی۔

۱۸ اکتوبر ۳۶ء

دایاں گھٹنہ بائیں سے ایک تہائی بڑا محسوس ہوتا تھا مگر اس کے باوجود وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اس کا وزن ۱۱ پونڈ بڑھ چکا تھا۔

۱۴ جنوری ۱۹۳۷ء

دایاں گھٹنا ابھی تک سخت اور سوجا ہوا تھا۔ ڈروسرا-30- بد قسمتی سے اسے ایک بار پھر سکول کے وزٹنگ ڈاکٹر نے دیکھا۔ وہ اس کا جسمانی معذوری سے سال بھر سے علاج کروا رہی تھی۔ اسے سفلی علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کرنے کا حکم دیا گیا۔ میں نے اسے ہومیو ہسپتال میں گھٹنے کے ایکسرے کے لیے بھیج دیا۔ ایکسرے سے ہڈی کا کوئی نقص معلوم نہ ہو سکا۔

سلیکا 30 دی گئی۔ جس سے گھٹنے کی سختی بہتر ہوئی۔

مئی ۳۷ میں ہومیو ہسپتال کے آنکھوں کے سرجن نے اسے دیکھا۔ اس نے سفلی نوسوڈ کی مزید خوراکیں تجویز کیں۔

۳ جون ۱۹۳۷ء

دائیں گھٹنے میں درد نہیں تھا مگر وہ ابھی تک سوجا ہوا تھا۔ یہ بائیں گھٹنے سے آدھا انچ

زیادہ تھا۔ وہ اب سردی کا بہتر طور پر مقابلہ کرسکتی تھی۔ ٹیوبرکولینم 30

١٧ جون ١٩٣٧ء

تمام جسم پر بھورے رنگ کے مسے پیدا ہو گئے۔ جلدی خارش سطح پر آ گئی۔ ٹیوبرکولینم نے اسے باہر کی طرف پھینک دیا۔ تھوجا 30 دی گئی جس کے بعد نزلہ کے لیے بعض دوائیں دی گئیں۔

١٦ جولائی

ابھی تک بہت زرد، چہرے کے بل سو جاتی ہے، یہ خارشی مزاج کی ایک سائیکوٹک علامت ہے۔ میڈورینم 30

٢ ستمبر ٣٧

آنکھوں میں روشنی سے حساسیت اور دائیں گھٹنے میں سوزش ختم ہو گئی، مگر دائیں ٹخنے میں سوجن اور درد، جوتا باندھ نہیں سکتی تھی، دایاں بازو گرم اور سوجا ہوا تھا۔

١٦ ستمبر

دائیں ٹخنے اور پاؤں میں سختی، چلنے پر تکلیف میں شدت، رسٹاکس-30 دن میں تین بار۔

٣٠ ستمبر

ٹخنے کی سوزش میں کمی، درد ختم، رسٹاکس بدستور۔

١٧ اکتوبر

آنکھیں، تیز روشنی کا سامنا کرسکتی تھیں۔ آنکھوں میں پانی بہنا بند ہو گیا، خوف اور پریشانی دور ہو گئی۔ طبیعت میں سکون تھا۔ تکلیف دائیں سے بائیں منتقل ہوئی۔ اس وجہ سے لائکو پوڈیم 30 دی گئی۔

٤ نومبر ١٩٣٧ء

ٹانگ میں درد نہیں مگر چلنے میں سختی محسوس ہوتی، وہ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتی۔

اس کی چیزوں میں دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ لائیکوپوڈیم بدستور۔

٢٥ نومبر ١٩٣٧ء

سکول کے ایک اور نام نہاد سپیشلسٹ نے دیکھا اس نے جوڑوں کا مرض تشخیص کیا۔ اس نے قرار دیا کہ دل کا زخم ٹھیک ہو چکا ہے۔ (اس نے یہ فائنڈنگ سابقہ پوزیشن اور ٹیسٹ رپورٹس دیکھے بغیر دی) ایک بار پھر میں نے اسے جوڑوں کے ایک دوسرے ہسپتال میں جانے سے منع کر دیا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۳۷ء

ابھی تک بہت زرد، اڑھائی سال میں وزن کا ۱۸ پونڈ اضافہ، بیسل سائیکوٹک-30

۱۰ فروری

بہتر محسوس کرتی، کھانے کے بعد پیٹ میں درد، تھوجا-30، اس کے بعد نزلہ چلنے لگا، چھینکیں ناک سے بہاؤ۔

۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء

اس کی ماں نے بتایا کہ آنکھوں کی خرابی ۱۹۳۴ء میں چیچک کے بعد سامنے آئی۔ پچھلے ریکارڈ سے یہ درست ثابت ہوا۔ چونکہ اسے چکنائی اور پیاز کے بعد ہیضہ کا رجحان تھا۔ اسے پلساٹیلا-30 دی گئی

۱۳ مارچ ۱۹۳۸ء

بہت اچھی پیش رفت، ہیضہ ختم ہوگیا۔ اب پیاز اور چکنائی ہضم ہونے لگی۔ گھٹنہ بھی سخت نہیں رہا اس کی سوزش ختم ہوگئی۔ اب سکول میں وہ بہتر پوزیشن میں تھی۔

۱۲ جولائی ۱۹۳۸ء

گھٹنے اور ٹخنے کی سختی کئی ہفتے سے ختم تھی۔

اپریل ۱۹۳۸ء کے بعد وزن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ بیسل سائیکوٹک-30 دینے تک بہت زرد تھی۔

یکم ستمبر ۱۹۳۸ء

۴ سال کے عرصہ میں پہلا اگست اچھا گزرا۔ آنکھیں بہتر ہو رہی تھیں۔ دائیں گھٹنے اور پاؤں میں اب کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ایک سال میں وزن میں ۹ پونڈ کا اضافہ، بیسل سائیکوٹک 30-سکول حکام نے لندن سے ڈائم چرچ بھیج دیا۔ یہ اقدام جنگ کے پیش نظر کیا گیا۔

۶ اکتوبر کو واپس آئی، ایک مہینہ وہاں رہ کر آئی، ۲ پونڈ وزن کم ہوا طبیعت ابھی بہت نازک تھی، گھر والوں سے اور دوائی سے نفرت، بیسل سائیکوٹک-30

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء

واپس گھر آنے کے بعد ایک ہفتہ میں اڑھائی پونڈ وزن کا اضافہ ہوا۔ اندازہ کریں کہ وہ اپنے گردو پیش سے کتنی حساس اور گھر سے کتنی وابستہ تھی۔ بیسل سائیکوٹک-30 اس کی عام حالت بہتر ہوئی۔

۱۶ فروری ۱۹۳۹ء

سال میں ۱۱ پونڈ وزن کا اضافہ آنکھوں میں کوئی خاص تکلیف نہیں تھی۔ وہ بینائی سے بالکل محروم تھی مگر اب آسانی کے ساتھ پڑھ سکتی ہے۔

۲۲ جون ۱۹۳۹ء

دائیں گھٹنے اور پاؤں میں کوئی تکلیف نہیں، نظر بہتر ہو رہی ہے، بیسل سائیکوٹک 30۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور وہ دیکھنے میں نہ آئی، البتہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۰ء کو دیکھا تو اس کے گھٹنے یا پاؤں میں کوئی سوجن نہیں تھی۔ نظر آہستہ آہستہ مسلسل بہتر ہو رہی تھی۔ وزن ۸۰ پونڈ تھا جو کہ بالکل نارمل ہو گیا تھا۔ اب ساڑھے گیارہ سال عمر، اب وہ ایک عام سکول میں جا رہی تھی۔ اس کے سکول کے حالات خوب تھے۔

۲ مئی ۱۹۴۰ء کو آنکھوں کے سرجن نے دیکھا تو عام صحت بہت بہتر تھی۔ نظر ٹھیک البتہ قرنیہ پر کچھ جالا سا تھا۔

۵ سال سے یہ مریض میرے زیر علاج تھا۔ دوران گفتگو خاندانی ہسٹری کا یہ دلچسپ پہلو سامنے آیا۔ اس کے دادا کی موت گرنے سے واقع ہوئی۔ اس کی ماں نے بتایا کہ وہ جوڑوں کے پٹھوں کے عدم توازن کا شکار تھا۔ یہ وہ تعلق تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔ اس وجہ سے بچی پیدائش سے ہی سفلی تشنج، قریباً اندھے اور سوکھے پن میں مبتلا تھی۔ اس صورت میں تیز اور گہری ایلوپیتھک دواؤں کی ضرورت نہ تھی۔ قلیل خوراکیں دی گئیں اندھا پن ختم ہو گیا، اگرچہ اس کی نظر مکمل طور پر بحال نہ ہوئی۔ سالوں پرانی مرض کس طرح ٹھیک ہوتی۔ ہومیو علاج سے گہری سوزشی شکایات اوپر سے نیچے اور اندر سے باہر کی طرف جاتی ہیں۔

شدید قسم کی گہری سوزش آنکھ جیسے اندرونی عضو میں شروع ہوئی جو کہ بعد میں سوجن میں بدل گئی۔ پھر کم اہم اعضاء میں دائیں گھٹنے کے جوڑ میں پہنچی۔ بعد ازاں یہ درد ٹخنے میں آئی، لیکن اس دوران عام صحت بہتر ہوتی گئی۔ نفسیاتی کیفیات میں بھی بہتری آئی۔ غیر مستحکم اور نازک مزاجی میں فرق پڑا اور سیکھنے کی صلاحیت بہتر ہوئی۔ ہومیوپیتھی کا یہ کمال ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ سفلی امراض میں اچھے ہومیو معالج بھی علاج سے گریز کرتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ ایسے امراض میں ایلوپیتھی علاج کرنا چاہیئے۔ اس کے لیے آرسینک اور بسمتھ سالٹس استعمال کرائے جاتے ہیں۔ اس کیس سے ثابت ہوتا ہے کہ سفلس یا کوئی ایسا مرض جو بہت گہرا اور شدید ہو، وہ بھی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی ٹیکے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بے آرامی کا کوئی موقع آتا ہے۔

ایک مزید پیش رفت ہوئی۔ جون ۴۰ کے شروع میں سکول کے ڈاکٹر نے چہرے اور

ماتھے پر پھنسیاں نوٹ کیں۔ یہ بہت تیزی سے پھیلیں۔ جب میں نے دیکھا تو اس کی بائیں جانب پوری طرح پھنسیوں کی زد میں تھی۔ یہ پھنسیاں ناک اور ٹھوڑی تک پھیل گئیں۔ ان کی شکل داد جیسی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس کی وجہ گھر میں بلی کے بال تھے۔ داد کا دو ہفتے تک علاج ہوا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر مجھے بیسی لائینم دینا پڑی لیکن یہ دوائی میرے پاس موجود نہ تھی۔ چنانچہ میں نے ٹیوبر کولینم 30 دی۔ اس کی ایک خوراک داد کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوئی۔ پھر میں نے یہ دوائی ایک ہفتہ تک استعمال کروائی۔ اس کے بعد چہرہ صاف ہو گیا، داد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ بچی آسانی سے پڑھ سکتی تھی حتیٰ کہ باریک تحریریں پڑھ لینا بھی اس کے لیے مشکل نہ تھا۔

یقیناً ایسا دن آئے گا کہ جب ہومیو پیتھی کی تعلیم کا سرکاری سطح پر اہتمام کیا جائے گا اور مزمن امراض اور خرابی صحت پر قابو پا لیا جائے گا۔

ہومیو علاج اور جلدی امراض

١

۱۸ جون ۱۹۳۵ کو مزدور طبقہ کی ایک خاتون اپنی سات سالہ بیٹی کو لے کر آئی۔ اس کے چہرے پر پھنسیاں تھیں۔ وہ عمر سے بڑی لگتی تھی۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کی مرہم کی تہ چڑھائی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا علاج کے لئے لائی گئی ہے۔ اس کی ماں نے جواب دیا کہ وہ ایک مشہور جلدی ہسپتال سے علاج کروا رہی ہے۔ اس کے بعد تمام بند ٹوٹ گئے اور لڑکی اور اس کی ماں رونے لگے۔

وہ رو کر اپنا دل ہلکا کر چکے تو اس نے بتایا کہ جلدی مرض پانچ ماہ کی عمر میں شروع ہوا جو کہ مسلسل ہے۔ اس عرصہ میں اس نے قرب وجوار کے تمام ہسپتال آزما لئے ہیں۔ ان میں تین بڑے ہسپتال بھی شامل ہیں جن کے ساتھ میڈیکل سکول بھی ہیں۔ جلدی امراض کے خصوصی ہسپتال بھی اس نے نہیں چھوڑے۔ شمسی، شعاعی علاج کے علاوہ وہ علاج کی غرض سے مہینوں تک ساحل سمندر پر گزار چکی ہے۔ پچھلے ہفتے ماہر امراض جلد نے کہا کہ یہ مرض عمر بھر رہے گی۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہمیشہ علاج کرنا پڑے گا۔ کوئی نہ کوئی مرہم مستقلاً لگانا ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ آخر کس مقصد کے لئے؟ کول تار کی طرح کی بدرنگ اور بدبودار مرہم لگانے کا کوئی فائدہ۔ ہونٹ اور کان کی پشت پر اس کی موٹی تہ چڑھائی جائے تو آخر کس لئے؟ عمر بھر دوا کرنے کو علاج کہنا تعجب کی بات ہے۔ یہ بیماری کو دائمی کرنے کے علاوہ کیا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ آخر کیوں۔

میں تو ایسی پھنسیوں کی پرواہ بھی نہیں کرتی۔ اس سے اس کی شکل وشباہت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہوتا تھا۔ البتہ کول تار کی سیاہ مرہم نے اسے بدصورت بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

مریضہ کو اب اس عمر میں اپنی شباہت کا شعور ہو چکا ہے، اسے سکول میں بدشکلی کی وجہ سے زچ کیے جانے کا احساس ہوا۔ اس طرح اب وہ اپنی بیماری سے بے حد پریشان تھی۔ اس کی پریشانی کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے علاج کی پیشکش کر دی، بشرطیکہ کافی عرصہ یہ علاج کیا جاتا رہے۔ میری یہ پیش کش شاید عملی لحاظ سے جلد بازی میں تھی۔

اس کی ماں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آیا وہ صحت یاب ہو سکتی ہے مگر اس کے باوجود

علاج کا موقع دینے پر آمادہ تھی۔
لڑکی موٹی اور مضبوط تھی۔ زرد رنگت، لیس دار جلد، منہ کے گرد ایک گول چھلکے دار پھنسی اور اسی طرح کی ایک پھنسی کہنیوں اور گھٹنوں کی پشت پر تھی۔ یہ سب خراش دار تھیں اور ان سے خون رستا تھا۔ یہ گریفائٹس کی مخصوص خارش تھی ۲۰ جون کو گریفائٹس-30 دی گئی اور ہر قسم کی مرہموں کا استعمال منع کر دیا۔
۲۷ جون کو خون رسنا بند ہو گیا، البتہ رات کو سوزش زیادہ ہو جاتی۔
۴ جولائی۔
کہنیاں صاف، دلکش۔ بایاں گھٹنا مندمل ہو گیا۔ چہرہ بالکل صاف، گذشتہ سال میں پہلی بار جلد صاف ہوئی۔
۱۱ جولائی۔
ہونٹ پھٹے ہوئے، گریفائٹس-30 ایک خوراک۔
۵ ستمبر
جولائی سے ہی جلد بہتر ہو رہی تھی۔ جلد کی سختی ختم ہو گئی۔ اس کی ماں کہنے لگی کہ اس نے ایسا اچھا وقت تو کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔
۱۹ ستمبر۔
چہرے پر جلد پھر خراب ہو گئی۔ بچی سکالرشپ کے لئے جا رہی تھی۔
۲۴ اکتوبر
چہرہ صاف۔
تمام تر سردی میں مارچ ۳۶ء تک تمام جسم اور جلد صاف رہی۔ خون کا رسنا، خراشیں اور منہ کے گرد جلد دوبارہ موٹی ہونے لگی۔ گریفائٹس-30 کی ایک اور خوراک۔
۲۱ مئی ۳۶ء
اسے چیچک ہونے لگی، اس کے لئے اسے اینٹم ٹارٹ، صبح و شام دی گئی۔ ہفتے کے اندر چیچک کے داغ صاف ہو گئے۔
۲۵ جون
کہنیوں اور گھٹنوں پر علامات کی معمولی واپسی۔ گریفائٹس 30 کی۔ ہر رات ایک خوراک۔
۹ جولائی۔
جلد پھر خراب ہو گئی۔ شاید گریفائٹس کے ردعمل کے بعد ۲۳ جولائی کو چہرہ اور گھٹنے مزید

صاف ہو گئے۔

۳ ستمبر ۳۶

بہت تھکی ہوئی، سارا دن لیٹی رہتی، ساحل سمندر پر سورج کی شعاعوں اور سمندری نمکیات کے اثر سے آنکھوں کی پلکیں سوزش زدہ ہو گئیں، کہنیاں اور گھٹنے سرخ، گریفائٹس 1m ۔

۱۲ ستمبر ۳۶ء

بہت بہتر تھکان میں کمی، آنکھیں ٹھیک۔

۱۷ ستمبر ۳۶ء

تھکاوٹ میں کمی اب لیٹی نہیں رہتی، جلد بہتر ہے خوشی محسوس کرتی ہے۔ ۲۷ مئی ۳۷ء تک مزید علاج کی ضرورت نہیں۔ مزید آٹھ ماہ تک وہ بالکل ٹھیک رہی۔ اس کے بعد منہ کے گرد خراشیں محسوس ہوئیں۔ اگرچہ بچی سولہ سال کو پہنچ رہی تھی مگر حیض شروع نہیں ہوا تھا۔ ۲۵ جون کو گریفائٹس۔ 30، ہر رات ایک خوراک۔ چند خوراکیں دی گئیں۔ جون کے آخر پر پہلی بار ماہواری آئی (گریفائٹس کے مریض کو اکثر ماہواری تاخیر سے آتی ہے اور کم آتی ہے) یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ دوائی درست ہے۔

۹ ستمبر ۳۷

جلد کی تکلیف دوبارہ واپس آ گئی۔ چہرے کی بدنمائی کی وجہ سے مریضہ بہت پریشان اور روتی تھی۔ جون کے بعد سے ماہواری نہیں ہوئی۔ سردی محسوس کرتی ہے۔ حالت قابل رحم ہے، سخت دباؤ میں ہے۔ گریفائٹس 30 (۳ خوراکیں) سے تیزی کے ساتھ افاقہ ہوا۔ نومبر کے شروع میں ایک مزید ماہواری ہوئی۔ اس کے بعد ماہواری باقاعدہ ہو گئی اور درد اور بے آرامی جاتی رہی۔

۹ مارچ ۱۹۳۸ء

چہرہ ٹھیک، جلد نرم اور ہموار

۱۶ جون ۳۸۔

منہ کے گرد جلد موٹی، خراشیں، جن سے خون رستا تھا۔ گریفائٹس-30- تکلیف کی دوبارہ کوئی علامت نہیں۔ دوائی کے ایک ہفتہ بعد ماہواری آ گئی۔

۲۹ اکتوبر ۹۳۸ء

خارش والی پھنسی، کہنیوں کے جوڑوں پر خارش، کھنی جمپر پہننے کی وجہ سے تین ہفتوں سے خراب۔ گریفائٹس۔30، ۳ خوراکیں۔

۲ مارچ ۳۹ء

چہرے پر معمولی سا کھردرا پن اور خراشیں، میک اپ استعمال کرنے کے بعد

گریفائٹس-30

۱۳جولائی ۳۹ء-

ماہواری میں باقاعدگی بغیر تکلیف کے کہنی پر جلدی تکلیف گریفائٹس-30(۳ خوراکیں ۲۴ گھنٹے میں)

۱۰مہینے سے جلد بالکل صاف ہے اور مریضہ خوش ہے۔

اسے کس چیز سے بچایا گیا؟

جلد پر کوئی مرہم یا لوشن یا کوئی دوسری چیز نہیں لگائی گئی- مقامی طور پر بدصورت بنانے والی مرہموں کا پانچ سال تک بے فائدہ استعمال ہوا لیکن ہمارے علاج میں ایک بار بھی ایسی مرہموں کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ ہومیو پیتھک دواؤں کی چند خوراکوں نے خوب کام کیا۔ وہ اب قریباً۱۹سال کی تھی-کام میں مصروف اور خوش رہتی ہے۔

عام آدمی کے لئے جلدی مرض قابل نفرت ہے اور معمول کا علاج کتنا ناخوشگوار ہے۔ اس کے مقابلے پر ہمارا طریقہ علاج بہت خوشگوار ہے۔ جلدی مرض کسی اندرونی خرابی کی بناء پر ہوتا ہے۔ زمین کی تہ کے نیچے خرابی کے اثرات سطح زمین پر ظاہر ہوتے ہیں- جلدی پھنسیوں میں لوشن اور مرہم استعمال نہیں کرنا چاہیئے ۔ اس سے حقیقی تکلیف دب جاتی ہے اور خلیوں کے کام میں مداخلت ہوتی ہے-بعض ڈاکٹروں کے نزدیک یہ ایک اونچا تصور ہے مگر حقیقتاً اس کی صداقت بار بار ثابت ہوئی ہے۔ جلدی تکالیف کا علاج اندرون سے بیرون کے رخ پر کیا جانا چاہیئے ۔اس میں طویل وقت لگتا ہے مگر یہ کوشش دیرپا اور قابل قدر ہوگی-

یہ خیال نہ کریں کہ گریفائٹس ہر جلدی تکلیف میں کام کرے گی۔ ہر مریض کے لئے مریض کی فطرت ، مزاج اور تکلیف کی نوعیت کے لحاظ سے دوائی تجویز ہوگی۔ اس میں جلد پر حرارت اور پانی پر ردعمل ، خون یا مواد کا رساؤ ، خارش ،سوزش جیسی علامات کا لحاظ رکھے بغیر صحیح دوا کا انتخاب مشکل کام ہے۔ چہرے کی خارش اور پھنسیاں سکول کے طلباء میں عام ہیں ۔خاص طور پر غریب طبقوں میں ان کے علاج میں بعض اوقات ہفتے لگ جاتے ہیں۔

میرا تجربہ ہے کہ انٹم ٹارٹ-6 طاقت یا 30 طاقت میں بغیر مقامی دواؤں کے لگانے سے کھرنڈ اور سڑاند ختم کر دے گی ،البتہ خشک کرنے کے لئے پاؤڈر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چھلکے اتارنے کی کوشش نہ کریں ،ان کو خشک ہونے دیں ،ان کو ہوا لگنے دیں ، پٹی کے بغیر میں نے کئی بار ہفتے کے اندر اندر ایسی تکالیف کا علاج کیا ہے۔ بعض حالتیں بہت خراب ہوتی ہیں اور چہرہ خراب ہو چکا ہوتا ہے ، کان بھی خراب ہوتا ہے ، میں نے انٹم ٹارٹ کو سلفر سے بہتر پایا ہے۔سلفر کی مرہم بھی

جلدی پھنسیوں پر نہ لگائیں- یہ اپنی مخصوص پھنسی کو جنم دیتی ہے۔

اس موقعہ پر مجھے ایک خاتون کا ایک اور جلدی کیس یاد آ رہا ہے- یہ خاتون دھوبی خارش میں مبتلا تھی -اسے یہ تکلیف کئی سال سے چلی آ رہی تھی - اس کی دونوں ہتھیلیوں پر شدید خارش تھی- یہ بیماری گرم علاقوں میں پیدا ہوتی ہے- اڑھائی سال سے لندن ہسپتال سے علاج کروایا جارہا تھا- علاج میں دیگر طریقوں کے علاوہ الٹراوائیلٹ ریز کا بھی استعمال کیا گیا- اس سے ہاتھوں کی خارش ختم ہوگئی مگر چھالوں کی فصل اگ آئی - اس طرح چھالے اور چھالوں کے بعد پھنسیوں کا سلسلہ چل پڑا- پھر ہاتھوں پر خراشیں جن سے خون رستا تھا- دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کا ناخن انتہائی بدصورت ہو چکا تھا - انگلی کا ناخن بار بار گر جاتا تھا- کانوں کی پشت پر بھی خارش اور جلن ہو رہی تھی- پیٹرولیم -30 دی گئی- زیتون کے تیل کے سوا لگانے کی ہر چیز سے منع کر دیا گیا۔

ایک ہفتہ بعد اس کے ہاتھوں پر خراشیں گہری ہوگئیں ۔ رات کو بستر میں خارش زیادہ، بائیں ٹخنے کے جوڑوں میں درد، سلفر 30

معمولی بہتری، سلفر سے رات کے وقت خارش کچھ قابل برداشت ہوگئی۔

دو ہفتے بعد دائیں کندھے پر چھالہ پیدا ہوگیا- ٹارنٹولا کیوبینس 30 سے یہ چھالہ ختم ہو گیا- مواد نکلے بغیر ہی چھالا خشک ہوگیا۔

ایک ہفتہ بعد جوڑوں کی حاد تکالیف ، دونوں ٹانگوں اور ٹخنوں میں درد، چلنے کے لئے چھڑی کا سہارا ضروری ہوگیا- رسٹاکس 6 اور برائیونیا ادل بدل کر ۴ گھنٹے بعد۔

ایک ماہ بعد دیکھا، ہتھیلیاں تین ہفتے سے صاف تھیں، جوڑوں کی تکلیف بھی ختم ہوگئی۔ جلد کی تکلیف جو اڑھائی سال سے ماہرانہ علاج کے باوجود جاری تھی۔

یہ تکلیف چھ ہفتے میں چند مطلوبہ دواؤں سے درست ہوگئی۔

نو مہینے سے دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی تھی - انگلی کا ناخن بھی ٹھیک رہا - جوڑوں کی تکلیف پر مریض کو مشورہ دیا گیا کہ وہ خصوصی علاج کیلئے ہکس ٹن یا دراٹ وچ جائے - رسٹاکس اور برائیونیا نے اسے بالکل درست کر دیا- اسے پھنسیوں کے مواد کا تجزیہ کروانے کا کہا گیا مگر اتنی دیر میں تکلیف ختم ہوگئی - مجھے معلوم نہیں کہ یہ گرم علاقہ کی بیماری ہے ۔حقیقی تشخیص میں نہیں جانتی تھی- مریض اور معالج دونوں نتائج سے مطمئن تھے ۔یہ بات کافی ہے۔

جلدی تکالیف میں ہمارا طریقہ کار زیادہ پرکشش ہے ۔ اس کے مقابلے پر مرہمیں اور ٹیوبیں لگانا کتنا بھدا طریقہ ہے ۔ نتائج کے لحاظ سے ہمارا طریقہ بہتر ثابت ہوا ۔ علاج ہمارے اصول اور قانون کے مطابق ہونا چاہیئے۔

مجھے تکرار کی اجازت دیں ۔ ۱۳ سالہ لڑکی جلدی تکلیف سے بدنما ہو چکی تھی چوٹی کے سپیشلسٹوں نے کہ دیا کہ اس کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا - اسے اس مرض کے ساتھ ہی گزارا کرنا پڑے گا۔ ہومیو علاج کی ابتدا کے ساتھ ہی اسے افاقہ شروع ہو گیا، گریفائٹس سیاہ سکے سے بنتی ہے۔ یہ سکہ پنسلوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ اس کی بڑی مقدار داد اور خارش پیدا کرتی ہے، اگر یہ علامات بیمار میں ہوں تو اس دوا کی قلیل مقدار اسے شفا دے گی۔ یہ شفا تیزی، نرمی اور بغیر درد کے ہوگی۔ اس مریض کو علاج کے ۵ سال بعد تک بھی زیر مشاہدہ رکھا۔ اسے دوبارہ تکلیف نہ ہوئی ۔ اگر کسی وقت معمولی تکلیف ہوئی تو دوا کی چند خوراکوں سے وہ فوراً ختم ہو گئی۔

چہرے کی خارش اور پھنسیوں میں مہینوں تک علاج کی ضرورت ہے۔ اس دوران سکول سے اخراج ہو جائے گا۔ ٹارنٹولا ایمی ٹک سے ہفتہ کے اندر شفا ہو جائے گی۔

لاکڑا کاکڑا چند دن کے علاج سے ٹھیک ہو سکتا ہے - کوئی داغ، خارش، خراشیں یا کوئی نشان باقی نہیں رہتا - اسے معمولی مرض خیال کیا جاتا ہے جو بغیر علاج کے ختم ہو جاتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اگر لاکڑا کاکڑا سے لاپرواہی کی جائے تو یہ خطرناک بھی ہے۔ پچھلے ہفتے ہی ایک لڑکی اس مرض میں لاپرواہی کی وجہ سے موت کا شکار ہوئی۔ مسلسل زیر علاج رہی، داغ مٹ گئے مگر وہ بیمار محسوس کرتی رہی۔ اس کی کبھی تشخیص نہ ہوئی۔ فولاد کے ٹانک اور malt دیا گیا۔ اسے ہسپتال داخل کیا گیا، دو دن کے بعد وہ مر گئی - پوسٹ مارٹم سے معلوم ہو کہ اسے تپ دق تھی۔

بلاشبہ وہ جنگ میں انخلائے آبادی کا شکار ہوئی - اس کا ہومیو علاج تسلی بخش طور پر ہو رہا تھا - وہ دبلی پتلی تھی، مگر اس کا وزن بڑھنا شروع ہو گیا - اسے ٹیوبرکولینم 30 جون ۱۹۳۹ء میں دی گئی - اسے ڈروسرا بھی دی گئی اور اس کا بہت فائدہ ہوا۔ ستمبر میں اسے ڈینان بھیج دیا گیا - دسمبر میں دیکھا گیا تو وہ بہت بہتر حالت میں تھی۔

وہ مغربی انگلستان واپس چلی گئی ۔ اسے لاکڑا کاکڑا ہوا - اس سے لاپرواہی برتی گئی - اس طرح تپ دق نے اپنا زور دکھایا اور وہ مر گئی - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہانیمن کے کہنے کے مطابق ڈروسرا تپ دق سے بہت متعلق ہے - لاکڑا کاکڑا ہونے سے پہلے وہ ٹھیک تھی۔

مجھے لاکڑا کاکڑا کا ایک اور کیس یاد ہے بچہ نڈھال اور شدید بیمار نظر آتا تھا - اسے دس دن سے اونچا بخار تھا - ایلوپیتھی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا - میں نے اسے سیلیکا دی اور ہفتہ بھر میں وہ ٹھیک ہو گیا۔ جلدی امراض میں ہومیو علاج بہت اچھا ہے - اس میں وقت لگتا ہے - اس کے لئے گہرا اور ٹھوس علم و تجربہ چاہیئے، ڈاکٹر کو بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔

متعدی امراض کی بعض پیچیدگیاں

متعدی امراض زیادہ تر بچوں میں ہوتے ہیں لیکن بڑے بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ان امراض کو ہومیو ہسپتالوں میں میونسپل حکام کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اور ہومیو معالجین کو ان امراض میں علاج کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی ایسے مریض کو گھر میں رکھ کر ہی ہومیو طریقہ سے علاج کرانے پر آمادہ ہو۔ ہاں، اگر اسے کافی ہومیو علم ہے اور اسے یقین بھی ہے تو ایسے مریض کو انتہائی کم وقت میں صحت ہو جائے گی۔ یہ بھی فائدہ ہو گا کہ وہ ایلوپیتھی علاج سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے محفوظ رہے گا۔ میں نے اس صداقت کو بار بار ثابت کیا ہے۔ اب میں حاد امراض کے کیسوں کو عام طور پر نہیں دیکھتی۔ میں ان کے بعد کے اثرات کو چیک کرتی ہوں۔ یہ جملہ اکثر سننے میں آتا ہے:

''بچہ سرخ بخار یا خناق کے بعد کبھی ٹھیک نہیں رہا''۔

چیچک، سرخ بخار کے بعد کی لاغری، دل کی تکلیف، کمزوری عام ہے۔ اس کے علاج کے لئے تبدیلی آب و ہوا کو کافی سمجھا جاتا ہے لیکن اگر لاغر پن اتنا زیادہ نہیں تو فولاد کی گولیاں یا مکسچر یا اس طرح کے ٹانک دیے جاتے ہیں۔

اس طرح کا ایک کیس میں نے کچھ عرصہ پہلے دیکھا۔

۲۸ جنوری ۱۹۳۷ء

بارہ سال کی پتلی زرد بچی میرے پاس کھانسی کے علاج کے لیے لائی گئی۔ کھانسی گہری اور خشک تھی، کھانستے وقت معدے تک کھچاؤ پیدا ہوتا۔ وہ ہمیشہ تھکی تھکی رہتی۔ ست، کام کرنے سے بیزار، باہر بھی جانا اور کھیلنا بھی نہیں چاہتی، سرخ بخار کے بعد دل کی تکلیف ہوئی۔ یہ بخار اسے مئی ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ معائنہ پر معلوم ہوا کہ دل کچھ پھیلا ہوا ہے۔ دل کے خانے میں ہر دوسری آواز پر زور ہے۔ اس کا رنگ بالکل سفید جیسے خون سے بالکل خالی، البتہ ہونٹ سرخ ہیں۔

اس کا وزن ۷۸ پونڈ ہے۔ اسے سلفر 30 دی گئی۔ اس کی عام تھکاوٹ اور ظاہری حالت کے پیش نظر آرام کا مشورہ دیا گیا۔

۱۱ فروری ۱۹۳۷

رپورٹ یہ تھی کہ ابھی تک بہت تھکی رہتی ہے۔حالت تبدیل ہوتی رہی۔ تیز چلنے پر تھکن ،اس کی ماں نے بتایا کہ وہ سرخ بخار کے بعد کبھی درست نہیں ہوئی۔ تھوجا 30۔

۱۸ فروری

اس ہفتے میں بہتر۔ اتنی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی - سکول جانے کے لئے بے چین وزن میں ۲ پونڈ کا اضافہ۔

۴ مارچ

تھکاوٹ میں کمی ، کھانا بہتر، سکول سے کئی ہفتوں کے لئے خارج کر دیا گیا تھا۔ تھوجا 30۔

۱۸ مارچ

بہتر ،آرام کم کر دیا ہے تیز چلنے سے اب کوئی شکایت نہیں۔ وزن میں مزید ۳ پونڈ اضافہ،اس کی وجہ آرام اور صحیح دوا تھی ۔غذا میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی -غریب لوگ دودھ اور انڈوں کی مزید مقدار نہیں لے سکتے۔

18 اپریل 37ء

بہتر، سانس کی تنگی ختم، رنگ بہتر دل کا پھیلاؤ ختم ہو گیا' آواز نارمل'سکول جانا شروع کر دیا' وزن بہتر' تھوجا 30-

تیرہ ماہ تک غائب۔

12 مئی 38ء

کو تیراکی کے بعد کھانسی میں مبتلا ہوئی کھانسی کی وجہ سے لائی گئی ،اسے پہلی بار حیض دسمبر 37ء میں آیا -حیض ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ پلساٹیلا 30 دن میں تین بار-

19 مئی 38ء

وزن میں سولہ ماہ کے علاج کے دوران 15 پونڈ اضافہ ہو چکا ہے-

19 جولائی 38ء

اس کی ماں نے مجھے بتایا کہ بچی کی صحت بہت شاندار ہو گئی ہے ۔اس کے حیض بھی باقاعدہ ہیں۔

15 ستمبر 38ء

اسے خراب گلے کے لئے لایا گیا - ٹانسلز کے دونوں طرف السر تھے ،گرم مشروب سے افاقہ، گلے کی خرابی دائیں جانب سے شروع ہوئی، نگلنے سے تکلیف اور درد میں شدت' دل

میں کوئی بات غیر معمولی نہیں، دونوں سے بستر میں بند ہے۔ لائیکو پوڈیم 30۔

22 ستمبر 38۔

سردی ختم ہوگئی، گلا چوبیس گھنٹے میں صاف، اپنے آپ کو اچھا محسوس کرتی ہے۔ وزن میں دس پونڈ مزید اضافہ، یہ اضافہ حالیہ عرصہ میں ہوا۔ اس علاج کے جادو اثر ہونے کی یہ ایک مثال ہے۔ آپ دیکھیں کہ مزدور طبقے کا ایک بچہ جو لندن کے مضافات میں رہتا ہے، سارے عرصہ علاج میں تبدیلی آب وہوا کے بغیر، عام مزدور طبقے والی معمولی غذا، کے ساتھ علاج کیا گیا۔ علاج سے پہلے کیفیت اتنی پریشان کن تھی کہ اسے دو سال تکلیف کے دوران اس نے کبھی اپنے آپ کو اچھا محسوس نہ کیا۔ اس کی بھوک ختم ہوچکی تھی، سکول چھوٹ گیا۔

اسے صرف سلفر اور تھوجا دینے کے سوا کوئی اور تدبیر اختیار نہ کی گئی۔

کیا اسے حادثہ کہا جائے گا؟ اس کی ماں بہتر جانتی ہے۔ اس نے علاج کی کھل کر تعریف کی، یہ گولیاں حیران کن ہیں؟ یہ بہت سستا علاج ہے۔ اگر ڈاکٹر ہومیوپیتھی کے بارے میں جان لیں اور اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے اس کے اطلاق کی مشقت اٹھالیں تو پبلک کا کتنا سرمایہ بچ سکتا ہے۔

چیچک کے بعد کی پیچیدگیوں کا ایک کیس۔

دسمبر 1935ء میں کان بہنا شروع ہوا۔ مہینہ بھر اس صورت حال میں گزرا۔ اسے پہلی بار 23 جنوری 1936 کو دیکھا۔ دایاں کان چھید چکا تھا، گلا ہوا۔ مریض بچہ ہے مگر خبطی مزاج، چکنائی کو ناپسند کرتا ہے، چیختا چلاتا رہتا ہے ہنگامہ کھڑا رکھتا ہے۔ پلساٹیلا عام حالت کے پیش نظر، دو ہفتوں میں کان صاف ہوگیا۔

24 جون 37

چہرے کی جلد کے نیچے داغ، دایاں کان خشک، پردے کے سوراخ میں داغ، دائیں آنکھ کے نیچے تل کا نشان، تھوجا۔ 30 چہرے کے داغوں کے لئے کوئی مقامی دوا نہ دی گئی۔ چند دن میں وہ خود بخود ختم ہوگئے۔

11 جولائی 1938ء

اس بار دانت نکلوانے کے بعد جریان خون پریشان کن صورت اختیار کر گیا۔ زخم کی حالت انتہائی خراب، منہ میں سخت بدبو اور سوزش تھی۔ دانت کی خالی جگہ سوزش زیادہ تھی۔ زبان پر موٹی تہ تھی، سانس بدبودار، بخار 99.8، دایاں کان کا پردہ ٹھیک تھا، آنکھ کے نیچے تیرہ ماہ پہلے دیکھا گیا، ختم ہوگیا۔

اسے مرکیورس 30 دی گئی۔ صبح وشام تین دن کے لئے۔

دو دن بعد دیکھا گیا منہ صاف اور ہموار تھا۔ السر ختم ہو گیا، مسوڑھوں کی سوزش بھی غائب ہو گئی۔ کوئی ماؤتھ واش دیا گیا اور نہ ہی کوئی دوائی لگائی گئی۔ ہومیو پیتھی تیزی سے کام کرتی ہے بشرطیکہ صحیح دوا دے دی جائے۔

اس کیس میں بھی میری خصوصی دلچسپی تھی، دائیں رخسار پر تل، تھوجا سے ختم ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ویکسی نیشن سے طویل عرصہ کے بعد تل پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں، مگر یہ بات واضح ہے کہ اس کیس میں تھوجا سے تل ختم ہو گیا۔ تھوجا کو ویکسی نیشن کے بداثرات کے انسداد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ میں نہیں کہ سکتا کہ تھوجا نے تل ختم کرنے کے لئے کتنا وقت لیا۔ اس پہلو سے میں نے بچے کو نہیں دیکھا۔ ایک سال میں کیس مکمل ہو گیا۔ کان سے بہنے والا مواد جو چیچک کے بعد شروع ہوا۔ ہفتے میں خشک ہو گیا۔ پلساٹیلا نے یہ کام اتنے تھوڑے وقت میں کیا۔ یہ دوا بچے کی علامات کے مطابق تھی۔ میرے علم میں بچوں کے ایسے کیس ہیں کہ جن میں چیچک کے بعد کانوں سے ڈسچارج سال ہا سال تک جاری رہا۔ ان کو اگر شروع میں ہاتھ میں لے لیا جائے تو بہت جلد رک جائیں۔

خناق ایک اور مرض ہے جس کے بعد صحت برباد ہو جاتی ہے۔ صحت کی یہ بربادی علاج کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ بیماری کی وجہ سے۔ البتہ بربادی صحت کی دوسری وجہ خون میں موجود زہریلے اثرات ہوتے ہیں۔ لیکن یہ واضح ہے کہ اگر اس مرض میں ہومیو علاج کیا جائے تو اس طرح کی پیچیدگیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ خناق کے بعد اعصابی معذوریاں باقی رہ جاتیں ہیں۔ مجھے ایک نوجوان خاتون یاد ہے۔ اس پر خناق کا ایک تیز اور مختصر حملہ ہوا۔ اس کے علاج کے لئے تریاقی ٹیکے لگائے گئے۔ اس سے خناق کا تو علاج ہو گیا مگر اس کی صحت خراب رہنے لگی، حالانکہ اس سے پہلے اس کی صحت بہترین تھی۔ صرف اسے احساس کمتری تھا۔

اس کے بہن اور بھائی بہت چالاک اور ہوشیار تھے۔ اسے خاندان میں احمق سمجھا جاتا تھا۔ ہسپتال سے فراغت کے بعد احساس کمتری میں اضافہ ہوا۔ بائیں بازو میں اعصابی ورم ہوا اور اس کا وزن دن بدن کم ہونے لگا۔ اس کا رنگ سفید اور زرد ہو گیا۔ وہ خائف رہنے لگی۔ اسے ڈاکٹروں سے خوف آنے لگا۔ وہ ڈر اور خوف کی حالتوں میں ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔ ہسپتال جانے سے پہلے یا سپیشلسٹ ڈاکٹروں کے پاس جانے سے پہلے اس کے ہاتھ کانپتے اور اس پر رعشہ طاری ہو جاتا۔ خوف کی وجہ سے اس کی زبان تالو سے چپک جاتی۔ چوٹی سے ایڑی تک پسینہ شروع ہو جاتا کوئی ڈاکٹر اس سے کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اعصاب کے ہسپتال میں

بھیج دیا گیا مگر ہسپتال والے کیا کرتے جب کہ وہ، مریضوں میں رہنا تو دور کی بات ان کو دیکھنا بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی، اس سے اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ اس کی ہنگامہ آرائی شدید تر ہوگئی۔ اس کی آنکھیں اس کے سر سے باہر نمایاں ہوگئیں۔ وہ وحشی نظر آتی۔ اس کا خاوند اور والدین اس کے سامنے بے بس تھے۔ اس نے خودکشی کی دھمکی دی کیونکہ وہ اپنے خاندان کے لئے بے عزتی کا باعث اور خاوند کے لئے روگ تھی۔

جب میں نے اسے دیکھا تو وہ اعصابی لحاظ سے قابل رحم حالت پر پہنچ چکی تھی۔ اس کی عمر ۳۳ سال تھی۔ گیارہ سال سے بیمار تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ تکلیف کی ابتداء خناق سے ہوئی۔ اس کی انگلیاں اور گلا گزشتہ گیارہ سال سے خراب تھیں۔ یہ قدرت کا عمل تھا۔ تریاقی زہر کے جو ٹیکے لگائے گئے تھے ان کا یہ ردعمل تھا۔ اس طرح جلد تک اثرات آ گئے۔ گردن اور سینہ میں درد، جوڑوں کی شدید درد، ٹانگوں، بائیں بازوؤں میں اعصابی ورم، شدید ذہنی دباؤ، ہمیشہ روتی رہتی، مایوس اور نا امید محسوس کرتی، اچھے موسم پر خوش نہ ہوتی خائف، شرمیلی اور جذباتی، دل جوئی سے افاقہ محسوس کرتی۔

وہ خوف اور ہیجان کی ایسی سطح پر تھی کہ اس سے کچھ حاصل کرنے میں مجھے بہت وقت لگا۔ میں نے اسے پلساٹیلا 6 دی اور اسے مہینے بعد آنے کے لئے کہا۔

اسے 29 نومبر کو دوبارہ دیکھا گیا۔ وہ ابھی تک دباؤ اور مایوسی میں تھی۔ اسے صحت یابی کی بالکل امید نہ تھی۔ ابھی تک بولنے سے خائف تھی۔ پچھلے مہینے کے بعض دنوں میں اسے بہتری محسوس ہوئی۔

اسے ۲ بار ویکسی نیشن دی گئی تھی۔

اس بار وہ اتنی زیادہ وحشت زدہ نہ تھی، اب وہ بولنے لگی۔ مگر لمبے لمبے وقفوں کے ساتھ۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تین مختلف ہسپتال دیکھے مگر اس کو کوئی نہ سمجھ سکا۔ ہر چیز اعصاب پر ڈال دی گئی۔ اور اسے کہا گیا کہ انہیں مضبوط بنائیں۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ اس کے ساتھ بہت تشدد کیا گیا۔

بار بار ویکسی نیشن کے سدباب کے لئے اسے تھوجا-30 دی گئی۔ بعد ازاں فاسفورس-30-

وہ مختلف قسم کے خوف و وحشت سے نڈھال تھی، طوفان سے خائف رہتی۔ وہ شور مچاتی۔

۶ جنوری ۳۸ء

وہ سینے کے تناؤ کی شکایت کرتی - اب وہ اتنی زیادہ رونے والی اور دباؤ محسوس نہیں کرتی تھی۔ اسے جوڑوں کی تکلیف میں شدت محسوس ہونے لگی - عضلات موٹے، بائیں مسٹائیڈ میں بھی سختی اور بڑھوتری ملی - تھوجا 30 -

۱۹ فروری ۳۸ء

بہت تیز اور بہت بہتر، وزن چار ماہ میں چھ پونڈ کا اضافہ، اسے جسم میں فربہی پیدا کرنے والی غذا تجویز کی گئی - دودھ، انڈا، مکھن چینی اور دہی، کافی بہتری ہوئی۔

بدہضمی کافی بہتر ہوئی ذہنی دباؤ میں کمی سینے اور گردن کی آہنی پکڑ اور بوجھ ختم ہو گیا۔ نیند بہتر ہوگئی خوفناک خواب ختم ہو گئے ۔ علاج کے لئے آنے میں خوف محسوس کرتی ہے۔ اعتماد کے فقدان کی شکایت کرتی ہے - سردی بہت محسوس کرتی ہے۔ تھوجا 30 -

۱۰ مئی ۳۸ء

وہ اپنے آپ کو پسند کرنے لگی - اس کے تمام خوف ختم ہو گئے ہیں۔ اندھیرے، دق، تنہائی، طوفان وگرج، کمزوری، پڑھنے، غرض کسی قسم کا خوف باقی نہ رہا۔ گلیوں میں چلتے ہوئے بیماری کا احساس، گر جانے کا اندیشہ، یہ سب کچھ ختم ہو گیا، تھوجا 1m

۱۱ جولائی ۱۹۳۸ء

کوئی خوف نہیں طبیعت مستحکم، آزادی سے گفتگو کرتی ہے۔ آنکھیں درست، اب وحشی یا حیران نہیں۔ بائیں بازو اور گردن کا درد ختم۔ میں نے اسے بتا دیا تھا کہ یہ دردیں سب سے آخر میں ختم ہوں گی۔ زیادہ تر بہتری اس کے ذہن میں ترتیب پائی۔ جسمانی علامات اپنے اپنے وقت پر ختم ہو جائیں گی۔

۷ ستمبر ۳۸ء

وزن میں باقاعدہ اضافہ جاری رہا۔ تندرست نظر آتی ہے اور تندرست محسوس کرتی ہے۔ ساحل سمندر پر رخصت گزار کر آئی۔ ہر دیکھنے والے نے فرق محسوس کیا - اب وہ اجنبیوں سے بآسانی مل سکتی ہے مذاق کا لطف لیتی ہے - میلوں تک بغیر تھکن کے چل لیتی ہے۔ وہ بالکل نارمل ہے، خوش، مطمئن اور پرسکون ہے - اس کا خاوند اتنا خوش ہے کہ اسے پاگل خانہ سے بچا لیا گیا - ان کو اندیشہ تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گی - نظر بھی یہی آتا تھا۔ چھٹی کے دوران اسے کچھ بدہضمی سی ہوگئی ۔ وہ چکنائی ہضم نہیں کر سکتی۔ پلساٹیلا 1m

ایک بار یہ حیوانی زہر زائل کر لئے گئے تو اس کا جسمانی نظام بہتر ہوگیا۔ وہ اپنے خوف ترک کرنے کے لائق ہوگئی ۔ اور ایک بار پھر نارمل ہوگئی۔

خاتون خناق کے تریاق، ٹیکوں سے بیمار ہوئی، بار بار کی ویکس نیشن نے اسے برباد کیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہومیو علاج نہ ہوتا تو کیا ہوتا ؟اس نے خودکشی کر لی ہوتی۔ ہومیو علاج نے اسے بچالیا۔اس کے باوجود اکثر ڈاکٹر کہتے ہیں کہ خناق کا تریاق نقصان نہیں دیتا اور ویکس نیشن ضروری ہے اور اس کا زندگی پر کوئی منفی اثر نہیں ہوتا۔

تجربہ بار بار کی ویکسی نیشن کے برے اثرات ثابت کرتا ہے۔ ویکسی نیشن سے ایسی امراض جنم لیتی ہیں جن کی کوئی وجہ ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی سمجھ آتی ہے۔ یہ تکالیف صحیح ہومیو علاج سے صاف ہو جاتی ہیں مگر پھر بھی ویکسی نیشن کے برے اثرات اور ہومیو افادیت کو تسلیم نہ کیا جائے تو،

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

بیماریوں سے تحفظ

میں نے کئی سال خناق سے تحفظ کے موضوع پر غور کیا ہے- بیماریوں کے خلاف تحفظ خاص طور پر خناق کے خلاف تحفظ، ایک معالج کے لئے بہت اہم پروجیکٹ ہے- متعدی امراض میں سے خناق بہت پیچیدہ مرض ہے- یہ مرض آفت ناگہانی کی طرح مریض پر وارد ہوتی ہے- اس کا نشانہ زیادہ تر بچے ہیں- ماضی میں اس کی شرح اموات بہت زیادہ تھی- شرح اموات میں گذشتہ تیس سال میں کافی کمی ہوئی ہے-

مجھے خناق کی دہشت سے شروع ہی سے واسطہ رہا ہے- میرے ساتھ کھیلنے والا ایک دوست اپنی سالگرہ کی تقریب کے موقعہ پر ہمارے ساتھ کھیلوں میں شریک تھا- موت نے اس کو ہمارے درمیان سے اچک لیا- وہ اکیلا ہی مرض سے متاثر ہوا- یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو؟ یہ سوال سوال ہی رہا- اس طرح خناق، ایک ایسا مرض ہے کہ جس سے دہشت زدہ ہونے کا جواز موجود ہے- ہر کوئی اس مرض سے نجات دلانے کے ہر دعوے پر یقین کرنے کو تیار ہے-

اس کے لئے زہر کا تریاق متعارف کرایا گیا اور دعوی یہ کیا گیا کہ اس سے مرض کا علاج ہو جاتا ہے- کہا یہ گیا کہ اگر یہ تریاق مرض کے شروع میں کافی مقدار میں دے دیا جائے تو شفا یقینی ہے- انسداد خناق کا تازہ نظریہ کینیڈا سے آیا ہے- انہوں نے یہ کہا ہے کہ خناق کے انسدادی انجیکشنوں سے نیو یارک میں یہ مرض بالکل ختم ہو گیا ہے-

اس بارے میں نیو یارک میں شرح اموات کے اعداد و شمار کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اس مہم سے پہلے شرح اموات کہیں زیادہ کم تھی-

اس طرح شرح اموات گرنے کے اسباب کچھ دوسرے ہیں- ہر وبائی مرض کی طرح خناق بھی مختلف سطحوں پر پھیلتا ہے- اس میں اس کے مختلف دائرے ہیں- ماضی میں یہ مرض بہت شدید اور بعض اوقات خفیف ہوتا تھا- ہلکی سطح کا مرض انجیکشن مہم سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا- اس میں انجیکشن کا کوئی حصہ نہیں-

جرمنی میں حکام نے خناق کے خلاف یہ مہم نافذ کی- مگر مہم کے نتیجہ میں ابتدا میں مرض میں اضافہ ہوا- مہم سے پہلے ۱۹۲۸ء میں رپورٹ شدہ کیسوں کی تعداد ۴۶۹۰۵ تھی جب کہ مہم کے بعد ۱۹۳۸ء میں یہ تعداد ۱۴۹۴۹۰ تھی- گذشتہ سال کے اعداد و شمار کے مطابق ہر سال خناق

کی زد میں آنے والوں کی تعداد میں ایک لاکھ کا اضافہ ہوا- میری معلومات کے مطابق شرح
اموات کے بارے میں اعداد شمار حاصل نہ ہیں- سویڈن میں خناق سے گذشتہ تین سال میں کوئی
موت واقع نہیں ہوئی، حالانکہ وہاں انسدادی انجیکشنوں کی کوئی مہم نہیں چلائی گئی-

کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسدادی انجیکشنوں سے خناق رک گیا؟

انگلستان میں ایسے بچوں کی تعداد تین ہزار ہے جن کو انسدادی انجیکشن لگائے گئے مگر
اس کے باوجود وہ خناق میں مبتلا ہوئے- ان میں سے پچاس موت کا شکار بھی ہوئے-

کہا جاتا ہے کہ اس مہم سے خناق کے خلاف تحفظ فراہم ہوا ہے- اگر انجیکشن کے بعد
حملہ ہوا بھی تو بہت معمولی ہوگا- مگر سوال یہ ہے کہ اگر معمولی حملہ کا ہی امکان ہے تو پھر پچاس
بچوں کی موت کیوں واقع ہوئی-

بہت سے کیسوں میں یہ ثابت ہوا کہ انجیکشن کے بعد بچے خناق کے بارے میں چھ
ماہ تک بہت حساس ہوتے ہیں اور خناق پھیلانے کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں- اس طرح یہ دوسروں
کیلئے خطرہ ہوتے ہیں-

ایک سرکاری نشریئے میں کہا گیا کہ ٹیکے سے بچوں میں ذرا سا بھی منفی ردعمل نہیں
ہوتا- لیکن دوا ساز ادارے انجیکشنوں کے مضر اثرات کی ذرا بھی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں
ہیں- ان انجکشنوں سے پیدا ہونے والے ردعمل میں سوزش، متلی، بخار، عام بیماری کا احساس،
شامل ہیں-

یہ عام ردعمل ہے جس سے ڈاکٹر اور دوا ساز ادارے انکار نہیں کر سکتے- زیادہ گہرے
اثرات جیسے کمی وزن، عام کمزوری، لاغر پن اور دوسری پیچیدگیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے-

کیا انجیکشن کا بے ضرر ہونا ثابت ہوا ہے؟

تین سال پہلے جرمنی میں ایک ادارے میں خناق کے انسدادی انجیکشن لگائے گئے-
وہ بچے بعد میں تپ دق میں مبتلا ہوئے- آخر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا-

اس بچے کے بارے میں کیا کہا جائے گا جسے انجکشن کے بعد تپ دق ہوئی اور وہ
موت کا شکار ہوا- تحقیقات میں مجسٹریٹ کے سامنے تپ دق ہونے سے کسی نے انکار نہ کیا مگر
کوئی ذمہ داری لینے پر تیار نہ ہوا- دوا سازوں نے کہا کہ ان کی لیبارٹری میں انتظامات ایسے
مکمل ہیں کہ کسی حادثے کا کوئی امکان نہیں- انجیکشن لگانے والے ڈاکٹر نے کہا کہ اس نے
انجکشن صحیح طور پر لگایا- صحیح سرنج استعمال کی گئی اور اس بارے میں کمپنی کی ہدایات کی پوری
پابندی کی گئی- آخر کار اسے خدا کا کرنا قرار دے کر کاروائی معطل کر دی گئی-

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ میں خناق کی روک تھام کے لئے کھلے ذہن کے ساتھ تعاون کو تیار تھی- میں خوش قسمتی سے دو کلینکس کی میڈیکل آفیسر تھی- ان پر حفاظتی مراکز بھی قائم تھے- میں نے بچوں کو حفاظتی ٹیکوں سے پہلے اور بعد میں دیکھا- چند سال بعد ایک بچے کو خناق کے حملہ کے فوراً بعد ٹیکہ لگایا گیا- ٹیکہ سے پہلے وہ بالکل صحت مند تھا- اس کا وزن نارمل تھا، بڑھوتری بھی معمول کے مطابق تھی- اس کے بعد اس کی بڑھوتری رک گئی- وہ بہت دبلا، کمزور اور بیمار صورت تھا- اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ سال ہا سال تک گردوپیش کے دیہی علاقے میں والدین ٹیکہ لگوانے کے لئے آمادہ نہ ہوئے-

قریباً سال بعد میں نے ایک بچے کو دیکھا، اسے بھی ٹیکہ لگایا گیا تھا- اس کے ساتھ بھی یہی ہوا- وہ شدید کمی خون کا شکار ہوا، بلکہ وہ بے خون ہو گیا- رنگ اتنا سفید کہ لٹھا ماند پڑ جائے- اسے ہسپتال میں اعلیٰ غذا دی جانے لگی- اسے آٹھ ہفتے کیلئے دیہات میں آرام کے لئے بھیجا گیا- پھر وہ چار ہفتوں کے لئے ساحل سمندر پر چلا گیا- یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا- میں نے اس کے بارے میں جنگ سے معاً پہلے سنا، وہ ایک سکول کیمپ میں چھ مہینے سے مقیم تھا لیکن اس کی حالت میں کوئی بہتری نہ ہوئی- خزانے سے اس پر کافی زیادہ خرچ ہوا- خیراتی اداروں نے بھی بہت خرچ کیا-

اس کی ہمسائیگی میں اس طرح کے نصف درجن کے قریب کیس تھے- وہ کمزور اور بیمار ہوئے اور خطا کار ہوئے- بچے کو میں نے جب بھی دیکھا وہ ایسی بیماری کی حالت میں تھا- معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیکشن عام افزائش جسم کو کافی عرصہ تک روک دیتا ہے- ایسے تجربات نے بعد میں اس بارہ میں میرا شوق و جذبہ ختم کر دیا-

تین جوان نرسوں نے رضاکارانہ طور پر انسدادی ٹیکے لگوانے کی پیش کش کی- وہ یہ ثابت کرنا چاہتی تھیں کہ یہ کام درد اور مضرات سے پاک ہے- ان تینوں کو ڈیوٹی سے رخصت پر جانا پڑا- ان تینوں کے بازو سوزش کا شکار ہوئے- کئی روز تک وہ بستر میں پابند رہیں- ان کو اونچے درجے کا بخار بھی رہا- یہ بخار ۱۰۱ اور ۱۰۳ کے درمیان رہا- ان میں سے دو نے دوسری بار انجکشن لگوانے سے انکار کر دیا- تیسری نے بہادری سے ٹیکہ لگوایا اور مزید ایک ہفتہ بستر میں رہی-

ان کیسوں میں سب سے المناک کیس ایک دس سالہ لڑکی کا تھا- وہ ایک دن کے لئے بھی کبھی بیمار نہیں ہوئی تھی- ٹیکے لگوانے کے بعد اس کے خون میں زہر پھیل گیا اور تین ماہ بعد وہ مر گئی-

یہ کہنا کہ یہ بے ضرر ہے- بالکل غلط ہے-

سوال یہ ہے کہ کیا انجکشن سے خناق سے تحفظ حاصل ہوتا ہے- میں جانتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر کا بیٹا انجکشن کے بعد ایک مہینے کے بعد فوراً ہسپتال میں داخل ہوا- اسے خناق ہو گیا-

بدقسمتی یہ ہے کہ انجکشن کے بعد چھ ماہ تک آپ خناق کے ضمن میں حساس ہوں گے- آپ کسی شخص کے پاس بھی نہیں جا سکیں گے جو خناق کا مریض ہو-

ایک اور بچہ جسے تحفظاتی ٹیکوں کا پورا کورس لگایا جا چکا تھا اور اسے اس بارہ میں سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا گیا تھا- احتیاطی مدت گزرنے کے بعد خناق میں مبتلا ہوا اور بارہ گھنٹے کے اندر اندر موت کے منہ میں پہنچ گیا- اس کے باوجود دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ اگر بیماری کا حملہ ہو گا تو وہ بہت ہلکا سا ہو گا-

حفاظتی مرکز کے میڈیکل کے نوٹس میں اس طرح کی اموات کے بارے میں لکھا گیا کہ ایسے حادثات خاص قسم کے ٹیکوں کی وجہ سے ہوئے ہیں- باقی ٹیکوں کے بارے میں ایسے امکانات نہیں-

ابھی ان کے الفاظ کی سیاہی خشک نہیں ہوئی تھی کہ ان لگائے گئے ٹیکوں کے بعد ایک مریض خناق میں مبتلا ہوا- دو اور بچوں کو سوکھا پن اور کمزوری اور کم دلی لاحق ہوئی-

ان واقعات کے بعد نوٹ دینے والے صاحب کئی ماہ تک میرے قریب نہ آئے-

یہ دعوی کہ خناق حفاظتی ٹیکوں سے روکا جا سکتا ہے فطری طور پر پرکشش لگتا ہے- مگر عملاً یہ اتنا اچھا دعوی نہیں کیونکہ ڈاکٹروں میں ٹیکوں کے لئے دوائی کے بارے میں اتفاق نہیں- نہ ہی دوائی کی مقدار اور خوراک کے بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے- وہ خوراکوں کے درمیانی وقفہ پر بھی اختلاف رکھتے ہیں- کورس کے اعادہ کی ضرورت بھی واضح نہیں-

دراصل حفاظتی اقدامات ابھی تجرباتی مرحلہ میں ہیں- اس طرح وہ غیر متعین اور علمی لحاظ سے غلط ہیں- سوال یہ ہے کہ یہ کیوں نہ دیکھا جائے کہ حفاظتی کورس آخر ہے کیا؟ خناق کی بیماری کے مواد کو ٹیکوں کے ذریعے خون میں داخل کیا جاتا ہے- ہم اس کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دے سکتے-

سوچیں! یہ ٹیکے بھی انسان کے بجائے حیوانی اجسام کے واسطے سے حاصل کئے جاتے ہیں- یہ گھوڑا، امریکی چوہا یا خرگوش کوئی بھی جسم ہو سکتا ہے- حیوانی اجسام سے تیار کردہ دوائی انسانی اجسام میں مطابقت پیدا نہیں کر سکتی-

زندگی برقی لہروں پر منحصر ہے- یہ لہریں خلیات میں موجود ہیں- جب یہ لہریں رک

جاتی ہیں تو زندگی ختم ہو جاتی ہے- انسانی جسم میں ان لہروں کی نارمل رفتار تین سکور اور دس ہے- لہروں کی رفتار جانوروں میں مختلف ہے- مثلاً امریکی چوہوں کی زندگی مہینوں کی بات ہے، اسی طرح گھوڑا بیس پچیس سال جیتا ہے- سوچیں کہ آپ ۱۲۰ وولٹ کا بلب ۲۴۰ کے سرکٹ میں لگادیں گے تو کیا ہو گا- شرارہ اور چمک کے بعد دھماکہ ہو گا اور بلب ٹوٹ جائے گا- یہی کچھ انسانی جسم کے ساتھ ہوتا ہے- جب آپ اسے حیوانی خون سے ملاتے ہیں تو صدمہ پیدا ہوتا ہے- بلڈ پریشر کم ہو جاتا ہے- بے ہوشی اور بعض کیسوں میں اچانک موت- ہوسکتا ہے کہ یہ پہلی بار ہو لیکن بار بار کے ٹیکوں سے جیسا کہ فیشن ہے اور ہر قسم کی امراض کے لئے ٹیکے لگائے جاتے ہیں- آپ شدید صدمات کا خطرہ کیوں اور کیسے مول لیں گے؟

میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ حیوانی خناق سے تیار کردہ حفاظتی ٹیکے مضر ہیں- دوا کی مقدار بھی بہت زیادہ ہے- نتائج بہت ہی غیر یقینی ہیں- ہمارے نقطہ نظر سے یہ غلط ہے-

ہومیوپیتھی کے نقطہ نظر سے حفاظتی دوا کیسے بننا چاہیے؟

ہماری دوائیں کہیں بہتر ہیں ہم ان کا اس زمانے سے استعمال کر رہے ہیں جب کہ ابھی ویکسی نیشن کا کسی کو خیال بھی نہیں آیا تھا- ان دواؤں کے استعمال کی دو سو سال کی تاریخ ہو گئی ہے- یہ دوائیں حیوانی اجسام کے ذریعے بنائی نہیں جاتیں- اس طرح حیوانوں میں بھی کسی تکلیف کا ذریعہ نہیں ہوتیں- روحانی اور انسانی نقطہ نظر سے ویکسین کی تیاری کا ایلوپیتھک طریقہ انتہائی غلط ہے-

ہومیونوسوڈ ہر دوسری دوا کی طرح بنائی جاتی ہے- ان کی تقلیل 1:100 کے پیمانہ سے کی جاتی ہے- تقلیل اور توانائی یافتگی سے دوائی کے عناصر کو فعال، مستعد اور طاقت ور بنایا جاتا ہے- اس طرح قوت کی انتہائی سطح حاصل ہو جاتی ہے- اس سطح پر جا کر اسے آزاد کر دیا جاتا ہے- میڈیم یا اونچی طاقت کا کیمیائی یا فزیولاجیکل ایکشن نہیں ہوتا- اونچی طاقت یونٹ ڈوز کے طور پر طویل وقفوں سے دینا مقصد کے لحاظ سے موثر ہو جاتا ہے- چھوٹی طاقت تو مرضیاتی کیفیات پیدا کرے گی- کیا آپ کو یاد ہے کہ جنوری ۱۹۳۹ء میں ''اپنا علاج خود میں'' ڈاکٹر شمڈٹ نے پیرس کے ڈاکٹر چیرن کے حیوانات پر ڈفتھیر نم کے تجربات کے بارے میں کیا لکھا ہے- اس نے ٹیکوں کے ذریعے چوہوں، مرغیوں اور دوسرے حیوانوں میں 8m اور 4m طاقت میں ایک خوراک سے پانچ چھ سال تک تحفظ کا کام کیا-

میں نے ڈفتھیر یرینم-200 بہت سے کیسوں میں استعمال کرائی ہے اور ابھی تک کسی ایک کیس میں بھی اس کی ناکامی کی کوئی رپورٹ نہیں- نہ ہی کوئی شدید یا منفی ردعمل ہوا-

کمزوری، بخار، سوزش اور دیگر علامات کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑا- حالانکہ ایلو پیتھک ویکسین میں یہ ایک عام بات ہے-ڈفتھیر یا یا سیرم کا اوپر تفصیلی ذکر آ چکا ہے- مادی مقدار میں کسی بھی حفاظتی دوائی کے خطرات کو ایلو پیتھک والے خود بھی تسلیم کرتے ہیں-

تحفظاتی دواؤں کا لازمی استعمال ایک خطرناک معمول بن گیا ہے- اس کی ہومیو طرز علاج کے حامیوں کو شدید مخالفت کرنی چاہیے-

خناق عام صفائی کا معاملہ ہے- نکاسی کا اچھا انتظام اور صاف پانی کی سپلائی سے خناق کی شکایات کم ہو جائیں گی- خناق غلاظت کا مرض ہے- صفائی کے اصولوں کو نظر انداز کرنے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے- موسےٰ علیہ السلام نے عہد نامہ قدیم میں ان اصولوں کو بیان کیا ہے- بیماری کے مواد سے یا دواؤں کو سسٹم میں داخل کرنے سے آپ کبھی خناق سے نجات حاصل نہیں کر سکتے- صحت کے قدرتی اصولوں کی پیروی کریں، سادہ زندگی گذاریں، صاف پانی، بلا ملاوٹ غذائیں لیں، تاکہ آپ کا جسم صاف اور صحت مند زمین کی طرح ہو جائے، جو بیماری اور جراثیم کے خلاف مدافعت کر سکے- یہ بہت پرانی کہاوت ہے، جس پر کافی زور نہیں دیا جا سکا- خوب منتخب غذا پر انحصار کریں- صاف دودھ، گھر کا تیار کردہ پنیر، دودھ اور سبزیاتی غذا جس میں مناسب پکی ہوئی یا ابلی ہوئی سبزیاں، سالم آٹا اور روٹی جس میں چھان اور گندم کا جرثومہ موجود ہو- اس میں معمولی سا گوشت مچھلی یا مرغی کا شامل کریں- یہ غذا آسانی سے ضرورت کی تمام وٹامنز سے بھرپور ہے- یقین کریں کہ کبھی خناق کا خوف ہوگا اور نہ ہی دیگر کسی بیماری کا کوئی خطرہ ہوگا- وہ بیماریاں جن سے ایک عالم کو خوف زدہ کر دیا گیا ہے کبھی سر نہیں اٹھا سکیں گی-

(XX)

امراض کی روک تھام

''انفلوئنزا'' ایک ایسا لفظ ہے جس کا کوئی خاص معنی نہیں۔بعض لوگ اس لفظ کو بخار
کے ساتھ ہر طرح کی کیفیت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اگر اس دشمن جاں سے بچنا چاہتے
ہیں۔تو اس کے بارے میں علم حاصل کرنا پڑے گا۔یہ عارضہ اپنی ابتدا میں کمزوری' تھکاوٹ'
گراوٹ اور مغلوبیت کا احساس پیدا کرتا ہے۔خواہ ابھی تکلیف کو ایک دو دن ہی ہوئے ہوں یہ
اعصاب کے لئے زہر ہے۔یہ مرض دیگر عوارض کی طرح اپنی مخصوص کیفیت ورفتار رکھتا ہے۔
یہ مرض ہر بیس ہفتے کے بعد وبائی صورت میں پھیلتا ہے۔موسم میں طوفانی کیفیات
کے ساتھ اس پھیلاؤ کا تعلق ہے۔یہی وجہ ہے کہ سردیوں میں انفلوئنزا زیادہ حملہ کرتا ہے۔چند
سال گزرنے پر انفلوئنزا کا وائرس زیادہ مستعد ہو جاتا ہے۔یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر تیس سال بعد دنیا
کو یہ مرض بہالے جاتا ہے۔انفلوئنزا کی وبا پہلی بار 1888-90 دوسری بار 1918-19 میں
پھیلی۔ان وباؤں میں وسیع پیمانے پر اموات ہوئیں۔
1948-49 میں اس مرض نے کچھ زیادہ وسعت اختیار نہ کی۔اس طرح تیس سال
بعد کا متوقع دور نہ آیا۔اس کے سبب کے بارے میں میرا اپنا نقطہ نظر ہے۔میرے نزدیک اس
بچاؤ کی وجہ حالات کے تحت گوشت اور حیوانی غذاؤں کے استعمال میں کمی، سلاد اور ابلی ہوئی
سبزیوں کا زیادہ استعمال ہے۔ایک سبب چھان کے استعمال میں اضافہ بھی ہے۔
بیکٹیریالوجسٹ بہت الجھن میں ہیں۔وہ اس کمی کا حقیقی سبب نہیں ڈھونڈتے۔یہ کہا
جارہا ہے کہ انفلوئنزا فتح ہو چکا ہے۔لیبارٹری میں ایک ممتاز ورکر نے انفلوئنزا کا سبب معلوم کر لیا
ہے۔اس طرح اب علاج یقینی ہو گیا ہے۔لیکن انفلوئنزا پوری توانائی سے جاری وساری ہے اور
بیکٹیریالوجسٹوں کو تگنی کا ناچ نچوا رہا ہے۔انہوں نے مختلف نوعیت کی ویکسین اور انجکشن تیار کیے
ہیں مگر فائدہ نہیں ہوا، شرح اموات پہلے کی طرح ہے۔پس زیادہ سے زیادہ اتنا تحفظ نظر آتا ہے
کہ اگر آپ خزاں میں انجکشن لگوائیں گے تو چھ سے آٹھ ہفتے تک بچت رہے گی۔میرا خیال ہے
کہ یہ تازہ ترین صورت ہے۔سلفونامائیڈ کی شہرہ آفاق دوائیں ہیں۔ان کے بارے میں
کہا جاتا ہے کہ وہ انفلوئنزا کے حملے کی صورت میں جلد آرام دیتی ہیں مگر مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اب
یہ اپنی انسدادی افادیت کا بھرم کھو چکی ہیں۔ان سے صرف بخار کم ہوتا ہے مگر پیچیدہ امراض اور

موت میں کوئی کمی نہیں ہے۔

مجھے ایک نوجوان خاتون کے بارے میں علم ہے کہ اسے ایک بہت ہی طاقت جرثومہ نے اپنی گرفت میں لیا۔اس سے وہ آنکھوں کی سرخی، سانس کی تنگی، خارش اور اونچا بخار میں مبتلا ہوئی۔ پندرہ روز گزر گئے مگر اس کے بعد بھی حالت خراب تھی۔ایسی صورت میں جدید علاج کا کیا کہنا۔مگر حقیقت تو یہی ہے کہ جراثیم تو مردار خور ہیں۔وہ اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے جب تک انہیں سازگار ماحول اور زمین نہ ملے۔

بچاؤ صرف زندگی کے سادہ اصولوں میں ہے۔سادہ غذا اتنی سادہ جتنی ممکن ہو۔کھیتوں، چراہگاہوں اور باغوں میں پیدا ہونے والی تازہ سبزیوں، پھلوں پر گذارہ کریں۔ ان کی پکائی مناسب طور پر ہو، کچے پھل، چھان سمیت روٹی، خالص دودھ، صاف ستھرا اور بغیر ملاوٹ دودھ، ایسے دودھ کا مکھن اور پنیر، گوشت کی قلیل ترین مقدار، گوشت بھی صرف مچھلی کا، تازہ پھلوں میں لیموں، سنگترہ، چکوترا اور اناس یہ سورج کی توانائی کے ذخیرے ہیں۔ ان میں وٹامن سی اور معدنی نمکیات کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ یہ نمکیات ہیں ان سے خون کا دوران متوازن رہتا ہے۔انفلوئنزا ایک ایسا مرض ہے جس میں معدنی نمکیات ضائع ہوتے ہیں۔اس مرض کے حملے سے بچنے کے لیے ایسی غذا کی ضرورت ہے جو معدہ پر کم سے کم بوجھ ہو اور اس میں صاف کرنے کی زبردست صلاحیت ہو۔سنگترے اور لیموں کا جوس یہ کام بخوبی انجام دیتا ہے۔ ماء اللحم اور بھاری دودھ اس کے مقابلے پر کبھی موثر نہیں ہو سکتے۔

• میرا کئی سال کا تجربہ ہے کہ انفلوئنزا میں سنگترے اور لیموں کے جوس پر گذارا چند دن میں بخار کو کم کر دیتا ہے اور آدمی کو تازگی اور توانائی کا احساس ہوتا ہے اور کمزوری اور لاغری مہینوں کے بجائے چند دنوں میں ختم ہو جاتی ہے۔میں نے یہ بھی دیکھا کہ لیموں دستیاب نہ ہو تو بخار صحیح دوا سے نیچے آ جاتا ہے مگر انفلوئنزا جاری رہتا ہے۔ ۱۹۱۸ء کی انفلوئنزا کی وبا میں میں نے درجنوں کیسوں کا علاج کیا۔

کیا آپ نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ جن سبزیوں اور پھلوں میں وٹامن سی ہوتا ہے، ان میں شمسی توانائی کے ذخائر ہیں۔وہ زرد یا سنگترے رنگ کے ہیں۔ اس طرح رنگوں سے علاج کی حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ شلغم اور گاجر میں وٹامن سی ہوتا ہے۔ شلغم ایسی جڑیں ہیں جو زمین کی اوپری سطح پر ہونے کی وجہ سے سورج کی کافی دھوپ حاصل کرتی ہیں۔مگر اس کا جوس حاصل کرنا کافی مشکل ہے۔ اس کے لئے خصوصی مشین کی ضرورت ہوگی۔ پچھلی جنگ میں ہم نے اس کی کوشش کی مگر یہ بہت مشکل بات ہے۔ٹماٹر بھی بہت اچھے سرخی مائل سنگترے

رنگ کے ہوتے ہیں اور ان میں بھی وٹامن سی وافر مقدار میں ہوتی ہے۔ایک اور سبزی ہے جو ہمارے ملک میں کم معروف ہے۔یہ ہنگری کی مرچیں ہیں۔یہ بھی وٹامن سی سے بھرپور ہے۔یہ مرچیں سورج کی شعاعوں سے ہی پکتی ہیں۔ہمارے ہاں اس کا پاؤڈر فروخت ہوتا ہے۔اس سے کھانوں میں لذت بڑھ جاتی ہے۔یہ سوپ، چٹنی، حتیٰ کہ دودھ میں بھی ملا کر استعمال ہوتی ہے۔یہ بہت اونچی قسم کی غذائیت سے بھرپور سبزی ہے۔

وٹامن سی کے متبادل کیمیائی طور پر تیار کئے جا رہے ہیں۔ان کو مختلف غذاؤں میں شامل کر رہے ہیں۔مارگرین اور روٹی میں یہ شامل کی جا رہی ہیں۔حقیقتاً انسانی جسم کو وٹامن کی بہت معمولی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح بعض لوگوں کے لئے ان غذاؤں میں شامل وٹامن نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ان سے کئی نامعلوم امراض پیدا ہو سکتی ہیں۔ہر عشرے کے بعد بیماریاں اپنی نوعیت اور کیفیت بدل لیتی ہیں۔قدرتی کھاد کے استعمال کا رواج ترک ہو چکا ہے، ان کی جگہ کیمیائی کھادیں استعمال کر کے فصل لی جا رہی ہے۔مگر ان سے نت نئے بیکٹیریائی امراض پیدا ہو رہی ہیں۔ان کے انسداد کے لئے کیمیائی ادویات کے سپرے کئے جاتے ہیں، یقینی طور پر یہ سپرے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح سبزیوں اور پھلوں کے حجم تو بڑے ہو گئے ہیں مگر جدید کاشت کے طریقوں سے ان کے مزے اور خوشبو میں بہت فرق آ گیا ہے۔مجھے لڑکپن میں کھائی ہوئی سبزیوں اور پھلوں کے ذائقے اچھی طرح یاد ہیں۔آج بھی میں قدرتی کھادوں پر کاشت کردہ فصلوں کو بھی حاصل کر سکوں تو پرانا مزہ یاد آ جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے لوگ مزہ بنانے کے لئے سبزیوں اور پھلوں پر مصالحے، سرسوں کا پاؤڈر اور نمک کافی زیادہ مقدار میں چھڑکتے ہیں جو کہ بہر حال نقصان دہ ہے۔

پتوں کی کھاد آسانی سے بنائی جا سکتی ہے۔آپ ضائع شدہ تمام سبزیاں فصلیں، جڑیں، گھاس، پتے، اکٹھا کر کے کسی ڈھیر میں جمع کریں اس میں خزاں کے پتے علیحدہ ڈھیر میں رکھیں۔ان کو باریک کر کے دبا دیں۔اس طرح کھاد تیار ہوتی ہے۔جو زمین کو خوشبو اور مٹھاس سے بھر دے گی۔مصنوعی کیمیائی کھادیں پودوں کو ایلوپیتھی دواؤں کی طرح مصنوعی توانائی اور حرارت دیتی ہیں۔پودے کمزور ہوتے ہیں بیماری ان پر آسانی سے حملہ کر سکتی ہے۔اس طرح نباتاتی کھاد تیار کر کے آپ قدرتی طریقوں کو دوبارہ رواج دیں۔یہ ایسے لوگوں کو کرنا پڑے گا جو قدرتی طریقوں کے قائل ہیں۔

یہ لازم ہے کہ صحت کا تحفظ کیا جائے ہمیں سادگی اختیار کرنا پڑے گی۔زمین کی پیداوار

پر انحصار سب سے اہم بات ہے- ان کے لئے ہمیں ذرائع ابلاغ اور دوسرے طریقوں سے ترغیبات دینا ہوں گی، تاکہ صحت مند فصلیں تیار کی جاسکیں- زمین کی زرخیزی بنیادی اہمیت رکھتی ہے زمین ایک کیمیائی کارخانہ نہیں، اس میں پیداوار خودکار کیمیائی تبدیلیوں سے نہیں ہوتی- بڑھوتری زندہ قوتوں اور قدرتی لہروں کے تعامل کا نتیجہ ہے- یہ لہریں طوالت میں مختلف ہیں- ان کا تعلق چار عناصر، معدنیات، نباتات، حیوانات اور انسان سے ہے-

میں پختہ یقین رکھتی ہوں اور میں نے اس کا برابر اظہار کیا ہے کہ ہمیں زندگی میں بیرونی عنصر داخل نہیں کرنا چاہیے- حیوانی، نباتاتی اور کیمیائی زندگی کے اپنے اپنے مخصوص دائرے ہیں- ان کو باہم مدغم نہیں کرنا چاہیے- اس سے شدید ابتری پیدا ہوتی ہے- مختلف عناصر کی لہروں اور شعاعوں میں تصادم، انتشار اور اضطراب پر منتج ہوتا ہے جو انتہائی خطرناک بیماریاں جنم دیتا ہے- فصلیں جو زرخیز زمیں میں، نباتاتی کھادوں سے قوت پا کر سورج اور بارش سے صحت مند توانائی حاصل کرتی ہیں- ایسی فصلیں اور سبزیاں گوشت کے مقابلے پر صحت کے لیے بہت ہی گراں قدر ہیں- پرانے عہد نامہ کی ایک کہانی قابل ذکر ہے- جب دانیال نے نوجوانی میں بادشاہ کے باورچی خانے سے شراب اور گوشت لینے سے انکار کر دیا اور اس نے سبزیوں اور پانی پر ہی گزران کی اجازت چاہی- شہزادے کی نگہداشت کے ذمہ دار شاہی سٹووارٹ نے دس دن تک سبزیاتی غذاؤں کی اجازت دی اور اس کے بعد تقابل کر کے فیصلہ دیا کہ سبزیوں پر انحصار کرنے والے بچے گوشت خور بچوں کے مقابلے پر زیادہ فربہ اور صحت مند ہوتے ہیں- اس طرح سٹووارٹ سبزیاتی غذا جاری رکھوانے پر آمادہ ہو گیا-

میں حیران ہوں کہ مسز ارل کی باغبانی اور متعلقہ مضامیں پر کتابیں کتنی مکمل ہیں- ان میں سبزیوں کی پکائی، صحت، تاریخ ہر چیز لکھی ہے-

اس سے پوچھا گیا کہ

وہ دیہات میں شہری تحفظات میسر نہ ہونے کی وجہ سے خوف محسوس نہیں کرتی- وہ بیمار ہو جائے تو کیا کرے گی- خاص طور پر جب کہ ڈاکٹر میلوں دور ہو-

مسز ارل نے جواب میں کہا کہ،

"مجھے ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے- میں ہمیشہ ٹھیک رہتی ہوں- میرا گزران سبزیوں اور پھلوں پر ہے- مجھے کبھی انفلوئنزا ہوا اور نہ ہی کوئی دوسری تکلیف"-

مسز ارل چند سال پہلے ستر سے اوپر کی مثالی عمر میں فوت ہوئی-

اگر لوگ تسلیم کر لیں کہ جراثیم بیماریوں کا سبب نہیں- بیماریاں ہماری اپنی غلطیوں کا

نتیجہ ہیں- اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ زمین کی ساخت درست رکھی جائے- برطانوی زمین کو دوبارہ ذرخیز بنانے کے لئے صحیح طریقہ اختیار کیا جائے- اس طرح قیمتی انسانی زندگیاں بحال کی جاسکتی ہیں- ڈاکٹر ایک جرثومہ اور اس کی تباہیوں کی کہانیاں بیان کر رہے ہیں- اس طرح وہ جراثیم سے لوگوں کو خائف کر رہے ہیں- میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر اپنا رویہ بدلیں- وہ بیکٹیریا کو چھوڑ کر لوگوں کو صحت کا شعور دیں- وہ خالص، تازہ، بلا ملاوٹ غذا جیسے سبزیاں پھل، دودھ، انڈے اور گنے سے تیار کردہ سادہ چینی پر انحصار کریں- پراسیس اور تیار کردہ غذاؤں کو چھوڑ دیں-

ہماری غذا میں کوئی مداخلت نہ ہو- اس میں سے کچھ نکالا جائے اور نہ ہی کچھ شامل کیا جائے- دودھ ہی کو لیجیے، دودھ صحت مند گائے سے لینا چاہیے- یہ بالکل تازہ ہو- اسے صاف ستھرا رکھا جائے- گوالے دودھ نکالنے میں صفائی اور صاف ہاتھوں کی اہمیت سمجھتے ہوں- ایسے دودھ میں کسی بیکٹیریا کا کوئی امکان نہیں ہوگا- نہ ہی بیکٹیریا ختم کرنے کے لئے دودھ کو پیچورائز کرنے کی ضرورت ہوگی- گائیوں کو تپدق سے بچایا جائے- ان کو ایسا چارہ دیا جائے جس کو پیدا کرنے کے لئے کیمیائی کھاد استعمال نہ کی گئی ہو، بلکہ حیوانی اور نباتاتی کھاد استعمال کی گئی ہو- ایسے جانوروں کو ٹیوبرکولینم کے ذریعے تپ دق سے پاک کیا جاسکتا ہے- اس طرح ہمارے مویشی بیماریوں کے مقابلے کے لئے زیادہ قوی ہوں گے- اسقاط پاؤں کی بیماریاں، تھنوں کی سوزش کا ہومیو علاج ہوسکتا ہے اور ہونا چاہیے- مگر ہمارے مقتدر لوگ غلط مقام سے علاج شروع کرتے ہیں- وہ ہماری خوراک میں دوائیں شامل کرتے ہیں- غذائیں غیر فطری زمین کی پیداوار ہیں- ان میں بھاری مقدار میں غیر نامیاتی نمکیات شامل ہوتے ہیں- نتیجہ یہ کہ صحت کے لحاظ سے تیسرے درجے کی قوم پیدا ہوتی ہے- اس میں زندگی کے عزم و حوصلہ کا فقدان اور توانائی کی کمی ہوتی ہے- یہ اپنی تمام آزادیاں ترک کرنے پر تیار ہوگی- میں پھر کہوں گی کہ ہماری موجودہ برطانوی قوم تیسرے درجے کی قوم ہے- قومی صحت کے اس بربادی کی تمام تر ذمہ داری نوکر شاہی پر عائد ہوتی ہے-

خناق اور اس کا نوسوڈ

ہمشائرک کے درمیانے علاقوں میں سردی ہمیشہ ہی خطرناک رہی ہے- اس موسم میں انفلوئنزا، نزلہ، بخار، سردی اور سوزشی امراض کافی پھیل جاتی ہیں- سوچنے سمجھنے والے لوگ ان تکالیف سے بچنے اور ان کو روکنے کے لئے کافی پریشان ہوتے ہیں- یہ تکالیف پرجبس انظار گاہوں میں ہجوم کی وجہ سے زیادہ پھیلتی ہیں- خوش قسمتی سے فال بیان کرنے والوں نے جنگ عظیم کے پہلے اٹھارہ مہینوں میں اس بات کو غلط ثابت کر دیا ہے- اس کی وجہ لوگوں کی اپنے کاموں میں زیادہ مصروفیت، چینی، مٹھائیوں اور گوشت خوری میں کمی ہو سکتی ہے-

میں نے ایک مضمون دیکھا- اس کا عنوان سردیوں کے عوارض تھا- اس مضمون میں ایک قدیم ڈاکٹر نے لکھا کہ یہ عوارض شہروں اور دیہات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں مگر ان پر قابو پانا ممکن ہے- اس نے اس بات پر زور دیا کہ ہر فرد اپنی مدد آپ کے تحت قدرتی طریقے اختیار کر کے قوت مدافعت میں اضافہ کرے اور اس طرح یہ پوری سوسائٹی کی خدمت ہوگی-

اس نے استدلال یہ کیا کہ جو کوئی بھی وبائی تکالیف کا شکار ہوتا ہے تو وہ دوبارہ اس تکلیف سے محفوظ ہو جاتا ہے- وجہ یہ ہے کہ جس وقت بیماری کا ایک حملہ ہوتا ہے تو ہمارے جسم میں اس مرض کے خلاف مزاحمت کرنے والے اجسام پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ اس بیماری کے دوبارہ حملہ کے خلاف طاقت ور پاسبان کا کام کرتے ہیں- اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ امراض کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ بیماری کے حملہ کا انتظار کیا جائے- اس کے لئے ویکسی نیشن اور ٹیکوں سے کام لیا جا سکتا ہے-

پھر وہ وبائی امراض کا ایک مفصل چارٹ مرتب کرتا ہے- میں وہ چارٹ یہاں درج کروں گا اور پھر اس کے بارے میں بعض وضاحتوں کے ذکر کے بعد اس کا تنقیدی جائزہ پیش کروں گا-

ڈاکٹر بے شک بعض پہلوؤں میں صدق گوئی سے کام لے رہا ہو- اکثر حکام کا دعویٰ یہ ہے کہ خناق کے خلاف سو فی صد تحفظ مہیا ہے- مگر وہ اس حقیقت کو چھپاتے ہیں کہ پچیس فیصد بچوں میں ویکسی نیشن کے باوجود یہ مرض پیدا ہوتا ہے- مضمون نگار کا یہ کہنا غلط ہے کہ ویکسی نیشن سے کوئی مضر اثر نہیں ہوتا- میں نے انجکشن کے نتیجہ میں کندھے سے لے کر ہتھیلی تک سوجے

ہوئے بازو دیکھے ہیں- چار پانچ روز تک اونچا بخار، اس کے مضر اثرات سال ہا سال تک نوٹ کئے ہیں، یہاں تک کہ پلساٹیلا یا تھوجا کے ذریعے ان بداثرات کو دور کرنا پڑا- ویکسی نیشن کے بداثرات میں کمی خون، کمزوری، تھکاوٹ، کمی وزن، بچے کا سائز میں کم اور پسماندہ رہ جانا، ڑمیلا ہو جانا، پرہجوم شہری زندگی میں حوصلے و ہمت سے کھڑے ہونے کے قابل نہ رہنا شامل ہیں- دیہات میں مریض کچھ بہتر ہوتا ہے- جونہی شہری آبادی میں واپس لایا جاتا ہے تو اس کا وزن چھ سات پونڈ فوری طور پر کم ہو جاتا ہے- تھوجا-30 یا 200 اور اس کے بعد پلساٹیلا 6-12 کی دو تین خوراکیں روزانہ دے کر ان کے بداثرات کو زائل کیا جا سکتا ہے- بڑوں میں بھی کام سے بے رغبتی، سست روی اور مشقت سے فرار کی اور زندگی سے بے لطفی کی کیفیات پلساٹیلا اور تھوجا سے دور کی جا سکتی ہیں-

چارٹ حسب ذیل ہے-

مرض	تحفظ کا امکان	طریقہ	علاج کا عرصہ اور ٹیکوں کی تعداد
خناق	75% مکمل تحفظ	ٹیکے	چار ہفتے میں دو خوراکیں
ریمارکس	ایک تا پندرہ بچوں میں بڑوں کے مقابلے میں زیادہ ضرورت ہے، کالی کھانسی کی ویکسین خناق کی ویکسین کے ساتھ ملا کر دی جا سکتی ہے مگر اس طرح عرصہ بڑھ جائے گا۔		

یہ کہنا کہ عمر بھر کا تحفظ حاصل ہو جاتا ہے، بے بنیاد ہے- وجہ یہ ہے کہ ویکسی نیشن ابتدائی سٹیج پر ہے-

جرمنی میں خناق کی لازمی ویکسی نیشن 1920 میں شروع کی گئی تھی کیونکہ جرمنی میں یہ وبا سب سے زیادہ تھی-

1926 میں خناق سے جرمنی میں 1500 اموات ہوئیں فرانس میں یہ اموات 11033 تھی- 1930 میں خناق میں ویکسی نیشن کے حق میں عام پروپیگنڈہ کے بعد 23704 کیس نوٹ کے گئے جب کہ سویڈن بھر میں ویکسی نیشن سے پہلے 113 کیس آئے ان میں موت ایک بھی نہ ہوئی-

سوال یہ ہے کیا واقعتاً خناق اتنی ہی مہلک اور خطرناک بیماری ہے جتنا کہ اس سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے- ایک ہیڈ ماسٹر جو 27 سال سے ایک بورڈنگ ہاوس رہا تھا- اس میں 300 لڑکے داخل تھے- اس طویل عرصہ میں خناق کا ایک کیس بھی نہیں ہوا- میں یہ کہوں گی کہ

صفائی اور پانی کی سپلائی کا بہتر انتظام، آوٹ ڈور صحت مندانہ اہتمام کی وجہ سے خناق
رہی۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ خناق کے خلاف بہترین تحفظ ہومیو نوسوڈ
سکتا ہے۔ یہ دوا ڈفتھیرینم ہے۔ اس کے بد اثرات بھی نہیں ہوں گے۔

اگر خناق کی وباء پھیل بھی جائے تو ہومیو علاج سے آسانی سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

خناق کی وباء کے دوران بیکٹیریائی امتحانات سے خناق کی تشخیص کے بعد مریض
ایک ہومیو پیتھک ہسپتال میں مطلوبہ ہومیو دوا دی گئیں۔ انہوں نے بہترین کام کیا۔ آپ
نام پوچھیں گے۔ میں پھر کہوں گی کہ یہاں کوئی مخصوص دوا نہیں ہوتی۔ دوا دے کر مریض کو
ہسپتال میں بھیج دیا گیا کیونکہ یہاں مریض کو دیگر مریضوں سے الگ رکھنے کا اہتمام
تھا۔ جراثیمی معائنہ اور ٹیسٹ کے بعد اسے جراثیم سے مبرا قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر نے یہی کہا کہ
ہومیو ہسپتال میں غلطی سے مریضوں کو خناق کا مریض خیال کیا گیا۔ جب میں نے ہسپتال کی
ابتدائی تشخیص کے جراثیمی ٹیسٹ اور ان کی رپورٹس دکھائی تو ان کو ہومیو پیتھی کے اثرات تسلیم
کرنا پڑے۔

میرے ایک دوست نے ایک کیس یاد دلایا جو کہ میں بھول چکی تھی۔ سال پہلے کی
بات تھی۔ ایک بچے میں خناق کی یقینی علامات تھیں۔ جراثیمی معائنے سے تصدیق بھی ہوگئی
تھی۔ اسے فائٹولیکا cm کی ایک خوراک دے کر ہسپتال کے علیحدہ وارڈ میں بھیج دیا گیا۔ چار
پانچ دن کے بعد اسے گھر بھیج دیا گیا اور رپورٹ دی گئی کہ اسے خناق کی شکائت نہیں۔ بچہ بالکل
صحت یاب ہو چکا تھا۔

بلاشبہ بہت سے ہومیو معالج ایسے ہیں جن کو اپنی دواؤں پر اعتماد نہیں۔ وہ ہومیو
ادویات کے ساتھ انسدادی انجکشن لگاتے ہیں۔ ان کے خیال میں خناق میں یہ انجکشن ضروری
ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایسا کیوں ضروری ہے۔ اگر ہم علاج مثل کے اصول پر یقین
رکھتے ہیں تو خناق اس اصول کے دائرہ سے باہر کیسے ہو سکتا ہے؟

خناق کے علاج میں بہت سی ادویہ کام کرتی ہیں سوئزلینڈ، فرانس، امریکہ، انگلینڈ وغیرہ
میں ڈاکٹروں نے ان ادویہ سے کامیاب علاج کئے۔

ایک دوا نے خاص طور پر زہریلے اثرات پیدا کئے۔ یہ خناق سے کافی ممتاز ہیں۔ یہ
دوا سائنائیڈ آف مرکری ہے۔ ڈاکٹر کلارک نے کہا ڈاکٹروں نے مرکری سائنائیڈ کے زہریلے
اثرات کو خناق کے طور پر علاج کیا۔ اس سے بے ہوشی، نڈھال پن، لرزا، بے وقوفی، متلی اور جسم

کی طرح ٹھنڈا، ٹانسلز، چونکہ سائنائیڈ آف مرکری خناق جیسی علامات پیدا کرتا ہے۔ لہذا یہ
خناق کا علاج ہوگی بشرطیکہ یہ علامات پائی جائیں۔ چونکہ یہ علامات خناق سے بہت ملتی جلتی
لہذا میرے خیال میں یہ دوا خناق کی روک تھام کے لئے بھی موثر ہوگی۔ میرے علم میں ہے
بعض ڈاکٹر اسے انسدادی دوائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ 30 طاقت میں اس
کے بڑے کامیاب نتائج حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے اس دوا کو کبھی استعمال نہیں کیا لیکن اگر
کبھی خناق کی وباء کا سامنا مجھے کرنا پڑا تو میں نے مرکیورس سائیانائس 30 اور اور ڈفتھیریم
200 دوسرے کیسوں میں استعمال کرایا ہے۔ دونوں کے نتائج کا تقابل کریں۔ ویکسی نیشن کے
بلے پر ہماری ادویہ ہر لحاظ سے بہتر نتائج دیں گی۔

ڈاکٹر چیرٹ نے پریکٹیکل میٹریا میڈیکا پر بہت کارآمد کتاب مرتب کی ہے۔ افسوس
کہ ابھی تک انگریزی میں ترجمہ نہیں ہوسکی۔ اس میں خناق کے چار انتہائی شدید کیس بیان
ئے ہیں۔ سائنائیڈ آف مرکری سے دو تین دن میں علاج کے گئے۔ اونچا بخار بالعموم
40-4 گھنٹوں میں ختم ہوا۔ دوا کو پانی میں ملا کر چمچہ چمچہ ہر پندرہ منٹ بعد دیا جانا چاہیے
اں تک کہ افاقہ شروع ہو جائے۔

ڈاکٹر چیرٹ بیان کرتا ہے کہ ایک بچہ کس طرح تریاق کے نتیجہ میں شدید بیمار ہوا۔ تین
تک پیشاب کی بندش، شدید درد اور کمزوری، اس کا بھائی اس کے انجکشن کے بعد چند منٹ
ہی موت کا شکار ہوا، اس کے سرہانے کھڑے ڈاکٹر نے کہا کہ دوائی نے مریض کو ہلاک کر
ہے اور یہ دوا بہت سے مریضوں کو موت سے ہم کنار کرے گی۔ ڈاکٹر چیرٹ نے سائنائیڈ
ف مرکری کے خناق پر زبردست اثر پر زور دیا ہے۔ اس کے کہنے کے مطابق اس کا کوئی منفی
ر بھی نہیں۔

امریکہ کے ڈاکٹر ای پی نیش نے ایپس کو خناق کی ایک بہت اہم دوا قرار دیا۔ یہ دوا
خناق سے مشابہہ ہے جہاں یہ مرض تیزی اور شدت سے آئے تمام تر گلا اچانک استسقائی (پانی
والی) سوجن سے بند ہو جاتا ہے۔ حلق کا کوا شفاف، دھجی کی طرح لٹکا ہوا اور پانی سے بھرا ہو،
بغیر درد کے بغیر لیکن اگر کسی وقت درد ہو تو یہ چبھن دار ہوگی، گلے میں رکاوٹ سے گھٹن محسوس
ہو۔ ایسی کیفیت میں ایلوپیتھی صرف آپریشن سے سانس کی بندش روکنے کیلئے کچھ کرے گی۔ ڈاکٹر
نیش نے اس کیس کو بغیر آپریشن ایپس کے ساتھ درست کیا۔ وباء کے دوران جس مریض کو بھی
ایپس دی گئی وہ موت کا شکار نہیں ہوا۔ چالیس کیسوں میں ایپس کے ذریعہ شفا ہوئی۔
کیا آپ نے محسوس کیا کہ ایپس اور سائنائیڈ آف مرکری کے کیس کتنے مختلف ہیں۔

اس کے علاوہ کالی بائی، لائیکو، لیکسز، لیک کینم اور مرکری کے دوسرے ...
(مرکیورس برو اور مرکیورس بن) اور فائیٹولیکا وہ سب کی سب اپنی منفرد کیفیات میں مطلوب...
سے 40-48 گھنٹے میں مریض کو شفایاب کر دیتی ہیں۔ مریض کے لئے کسی تیمار دار کی ضرور...
ہوگی اور نہ ہی مضر اثرات کا کوئی اندیشہ ہے۔ خناق کے مابعدی عوارض جیسے فالج، دل...
کمزوری، عضلاتی، جوڑوں کی تکالیف، عام کمزوری لاحق نہیں ہوں گی۔

ہومیو علاج میں ذرا بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، لازمی منفی ردعمل کا کوئی ا...
نہیں۔ اس طرح کے اندیشے ایلوپیتھی کا سرمایہ ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری نوسوڈ ڈفتھیرینم ہے۔ میں نے اسے صرف ایک بار بطور حفا...
دوا کے استعمال کیا۔ میں نے مرض کی ابتدا میں اس کی ایک لاکھ طاقت کی ایک خوراک دی
جس کے بعد مرض کا حملہ ابتدا ہی میں رک گیا۔

3) ایک 13 سالہ لڑکی نزلہ کا شکار تھی۔ ناک سے خارج ہونے والا مواد گاڑھا، ن...
چھلکوں سے بھرے ہوئے، ناک کے بیرونی کنارے پھٹے ہوئے، جن سے خون اور پیپ ر...
میں نے کئی دواؤں کو آزمایا، کالی بائی اور تھوجا۔ اس دوران مجھے بتایا گیا کہ مریضہ ایک سا...
پہلے خناق کی تکلیف میں مبتلا ہوئی تھی۔ یہ سننے پر میں نے اسے ڈفتھیرینم cm کی خوراک
دی۔ اس کے بھائی میں بھی یہی علامات تھیں۔ میں نے اسے بھی ڈفتھیرینم cm کی ایک خوراک...
سے شاندار اثرات حاصل کیے۔

4) تقریباً دو سال پہلے، میں نے ایک خاتون کو دیکھا جو بیس سال سے بالکل بہری تھی
یہ بہرہ پن اسے خناق کے حملہ سے شروع ہوا۔ اس وقت اس کی عمر دس سال تھی۔ ڈفتھیر...
cm کی ایک خوراک تین ماہ کے وقفہ کے بعد دی۔ وہ فوری درست ہونے لگی اور عام گفتگو...
سکتی تھی۔

5) کئی مہینے پہلے میں نے ایک خاتون کو دیکھا۔ اس کی عمر بیس پچیس سال تھی۔ سات...
سال کی عمر میں خناق کے حملہ کے بعد سے وہ مکمل طور پر بہری تھی۔ وہ معذوروں کے سکو...
میں 16 سال کی عمر تک جاتی رہی۔ اس سے بات کرنے کیلئے چیخنا اور چلانا پڑتا تھا۔ اس...
باوجود اس کی بہن کے ذریعہ ہی گفتگو ممکن تھی۔ اس نے اس کے لئے بعض اشارے بنا...
ہوئے تھے۔ اس وجہ سے وہ اپنی بہن کے علاوہ کہیں جا نہیں سکتی تھی۔

میں نے اسے ڈفتھیرینم cm کی ایک خوراک دی۔ وہ چار ہفتے بعد اپنی بہن کے ب...
آئی، اس کے ساتھ 2 سالہ بچہ تھا۔ میں نے اس کے ساتھ اپنی معمول کی آواز میں گفتگو کی

پہلے تو مجھے اس کے بہرے پن کا یاد ہی نہ تھا۔ وہ صحیح سن اور جواب دے رہی تھی۔ پھر میں نے کیس فائل پر شروع ہی میں بہرے پن کا نوٹ دیکھا، تو مجھے سماعت میں اس حیران کن پیش رفت کا اندازہ ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اب اس کی سماعت بہت بہتر ہو گئی ہے۔ اس نے میرے مشاہدے سے اتفاق کیا۔

یقیناً یہ بڑی کامیابی تھی۔ کسی کی سماعت بحال ہو جائے اور مریض انسانی آواز، موسیقی اور پرندوں کی چہچہاہٹ سننے کے قابل ہو جائے۔ بہرہ شخص نابینے کے مقابلے پر لطائف زندگی سے زیادہ محروم ہے۔

یہ بہتر ہے کہ ہم بہرے پن کے حقیقی سبب کی طرف جائیں خواہ وجہ کچھ ہی ہو۔ بہرہ پن وبائی امراض سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ چیچک، انفلوئنزا، خسرہ۔ یاد رکھیں متعلقہ نوسوڈ کی ایک خوراک دیں۔ بیس سال بعد بھی دوا کام کر سکتی ہے۔ مزریم نے یہ بات ثابت کر دی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جب بھی جلد کا مرض دبا دیا جائے تو بہرہ پن پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹے بچے کے سر پر ایگزیما تھا۔ اسے دبا دیا گیا۔ نتیجتاً بہرہ پن پیدا ہو گیا۔ اسے مزریم دی گئی۔ بہرہ پن ٹھیک ہو گیا مگر تھوڑے عرصہ کے لئے ایگزیما دوبارہ نمایاں ہو گیا۔ ڈاکٹر ڈھم نے اپنی کتابوں میں اس کیس کا خاص طور پر ذکر کیا۔

ہماری ادویہ میں شفائیہ قوتوں کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں مرضیاتی مواد سے تیار ہونے والی دواؤں کو کبھی نہ بھولیں۔ ہم انہیں نوسوڈ کہتے ہیں۔ مزمن امراض جو لمبے عرصہ سے قائم ہوں ان سے صاف ہو جاتی ہیں۔ نوسوڈ ہمیشہ طویل وقفوں کے بعد یونٹ خوراک کے طور پر استعمال کرانی چاہییں۔ خوراک کا اعادہ ایک بار افاقہ کے عمل شروع ہونے کے بعد علامات کی واپسی پر ہونا چاہیے۔

(XXII)

پیشاب کا خطا ہو جانا

بچے جہاں بھی ہوں یہ مسئلہ بہر صورت موجود رہتا ہے- اس پر طبی جرائد میں کئی سال بحث ہوتی رہی مگر یہ سب بے نتیجہ رہی- مروجہ طریقہ علاج کے حوالے سے جتنے بھی مشورے پریس میں دیئے گئے میں نے ان کو آزمایا مگر مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا- میں نے اندازہ کیا کہ دوسرے ڈاکٹر اندھا دھند پیروی کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے- اس عارضے کے نفسیاتی علاج کی رائے دی جاتی ہے- یہ مفید بھی ہو سکتا ہے اور بیکار بھی-

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ابتدائی دنوں کی عادت اور تربیت بچے کو صاف ستھرا بنا سکے گی- بچے کو آٹھ ہفتے کی عمر سے صاف ستھرا رہنے کی تربیت دی جا سکتی ہے- اس کے لئے اسے آپ باقاعدگی سے دودھ پلانے سے پہلے اور بعد میں پیشاب کرانے کی زحمت کر سکتی ہیں- اس موقعہ پر آپ سی سی کی آوازیں دیتی ہیں تو بچہ بخوبی سمجھ جاتا ہے کہ ان آوازوں سے کیا کچھ مقصود ہے اور وہ پیشاب کر دیتا ہے- اس سے ماں یا نرس اچھی خاصی تکلیف سے بچ جاتی ہیں-

بچے کی زندگی میں تربیت کے باوجود ایسے مرحلے آتے ہیں جب وہ اس تربیت کو فراموش کر دیتا ہے- دانت نکالنے کے زمانے میں بعض دنوں میں بچہ پیشاب کے بارے میں کوتاہی کرتا ہے- بعض بچے دوسرے یا تیسرے سال میں اپنی جانب توجہ حاصل کرنے کے لئے اس بارہ میں اپنی تربیت سے بغاوت کر دیتا ہے اور پیشاب کرانے کے لئے استعمال میں لائے جانے والے برتن میں پیشاب کرنے سے انکار کر دیتا ہے- اس موقعہ پر وہ ماں کے منہ پھیر لینے کا انتظار کرتا ہے- ایسی صورت میں بچے کے چوتڑوں پر ہلکی ہلکی تھپکیاں کافی ثابت ہو سکتی ہیں- اس طرح اس کی شرارت آمیز حرکت کنٹرول کی جا سکے گی- اگرچہ عام تعلیم یہی ہے کہ اسے کسی صورت کچھ نہ کہا جائے مگر ان ایام میں یہ معمولی سی سرزنش، کردار بنانے میں بہت مفید رہے گی-

مجھے یہ اعتراف ہے کہ مزدور طبقہ کے خاندانوں اور حتیٰ کہ خانہ داری پیشہ کے لوگ بچوں کی صفائی کی تربیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور نتیجہ کے طور پر چار پانچ سال کی عمر کے بچوں میں گیلا بستر ایک معمول ہوتا ہے- مائیں اس بارہ میں بے بس محسوس کرتے ہوئے اس کے ساتھ مطابقت پیدا کر لیتی ہیں اور ناخوشی کا اظہار بھی نہیں کرتیں- میں نے بار بار یہ دیکھا

ہے کہ ایک ہفتہ بھر سے باہر رہنے پر سمجھ دار بچے اپنی اس کمزوری پر قابو پا لیتے ہیں۔ بچوں کو باقاعدگی سے پیشاب کیلئے اٹھایا جائے۔ سونے سے پہلے اور سونے کے بعد بھی گیارہ بجے رات تک ہر دو گھنٹے بعد پیشاب کے لئے اٹھانا چاہیے۔ یہ احتیاط بستر کو خشک رکھنے کے لئے کافی ہوگی۔ اسے ایک قاعدہ کے طور پر اختیار کر لیا جائے۔

اس سے بچے کی نیند میں کسی طرح کا خلل نہیں آتا۔ اگر بچے کو پیشاب کے بعد بستر میں لٹا دیا جائے تو وہ فوراً ہی نیند میں گر جاتا ہے۔

مجھے اندیشہ یہ ہے کہ پیشاب خطا ہونے میں پہلی کوتاہی والدین کی ہے۔ اعصابی طور پر کمزور بچے کا بڑی عمر میں بھی پیشاب خطا ہو جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اعصابی تناؤ کا شکار ہو یا اپنے گھر سے باہر کہیں غیر مانوس ماحول میں ہو۔ یا اسے اندیشہ ہو کہ وہ اندھیرے میں بستر سے باہر نکالا جائے گا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی اس بری عادت کا علاج ثابت ہوسکتی ہے۔ میں ایک دس سالہ لڑکے کو جانتی ہوں جو باقاعدگی سے بستر میں پیشاب کرتا ہے کیونکہ اسے باہر اندھیرے میں لیٹرین کے استعمال کے لئے بھیجا جاتا اور وہ اندھیرے اور تنہائی سے خائف تھا جب وہ ایک دوسرے گھر میں منتقل ہوئے جس میں بیت الخلاء گھر کے اندر تھا تو اس کی یہ تکلیف ختم ہوگئی۔

خطائے پیشاب ٹھنڈے بستر کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ ایک پرائمری سکول کے بہت مشہور استاد نے مجھے بتایا کہ نصف کے قریب چھوٹے بچے ہاسٹل میں اپنے ابتدائی دنوں میں خطائے پیشاب کی شکایت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس سے ان کے بستر چولہوں کے قریب کر دینے کی ضرورت ہوتی ہے یا ان کے بستر میں گرم پانی کی بوتلوں کو بستروں میں رکھا جاسکتا ہے۔

اس بری عادت کو ختم کرنے کیلئے سیدھے سادھے قواعد ہیں۔ ان کے ذریعے اس بری عادت کو ختم کرنے کی ابتدائی کوشش کرنا چاہیے لیکن یہ تدابیر ہمیشہ ہی کامیاب نہیں رہتی۔ ڈاکٹری علاج کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ علاج میں مجھے قدیم طریقہ علاج سے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ میں نے بیلاڈونا مدر ٹنکچر اور انڈوکرائن گلینڈ سے علاج کیا، میں نے ان تدابیر کو کافی موقع دیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہومیوپیتھی کے علم سے کام لیا۔ اس سے مجھے اس قدر وسیع کامیابی ہوئی کہ قریب کے سکولوں میں میرے علاج کی شہرت پھیل گئی۔

(1) ایک گیارہ سال کی لڑکی، کو سکول ڈاکٹر نے آخر کار 25 فروری 1941ء کو میرے پاس بھیجا۔ اسے کمزوری، انیمیا اور خطائے پیشاب کی شکایات بچپن سے تھیں۔ اس کی والدہ علاج کے لئے کسی دوسری جگہ بھیجنے پر ناخوش تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس لڑکی کا کوئی

علاج نہیں۔ چودہ سال کی عمر کو پہنچ کر خود بخود ٹھیک ہو جائے گی اس وقت تک کسی تشویش کی ضرورت نہیں۔

وہ پتلی دبلی لڑکی تھی، قد اور وزن میں کم، بدرنگ، آسانی سے رونے لگتی، خاص طور پر جب اسے صرف ڈانٹا جائے، شام کو تھکی ہوئی، چکنی خوراک کو ناپسند کرتی، وزن 57 پونڈ، رات میں دو بار پیشاب خطا ہوتا۔ پیشاب میں امونیا کی بو، خاندان میں تپدق کی کوئی ہسٹری نہیں تھی۔

پلساٹیلا 30 صبح و شام۔

اس ہفتے میں پانچ راتوں تک پیشاب خطا نہ ہوا۔ تمام گھر والے خوش تھے اور لڑکی کی تعریف کرتے تھے۔ اس طرح کے بچے کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔ مریض سے پوچھیں کہ ہر رات میں کتنی بار پیشاب ہوا۔ پلساٹیلا بدستور۔

11-3-41

وزن 57 پونڈ اس ہفتے میں پانچ راتیں بستر خشک رہا۔ پندرہ روز میں ڈیرھ پونڈ وزن بڑھا۔ دوا بدستور (پلساٹیلا)۔

18-3-41

بائیں جانب کا ٹانسلز پھولا ہوا۔ گلے اکثر دکھتے رہتے - پرانی علامات واپس۔ ہومیو علاج میں یہ اکثر ہوتا ہے۔ زبان گندی، جڑ پر موٹی تہ، ٹانسلز سرخ، سوزشی علامات بہت نمایاں ہیں مگر پیشاب ہفتے میں صرف ایک بار خطا ہوا۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ بڑھے ہوئے ٹانسلز خطائے پیشاب کا سبب ہیں۔

فائیٹولیکا-30 دن میں تین بار۔

1-4-41

چہرے کی رنگت بہتر، زردی میں کمی۔ پیشاب کی معمولی شکایت۔ پلساٹیلا-30

10 اپریل

ہفتہ بھر بستر خشک رہا۔ وزن میں نصف پاؤنڈ کا اضافہ۔ کھانے کا معمول بہتر ہوا۔

22-4-41

وزن میں معمولی کمی پانچ رات بستر خشک۔

سلفر 30 کی یونٹ ڈوز۔

6 مئی

پیشاب کی شکایت ختم۔ بھوک بہتر ہوئی۔ کھانے میں خوب لطف محسوس ہوتا ہے۔

اس کی ماں بہت خوش تھی۔ وہ کئی سال سے مختلف ہسپتالوں میں جاتی رہی مگر کچھ بھی فرق نہ ہوا۔ یہاں علاج شروع کرتے ہی افاقہ ہوا۔ اندازہ کریں اس لڑکی نے خوشی سے مجھے اپنی مرغیوں کے انڈے تحفتاً پیش کیے۔ ایک غریب خاتون کی حالت کے پیش نظر یہ بہت بڑا تحفہ تھا۔ خاتون کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے خوشی کے ساتھ یہ تحفہ قبول کیا۔

12 مئی۔ نصف پونڈ وزن میں اور اضافہ۔ خطائے پیشاب کی شکایت نہ ہوئی

سلفر۔30

دس مہینوں کے اندر اندر اس نے ساڑھے تین پونڈ وزن حاصل کیا۔ اس کو خطائے پیشاب کی شکائت سے بھی نجات مل گئی۔ اس تکلیف سے اس کی زندگی بوجھ بن کر رہ گئی تھی۔ اس کا مزاج پلساٹیلا کا تھا۔ جب پلساٹیلا کا اثر رک گیا تو سلفر نے شفا کی تکمیل کی۔

پلساٹیلا کا ایک اور کیس۔

یہ دو سال کی بچی تھی۔ دانت نکالنے میں بہت پیچھے۔ صرف دس دانت تھے۔ بہت صاف خون، خوب تربیت یافتہ بچہ، گول مٹول' گیارہواں دانت نکلنا شروع ہوا تو پیشاب خطا ہونے کی شکائت اچانک شروع ہوگئی۔ اس سے اس کی ماں بہت بیزار تھی۔ وہ مزاج کے لحاظ سے پلساٹیلا کی ہو بہو تصویر تھی۔ بات بات پر رونے والی۔ اسے پلساٹیلا۔ 6 صبح وشام دی۔ پیشاب کی شکائت فوراً ختم ہوگئی۔ یہ شکائت اسے دو ہفتوں سے تھی۔ پلساٹیلا۔ 6 دو ہفتوں کے لیے دہرائی گئی۔ اور دانت نکالنے میں تکلیف بھی ختم ہو گئی۔ اس کا وزن مسلسل بڑھتا رہا۔ بستر پیشاب سے محفوظ ہوگیا۔

خطائے پیشاب کا میرا ایک اور پرانا کیس۔ یہ پریکٹس کے آغاز کا زمانہ تھا۔

یہ 15 سال کا لڑکا تھا۔ ہر رات بستر پر پیشاب خطا ہو جاتا۔ وہ کتنی ہی کوشش کرتا مگر وہ پیشاب پر کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ماں نے اس کی پیدائش روکنے کی کوشش کی۔ اس نے کچھ تیز مانع حمل ادویہ لیں، کونین کا بار بار اعادہ کیا۔ اس سے وہ شدید بیمار ہوگئی، مگر مانع حمل کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ بچہ پیدا ہوا۔ قدرت نے ماں کو یہ سزا دی کہ بچہ کافی پسماندہ رہا۔ ذہنی طور پر کمزور تھا' پڑھ نہیں سکتا تھا۔ بولنے میں بھی بہت پیچھے رہا۔

مجھے یاد ہے کہ ڈاکٹر برنٹ نے کہا ہے کہ خطائے پیشاب کے نوے فی صد کیس بیسی لائیم اور ٹیوبرکولینم سے درست ہوتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میرے لئے یہ دوائیں کافی ہوں گی۔ میں نے ٹیوبرکولینم۔30 (شروع میں ہفتہ وار خوراکیں) اور پھر ٹیوبرکولینم۔1m کی ایک خوراک دی اور علامات دوبارہ ظاہر ہونے پر اس کے اعادے کی ہدایت کی۔

شروع میں تو فوری فائدہ ہوا۔ ہفتے میں ایک دو بار رخطائے پیشاب ہوا۔ پھر دو ہفتے بعد ایک آدھ بار۔ تین ماہ بعد مکمل شفاء ہوگئی۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی تمام ذہنی قوتیں بھی تیز ہوگئی اس کی گفتگو صاف ہوگئی۔ ذہانت بھی بہتر ہوئی۔ وہ خیاطی (درزی) کے کام میں خوب کامیاب ہوا۔ یہ سب کچھ 1916 میں ہوا۔ ایک سال پہلے سینی ٹوریم میں تپدق کے علاج کے لئے مقیم تھا۔ اس نے لکھا کہ اسے پارچات کی فراہمی کے کام میں کمزوری اور تھکن سی محسوس ہونے لگی ہے، حالانکہ اس کا تمام کام باہر گھومنے پھرنے کا ہے۔ اس میں تپدق کا رجحان تھا۔ جو کہ بعد کی عمر میں استوار ہوگیا۔ اگر وہ ہومیو علاج جاری رکھتا تو ایسا نہ ہوتا۔ اس نے علاج چھوڑ دیا۔ اور اٹھارہ سال تک میں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

(XXIII)

کان کا بہنا

بہتا کان بہت ناخوش گوار شکایت ہے- ایسا مریض اپنے آپ کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے عزیزوں اور ملنے جلنے والوں کے لئے بھی بیزاری کا باعث ہوتا ہے- بیزاری کی وجہ کان سے بہنے والے مواد کی سخت بدبو ہوتی ہے-

اس تکلیف کا علاج بھی بہت مشکل ہے- اس میں کئی سال لگ جاتے ہیں- مروجہ علاج اس میدان میں بالکل ناکام ہے-

یہ مرض خاندانی ہے- اس سے اکثر افراد خانہ متاثر ہوتے ہیں اور پھر پرائمری سکول میں ایسے کیسوں کی بہتات ہے- اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ مرض ناقص غذا کی وجہ سے ہے، نہ کہ کم غذا کی وجہ سے- وٹامنز اور منرلز کی کمی مرض کا سبب ہے- مزدور طبقے کے ہاں غذا میں چائے، گاڑھا دودھ، سفید روٹی، جام، مارگرین، باہر کا منجمد گوشت اور پیک شدہ پھل جیسی اشیا کے سوا کیا ہوتا ہے- تازہ فروٹ بالکل نہیں ہوتا- یہ غذائیں منرلز سے خالی ہوتی ہیں- ان کو تازہ رکھنے کے لئے پانی میں بھگوئے رکھنے کے علاوہ سوڈا بائیکارب سے تازہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اس سے منرلز ضائع ہو جاتے ہیں- ہم اس کا نتیجہ ہر روز دیکھتے ہیں- خراب اور دکھتا ہوا گلا، کان کی سوزش روزمرہ بن کر رہ گئی ہے- چیچک، لال بخار اور خناق بھی گلے کی سوزش کے عام اسباب ہیں-

بہتے کان کے مروجہ طریقہ علاج میں سرجری ہی حل سمجھا جاتا ہے- ٹانسلز اور غدود کاٹ دیے جاتے ہیں اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو مسٹائڈ کی ہڈی کا آپریشن کیا جاتا ہے- کہا جاتا ہے کہ اس سے تکلیف ختم ہو جاتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ تجربہ نے یہ بات غلط ثابت کی ہے- ہر بار سردی سے کان بہنے لگتا ہے- ٹانسلز اور ان کے گرد و پیش میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے- یہ سوزش کان کی نالی تک پھیل جاتی ہے- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار مرض جراثیم کی بنا پر نہیں بلکہ مزاج اور طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ہے- طبیعت کی یہ کمزوری جراثیم کو سازگار زمین فراہم کرتی ہے- یہی وجہ ہے کہ اس کا حل آپریشن نہیں- ضرورت اس بات کی ہے کہ بچے کے مزاج اور طبیعت کی تعمیر کی جائے- اسے قوی اور مستحکم بنایا جائے- اس غرض کے لئے نام نہاد ٹانک، مچھلی کا تیل گیلنوں کے حساب سے بھی پلا دینا بیکار ہے- مطلوبہ ہومیو دوا سے مزاج کی تشکیل شفا کے لئے ضروری ہے- ہومیو دوا محض اس لئے نہیں کہ یہ قلیل مقدار میں ہے بلکہ اس لئے کہ وہ مریض کی منفرد علامات سے

مشابہہ ہے۔

بہتے کان کے لئے کوئی مخصوص دوا نہیں۔ ایک دوا سے ایک مریض کو افاقہ ہو سکتا ہے مگر دوسرے مریض کے لئے بالکل مختلف دوا کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ ہر مریض کا خوب مطالعہ کریں۔ اس طرح یہ مرض مزمن نہیں رہے گا اور نہ ہی موسم کی تبدیلی کے ساتھ دوبارہ ہو گا۔ اس علاج میں وقت لگ سکتا ہے مگر یہ کام بہرحال قدر و قیمت کا حامل ہے۔

میں نے اپنی ڈسپنسری میں بہتے کان کے سینکڑوں کیس دیکھے ہیں۔ ان کا علاج کیا۔ وہ بچے سال ہا سال تک علاج کے لئے آتے رہے، یہاں تک کہ سکول سے فارغ ہو جاتے رہے، مگر مرض نے جان نہ چھوڑی۔ ایسے بچے عام طور پر چیچک یا لال بخار کے بعد کانوں کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ پانچ، چھ سات اور آٹھ سال سے وہ آتے رہے۔ ٹانسلز اور غدود کاٹ دیئے جاتے، کان کے پردے میں چیرہ دیا جاتا اور آخر کار مسٹائیڈ ہڈی کا آپریشن کر دیا جاتا۔

مسٹائڈ کا آپریشن بھی کئی بار ہوا۔ یہ بہت ہمت کا کام تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ہومیو علاج کو اختیار کر لیا۔ تب جا کر ہم نے دیکھا کہ بچوں کے کیسوں میں شفا ہونے لگی۔

بدقسمتی سے پرائمری سکولوں کے بچوں میں بہتے کان کی شکایت سامنے آتے ہی مسٹائڈ آپریشن کروانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ میں نے ایسی مثالیں بھی دیکھیں کہ کان بہتے بھی نہیں تھے مگر آپریشن کئے گئے اور بچے بدنما داغوں کے ساتھ آئے۔ کئی بالکل بہرے ہو گئے۔ اور کئی بچوں کے کان آپریشن کے بعد بھی بہتے رہے۔ یہ درست ہے کہ بعض آپریشن کامیاب بھی رہے۔ مگر بہت سے کیسوں میں آپریشن کے بعد بھی کانوں میں زنک کا استعمال کرنا پڑتا۔ جیسے آپریشن سے پہلے کیا جاتا تھا۔

1 مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک لڑکی کے دو بار مسٹائڈ آپریشن ہو چکے تھے۔ زخم ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔ کان میں جلد کی گرافٹنگ کی گئی مگر پھر بھی کان بہتا رہا۔ دو انچ لمبا زخم بن گیا۔ لڑکی کی عمر ۱۲ سال تھی۔ بہت پسماندہ، خاموش، ساکت، انتہائی دبلی، سفید، شفاف، اور کمی خون کا شکار، ہمیشہ تھکی ہوئی نظر آتی، کمزور، پرشور، چیخ کر بولتی، ہمدردی کے اظہار پر بے حس۔

ذہنی ساخت، کان کی خرابی کی طویل ہسٹری، مزمن پھوڑا۔ ان علامات سے سیلیکا کی طرف دھیان جاتا ہے۔ سیلیکا-30 پہلے ہفتہ وار اور پھر مہینے مہینے بعد۔ کان کے زخم کی بدبو ختم ہوئی۔ کان سے بہنے والا مواد پتلا اور شفاف ہو گیا۔ بعد میں کان بالکل خشک ہو گیا۔ زخم درست ہوا اور ہڈی کا سوراخ بند ہو گیا۔ لڑکی خوش باش، باتیں کرتی، سکول میں بھی خوب رہنے لگی۔ اس کے رخسار بھر گئے۔ علاج مکمل ہو گیا۔ دو سال تک زیر مشاہدہ رکھی گئی۔ سات سال زیر علاج رہنے کے

بعد ہومیو علاج سے وہ صحت یاب ہوئی اور اٹھارہ ماہ تک اسے دوبارہ تکلیف نہ ہوئی- سیلیکا کی چند خوراکوں نے کام کر دیا- ہم سب اس کیس میں بہت دلچسپی رکھتے تھے- کیونکہ ایلوپیتھی کے ہاں کئی سال سے زیر علاج رہنے کے بعد ہمیں موقعہ ملا تھا- اس کیس سے مجھے کانوں کے دوسرے مریضوں کے علاج کا حوصلہ ہوا-

2 ایک بچہ نو سال کا، ۱۲ نومبر ۱۹۴۰ء دائیں مسٹائڈ کا آپریشن ہو چکا تھا- آپریشن سے پہلے دو سال تک کان بہتا رہا- کان کی حالت قابل رحم تھی- جن سے سخت چبھنے والی بدبو، کان کی لو میں دکھن، سوجھا ہوا اور کھرنڈ دار، ان پر بہاؤ کا نشان، یہ کھرنڈ کان کے سوراخ کے ہر جانب تھا- کان کو خشک کیا گیا- وہ جب بھی آیا پاؤڈر لگا دیا جاتا- اسے تیلوریم 6- ہر دو دن کے بعد دی جاتی رہی-

۲۶ نومبر کو کان کا بہنا بند ہو گیا- کان کے کھرنڈ اور بدبو بھی ختم ہو گئی-

۱۰ دسمبر کو دیکھا تو کان خشک اور پردے کا سوراخ بھی مندمل ہو گیا- بچہ سفید اور زرد تھا لیکن کان خشک رہا- مستقل شفا کے لئے مزید علاج کی ضرورت تھی- لیکن پرانا بہتا ہوا کان دو ہفتے کے علاج سے درست ہو گیا- یہ بڑی حیرت کی بات تھی- تیلوریم بہتے کان کی موثر دوا ہے بشرطیکہ کان سے شدید مچھلی جیسی بدبو آ رہی ہو- قریب کی جلد سرخ اور بہت سوزش زدہ ہو-

کان سے بہنے والا مواد بدبودار، خون آلود، پانی کی طرح پتلا اور بعض اوقات پیپ دار مگر بدبو اہم تر ہے- نیلگوں سرخ جلد، جس پر کھرنڈ ہو- یہ علامات لال بخار کے بعد لازم ہیں اور تیلوریم سے صحت یاب ہو جاتی ہیں-

کان کے بہاؤ کی بھی مختلف شکلیں ہیں- مثال کے طور پر گریفائٹس کا بہاؤ بھی مچھلی کی طرح بدبودار ہوتا ہے جیسے تلوریم میں ہے- مگر یہ لیس دار اور چپکنے والا ہوتا ہے- اس کی رنگت شہد کی طرح ہوتی اور کھرنڈ بنتے رہتے ہیں- مریض سردی محسوس کرتا ہے- خشکی، سرد مرطوب موسم اور شدید گرمی سے حساس ہے-

3 ایک موٹا، زرد بچہ، پلپلا چہرہ، گوشت کھانے سے گریزاں، مٹھائیاں کھانے سے بیزار، قبض کا رجحان، گستاخ، ڈانٹ پر ہنستا ہے، آزار دینے والا، دلیر اور شرارتی- ایسا بچہ کان بہنے کی تکلیف میں گریفائیٹس سے تیزی کے ساتھ صحت یاب ہو جائے گا-

4 مجھے ایک بچہ یاد ہے- اسے نو ماہ کی عمر میں کان درد ہوا- ہوا کی نالیوں کی سوزش، ٹانسلز اور گردن کے غدود کے بار بار حملے ہوتے- ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو کان کے دونوں پردوں میں چیرے دیئے گئے- اس وقت اس کی عمر ۳ سال تھی-

مارچ ۱۹۳۵ء میں ٹانسلز کاٹ دیئے گئے۔ اس کے زخم مندمل ہونے میں بہت وقت لگتا۔ مہینوں تک انتہائی معیاری غذا پر رکھا گیا مگر وہ پھر بھی کمی خون کا شکار رہا۔ اس کا ناک بند رہتا تھا اور اسے منہ سے سانس لینا پڑتا۔ ٹانسلز کا دوبارہ حملہ ہوا۔ ۳۷-۱۹۳۶ء میں پورے جسم پر پیپ دار پھوڑے پیدا ہو گئے۔

۱۰ فروری ۱۹۳۸ ٹانسلز کے حملہ کے بعد دائیں کان میں شدید سوزش ہو گئی۔ مئی ۱۹۳۸ء میں کان کے پردہ میں دوبار چیرہ دیا گیا۔ مارچ ۹۳۸ء میں مسٹائڈ کا آپریشن کیا گیا۔ اتنے طویل علاج کے مراحل کے بعد وہ تباہ حال نظر آتا تھا۔ بہت زود رنج، ڈرپوک، بے آرام، اندھیرے اور تنہائی سے خائف۔ بعض پہلوؤں سے تیز تر ہے۔ وہ چھ سال کا تھا۔ چہرہ بہت سفید اور زرد، ہونٹ سرخ، کان بہتا تھا۔ حالانکہ تین ہفتے قبل آپریشن ہوا تھا۔ پریشانی کے عالم میں بیسی لس گائیٹنر دی گئی۔ اس سے پہلے لائیکو، سٹرپٹو، پلساٹیلا لے چکا تھا۔ تین سال کے دوران ان دواؤں سے عارضی افاقہ ہوتا رہا۔

۱۴ اپریل ۱۹۳۸ء کان کا بہاؤ ٹھیک ہو رہا تھا۔ کھانا بہتر ہو گیا۔ چہرہ کی رنگت بہتر، زیادہ پریشان بھی نہیں تھا۔ گائیٹنر دی گئی۔

۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء رنگت میں بہت بہتری ہوئی۔

۱۶ مئی ۳۸ء بہت مستعد اور روشن، اب اتنا شرمیلا نہیں، کان میں ایک سوراخ باقی ہے۔ گائیٹنر۔

۱۳ جون ۳۸ء کان کے سوراخ کے لئے گرافٹنگ کرنا پڑی۔ زخم اندمال میں بہت وقت لیتا ہے۔ سیلیکا، گائیٹنر کی معاون ہے۔

گائیٹنر صفرا سے تیار کردہ نوسوڈ ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ یہ گلے کے زخموں میں خوب کام کرتا ہے جب کہ بچہ پتلا دبلا، نرم ذہنی طور پر بے چین اور عمر سے زیادہ سنجیدہ اور خائف ہو۔ وہ تاریکی، اور تنہائی سے خائف۔

اس کا چھوٹا بھائی بھی انہی لائنوں پر جانے لگا۔ شدید کمی خون کا شکار، زرد رو، سرخ ہونٹ، کان درد۔ میں نے اسے بھی گائیٹنر شروع کرا دی۔ چھ ہفتوں میں اس نے ڈیڑھ پونڈ وزن اضافہ کیا۔ دو دانت بھی نکالے۔ اس کا رنگ گلابی ہو گیا۔ چہرہ میں تازگی پیدا ہو گئی۔ تازہ مہینے میں وہ خوب چلنے لگا۔ اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہو گیا۔ چھ دانت بھی نکلے۔ اس کا وزن زیادہ تھا۔ مضبوط اور صحت مند، بودے پن کے کوئی آثار نہ تھے۔ فربہی فاضل محسوس نہیں ہوتی تھی۔

چودہ ماہ کی عمر میں کان درد کا حملہ ہوا۔ گائیٹنر کی ایک خوراک سے ختم ہو گیا۔ ہر دو تین ماہ

کے بعد گائٹر کی ایک خوراک دی جاتی۔ ٹانسلز کی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ البتہ ہلکی سی کان درد نئے دانت کے نکلنے پر ہوئی۔ یہاں تک کہ جولائی ۱۹۳۹ء تک جب کہ اس کی عمر دو سال ہوئی تھی۔ وزن ساڑھے انتیس پونڈ تھا۔ انیس دانت آچکے تھے۔ اس میں اپنے بھائی کی طرح ہی علامات پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ ٹانسلز، کان درد اور گلا خراب، مناسب دوا سے بیماری کا عمل رک گیا۔ بدقسمتی سے اس کے بعد انہوں نے لندن سے سکونت چھوڑ دی اور مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی۔

ایک مریض جسے گائٹر سے فوری افاقہ ہوا۔

آٹھ ماہ کا لڑکا، نرم عضلات اور زرد رنگت، کان سے مواد بہنے کی شکایت۔ پانچ دانت نکال چکا تھا اور کرسیوں کے گرد کھڑا ہونے اور چلنے لگا، بڑھوتری عمر سے کہیں زیادہ تیز۔ وزن ساڑھے سولہ پونڈ۔ گائٹر -30 دی گئی۔ پہلی ہی خوراک کے بعد کان کا بہنا ہفتے کے اندر اندر بہتر ہوگیا۔ کھوپڑی پر سوتے میں ہلکا سا پسینہ۔ سیلیکا دی گئی۔ یہ دوائی گائٹر کی اچھی معاون ہے۔ جس سے دانتوں کے نکلنے کا عمل زیادہ تیز ہوگیا اور مہینے میں دانتوں کی تعداد دس ہوگئی۔ تین چار پونڈ وزن میں بھی اضافہ ہوا۔ دانتوں کے نکلنے کے دوران وزن یا تو ایک ہی مقام پر رہتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ ہومیو علاج میں بچے دانت آسانی سے نکال لیتے ہیں۔ والدین کو بیزار بھی نہیں کرتے اور عام طور پر وزن میں بھی اضافہ جاری رہتا ہے۔ دانتوں کے نکلنے میں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔

یاد رکھیں کہ گائٹر کے مزاج کا بچہ سیلیکا کی طرح ہوتا ہے۔ زرد رنگت، پتلا، نرم، مگر بڑھوتری عمر کے مقابلہ پر تیز، اعصابی طور پر فاسفورس کے خوف کا امیں۔ گائٹر کے بعد دونوں میں سے کبھی ایک کی ضرورت پڑے گی اور کبھی دوسری کی۔

۱۹ اگست ۴۰ء

تین ماہ کا بچہ، اس کا بایاں کان بہت زیادہ بہہ رہا تھا۔ وزن ساڑھے تیرہ پونڈ، ماں کا گلا دکھ رہا تھا۔ اس سے ہی گلے کی خرابی منتقل ہوئی۔ بچے کا گلا سوجھ گیا۔ سوزش گلے سے کان کے پردے تک پہنچ گئی۔ جہاں سوراخ پیدا ہوگیا۔ چونکہ مواد شفاف اور شہد کی طرح تھا۔ اسے گریفائٹس-30 دی گئی۔

۲۶ اگست کو کان کے بہنے کی صورت حال زیادہ خراب ہوگئی۔ اخراج زیادہ بدبودار، پیپ زیادہ ہوگئی۔ کان کی بائیں لو سرخ اور سوزش زدہ ہوگئی۔ ان ادویہ کے علاوہ بھی کچھ ضرورت تھی۔ کان میں سڑاند اور دانے تھے۔ میں نے یہ اندازہ کیا کہ یہ لازماً سٹرپٹوکوکس کی سوزش ہے۔

لہٰذا میں نے سٹرپٹوکوکس -200 کی خوراک دی اور ایک ہفتے بعد اس کا اعادہ کیا۔ دوسری خوراک کے بعد سب کچھ صاف ہو گیا۔

۳- اکتوبر کو چوٹی پر پسینہ محسوس ہوا۔ بائیں کان کے اوپر چیرا سا تھا۔ سیلیکا-30 کی ایک خوراک اور ۲۴ اکتوبر کو اس کا اعادہ کیا۔ ۷ نومبر کو کان کے چیرے ختم ہو گئے۔ کان کی کوئی تکلیف نہ رہی۔ دس ہفتوں میں تین پونڈ وزن حاصل کیا۔ ساتویں مہینے میں وزن ۱۸ پونڈ تھا اور پہلا دانت نکل رہا تھا۔

مختلف اقسام کے بیسلائی اور کوکی سے تیار کردہ ادویہ بہت اچھا کام کرتی ہیں۔ ان کی علامات بیماروں پر ان کے مرتب کردہ اثرات سے مرتب کی ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے صحت مند لوگ سٹرپٹوکوکس سے جلد، گلے اور کان پر جو علامات پیدا کرتی ہیں اگر آپ کسی مریض میں یہ علامات موجود پائیں اور کسی ہومیو دوا میں یہ علامات یقینی طور نہ مل سکیں تو سٹرپٹوکوکس کی ایک یا دو خوراکیں توانائی یافتہ دوا کے لئے راستہ صاف کر دیں گی۔ یہ دوا سیلیکا، سلفر یا فاسفورس یا کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی دوا کسی اور بھی بیسی لس کی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر گائٹنر بیسی لس وغیرہ۔ مختلف بیسی لس سے نوسوڈ تیار کئے جا رہے ہیں۔ ان سے تیار کردہ دوائیں خاص طور پر بچوں میں بہت ہی مفید ہیں۔

ڈاکٹر باچ نے سب سے پہلے ان پر کام کیا۔

پھر گلاسکو کے معالجین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق یہ نوسوڈ تیار کئے۔ ان کی ذہنی علامات مرتب کیں۔ ایسی ادویہ سے صرف نظر نہیں کیا جانا چاہیے۔

مثال کے طور پر ایک خاتون کا کیس میرے ذہن میں ہے، اس کی عمر ۶۰ سال سے زیادہ ہے۔ اس کا گیارہ سال کی عمر میں مسٹائڈ کا آپریشن ہوا۔ اس کے بعد سے اس کے کان جواب دے گئے۔ اس کے کان میں خون آلود میل جمع ہو جاتی۔ خاص طور پر جب وہ زیادہ بھیگ جاتی۔ جس سے بہرہ پن شدت اختیار کر جاتا۔ اس کا ہومیو علاج کئی سال ہوا۔ جب بہرہ پن میں اضافہ ہوتا تو کان سے بہاؤ بھی زیادہ ہو جاتا۔ سٹرپٹوکوکس کی ایک آدھ خوراک سے کان صاف اور خشک ہو جاتا۔ اس طرح بہرہ پن میں کمی آ جاتی۔ اندازہ کریں کہ پچاس سالہ پرانی سٹرپٹوکوکس کی سوزش بھی درست ہو جاتی۔

ایک خاتون چالیس سالہ، اپنی ابتدائی عمر میں تین بار مسٹائڈ کا آپریشن کروا چکی تھی۔ اس کا آپریشن اکیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس کا بیان ہے کان اسے مسلسل تکلیف دے رہا ہے۔ کان میں خشک میل، ہر وقت کافی زیادہ مقدار میں جمع رہتی۔ میل کی بدبو بھی انتہائی ناخوشگوار ہے۔

بار بار کے آپریشن سے کان کا راستہ بھی بڑا ہو چکا۔ خون آلود میل اور مردہ جلد کو ہر ہفتے صاف کرنا پڑتا۔ اس طرح کان پر میل کا دباؤ کچھ کم ہو جاتا۔ سٹرپٹوکوکس 200 کی اتفاقیہ خوراکیں تکلیف کی شدت میں کمی کر دیتی۔ میں سوچتی ہوں کہ مزید اونچی طاقت سے اس کو مستقل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال سٹرپٹوکوکس دینے سے پہلے اس کی تکلیف برداشت سے باہر تھی۔

بہتے کان کی تکلیف کا ایک اور کیس۔ اس کے ساتھ دیگر بہت سی تکالیف بھی جمع تھیں۔

۲۹ فروری ۱۹۴۰ء دس سال کی لڑکی کو اس کی بڑی امی بہتے کان کی شکایت کے ساتھ لے کر آئی۔ وہ اپنی عمر سے بڑی اور بھاری تھی۔ وہ کان کے ایک مخصوص کلینک سے علاج کروا رہی تھی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کے ٹانسلز کاٹ دیئے گئے۔ وہ چھ ہفتے کی تھی تو اسے سرخ بخار نے آ لیا۔ جس کے بعد سے کان بہنے لگا۔ بچپنے میں سرخ بخار سے کان بہنا شروع ہوا۔ گھر پر عام معالج سے علاج ہوا۔ بارہ ماہ کی عمر میں خراب غدود، اور پانچ سال کی عمر میں ٹانسلز کے آپریشن کے باوجود بہتری کی کوئی صورت نہ ہوئی۔ بچی نے آنکھ کھولتے ہی نشتر، ڈاکٹر اور سرجن سے شناسائی پیدا کر لی مگر حاصل کیا ہوا، یہ معصوم عمر بھر کی اذیت کے بعد دوا، ڈاکٹر اور ہسپتال کے لفظ تک سے خائف ہو گئی۔ جسمانی طور پر کان کا دائیاں پردہ داغدار تھا اور بائیں میں سوراخ تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید قسم کا بھینگا پن جس کے لئے اسے عینک استعمال کرنا پڑتی۔ رات کو بستر میں پیشاب بھی خطا ہو جاتا۔ اس کی دادی پانچ سال کی عمر سے اس کی نگہداشت کر رہی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں خاوند چھوڑ کر بھاگ چکی تھی۔

یقیناً یہ بہت پیچیدہ کیس تھا۔ الجھن یہ تھی کہ علاج کہاں سے شروع کیا جائے۔ وہ پرہیزی کھانا لیتی تھی۔ اسے بہت سے ٹانک استعمال کرائے گئے۔ مچھلی کے تیل کی بڑی مقدار بھی لی۔ وہ میرے پاس صرف کان صاف کرانے کے ارادے سے آئی تھی۔ میں نے صفائی شروع کرنے سے پہلے سٹرپٹوکوکس-200 کی ایک خوراک دی۔ کیونکہ تکلیف سرخ بخار کے بعد شروع ہوئی تھی۔

۷ مارچ ۱۹۴۰ء ایک ہفتہ بعد اس کے بارے میں مجھے مزید معلومات فراہم کی گئیں۔ وہ بہت زود رنج اور تلخ مزاج تھی۔ بالکل کند ذہن بلکہ کہا یہ جاتا تھا کہ دماغ ہی سے محروم ہے۔ وہ پڑھ نہیں سکتی تھی۔ حالانکہ عمر ۱۱ سال ہو چکی تھی۔ گھر کے کام کی بڑی شوقین ہے مگر پڑھائی میں دلچسپی لینے سے انکار کر دیتی۔ اس کی ذہانت اور اعصابی نظام کو ماؤڈسلے ہسپتال میں چیک کیا گیا۔ وہ بہت ضدی اور برہم طبع ہے۔ اپنا منشا پورا نہ ہونے پر چیخنا چلانا شروع کر دیتی۔ وہ کمروں کے اندر ٹھہرنے کو پسند نہیں کرتی بلکہ باہر گلیوں میں کھیلتی رہتی۔

ایک ہفتہ کے علاج سے کان کا بہنا بند ہو گیا ٹیوبر کولینم 30-

۲۱ مارچ

بائیں کان کے پردہ کا سوراخ مندمل ہونے لگا- سرکش، بہت جھوٹ بولتی ہے- وہ کہے گی کہ وہ علاج کے مرکز میں باقاعدہ جا رہی ہے مگر حقیقت میں قریب سے بھی نہ گزری ہوگی- اس کا معائنہ بہت مشکل ہے- چیختی ہے، چلاتی ہے، احتجاج کرتی ہے، ٹیوبر کولینم 30-

۲۸ مارچ ۴۰ء

دائیں کان میں میل، جلد بے جان، بھینگا پن، رنجیدہ، سکون سے خائف کان کا پردہ بالکل ٹھیک، لائیکو 30-

۱۸ اپریل ۴۰ء

مزاج بہتر-

۲۵ اپریل ۴۰ء

زیادہ وقت خاموش رہی، سرکش اور ناقابل کنٹرول، بے چین اور نچلا، لیوٹیکم 30-

۲ مئی ۴۰ء

بائیں کان میں معمولی نمی، سکار لیٹینم 200-

۹ مئی

بائیں کان کا سوراخ خشک اور مندمل ہو رہا ہے- پہلے سے بہتر، خاموش تر، پانچ سال سے بستر پر پیشاب کرتی رہی- مگر اب نو ہفتے سے یہ شکایت ختم ہو گئی- سکار لیٹینم 200-

۱۶ مئی

سکول میں سست، پڑھنے میں تکلیف نہیں ہوتی- سلفر 30

۳۰ مئی

بائیں کان کا سوراخ مندمل، دائیں کان سے مکھن جیسا بدبودار اخراج، ہاتھ لگانے میں بہت حساس، ہیپر سلف 30-

۶ اگست

کان مندمل ہو گئے، پیشاب خطا ہونے، بھینگا پن، بدمزاجی، کانوں کا بہنا غرض ہر تکلیف ختم ہو گئی- وہ اب بالکل صحت مند نظر آتی-

یقیناً ہر کوئی ہومیوپیتھی کو اختیار کر کے معجزات دکھا سکتا ہے- پوری ہسٹری کے ساتھ چلیں- میں نے بہت سے ناقابل علاج مریض ڈسپنسری اور ہسپتال میں اپنے تعیناتی کے دوران

دیکھے۔ ان کو چھوا بھی نہیں جا سکتا تھا یہاں تک کہ ان کا ہومیو علاج کیا گیا۔

اس کیس میں ایک اور نوسوڈ استعمال کی گئی۔ یہ سرخ بخار سے تیار کی جاتی ہے۔ ہسٹری اتنی واضح تھی۔ تمام تکالیف کی ابتدا سرخ بخار سے ہوئی تھی۔ سکارلیٹی نم نے سرخ بخار کے اثرات زائل کئے تو شفا کا عمل شروع ہو گیا۔ بہتے کان کے لئے کوئی مخصوص دوائی نہیں بلکہ علاج میں ایک معمول کا طریقہ ہو نہیں سکتا۔ ہر کیس کو حقائق کی روشنی میں علاج کیا جاتا ہے۔

ایک اور کیس،

۱۶ دسمبر ۱۹۴۰ء

لڑکی چھ سال عمر کی، اگرچہ کمی غذا کی تصویر مگر اس کے باوجود بہت ذہین و فطین، دو ہفتے پہلے فیور ہسپتال میں چیچک اور اس کے بعد سرخ بخار میں چار مہینے زیر علاج رہ کر فارغ کی گئی۔ اس کا دایاں کان خوب بہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی پلکیں دکھتی اور سوزش زدہ تھیں، آشوب چشم کی پوری کیفیت کے ساتھ گاڑھے اور پیلے مواد سے چپکی ہوئی۔ وہ زرد، بیمار صورت، خون میں سرخ ذرات کی تعداد پچاس فی صد۔ میں نے اپنی طویل پریکٹس میں ڈسپنسری میں کانوں اور آنکھوں کے ایسے سینکڑوں مریض دیکھے ہیں۔ یہ مہینوں بلکہ سال ہا سال تک کانوں اور آنکھوں میں دوائیں لگواتے اور ڈلواتے رہے مگر ذرا بھی افاقہ نہ ہوا۔ بعض کیس آنکھوں کے ایک اقامتی ہسپتال میں بھیج دیئے گئے۔ جہاں وہ سال ڈیڑھ تک رکھے گئے۔ یہاں ان کو مخصوص غذا دی جاتی۔ فاضل دودھ، مکھن، مچھلی کا تیل وغیرہ۔ اس کے باوجود وہ پہلے روز والی حالت ہی میں گھر بھیج دیئے گئے۔ اس کا کتنا بوجھ ٹیکس دہندگان پر پڑا۔ یہ دیہات کا ایک وسیع ہسپتال ہے۔ اس کی خوبصورت گراؤنڈ، وسیع نرسنگ سٹاف، متعدد ڈاکٹر بہت خوش نما ہیں۔ یہ ہسپتال آنکھوں کے علاج کے لئے مخصوص۔ اگرچہ یہ سب کچھ بہت قابل تعریف ہے مگر علاج و شفا کے پہلو سے عملاً بیکار ہے۔ اگر مریض کو رکھنا ہی مقصود ہو تو اتنا کام تو ان کو گھر رکھ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔

میں مریضہ کو ماربی لائنم -30 چیچک کی نوسوڈ دے رہی تھی۔ ضرورت ہوئی تو اس کے بعد سکارلیٹی نم بھی دی جا سکتی ہے۔ کان کو خشک روئی سے باقاعدہ صاف کرنے اور آنکھوں کو یوفریزیا کے ہلکے محلول سے دھونے کی ہدایت کی گئی۔ پلکوں کی خراشوں پر ویزلین لگوائی گئی۔ ہر کوئی تسلیم کرے گا کہ یہ علاج بہت سادہ ہے۔

مریضہ کو ۳۱ دسمبر کو دیکھا گیا۔ دو ہفتے گزرے تھے۔ اس کی ماں نے بتایا کہ دائیں کان سے اخراج بند ہو گیا مگر بایاں کان بہتا ہے۔ آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں۔ معائنہ پر معلوم ہوا کہ دائیں کان کے پردے کا سوراخ مندمل ہو گیا ہے۔ بائیں کان میں سے صرف میل ہی نکل رہا تھا۔

آنکھوں کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی تھی- صرف پلکوں کے چھلکے باقی تھے- مریضہ اب سفید اور زرد کے بجائے کلی کی طرح تازہ رو ہو گئی تھی- اسے ماربی لائنم کی ایک خوراک دی گئی- اسے ہر روز آنے کے لئے کہا گیا تا کہ اگر کانوں اور آنکھوں میں کوئی تکلیف ہو تو اس کا مقامی علاج کیا جا سکے-

مجھے یقین تھا کہ اسے مزید کسی علاج کی ضرورت نہیں ہو گی- میں بیس سال میں کانوں اور آنکھوں کے امراض میں مبتلا بچوں کا خیال کرتی ہوں اور مجھے افسوس ہوتا ہے کہ مجھے ماربی لائنم اور سکارلیٹی نم کا علم نہیں تھا- ہزاروں کیس ایسے تھے جن میں ان کے ذریعے علاج کیا جا سکتا تھا- تکلیف و آزار کا پورا ایک سلسلہ اس طرح ختم کیا جا سکتا تھا-

(XX!V)

چیچک کا حفاظتی ٹیکہ

MORBILINUM

چیچک ہمیشہ سے موجود ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اس کی زیادہ پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔ بوڑھی ماؤں اور دادیوں کی محتاط تیمارداری پر انحصار کافی ہے۔ کسی باقاعدہ علاج کی ضرورت نہیں۔ یہ مرض اپنی مدت پوری کر کے ختم ہو جاتا ہے۔ آخر کار یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ بچوں میں چیچک کے نتیجہ میں طویل مدت کے لئے معذوری اور صحت کی تباہی لازم ہے۔ انگلینڈ اور ویلز میں مئی اور جون میں چیچک کے تیرہ ہزار کیس نوٹ کئے گئے۔ یہ درست ہے کہ شرح اموات زیادہ نہیں۔ دس بارہ مریض ہر ہفتے مرے۔ یہ شرح ہزار میں ایک سے بھی کم ہے۔ مگر اس مرض کے بعد کے اثرات بہت سنگین ہیں۔ مزمن آشوب چشم وغیرہ کئی کئی سال چلتے ہیں۔ یہ سب چیچک کی وجہ سے ہیں۔ کمی خون، کمزوری، لاغرپن اور تپدق بھی اس کے نتیجہ میں ہو سکتی ہے۔ یہ بات عام ہے کہ بچے چیچک کے بعد کبھی صحت مند نہیں رہتے۔ انہیں مچھلی کا تیل اور فولاد ملے ٹانک مہینوں تک لینا پڑتے ہیں۔ لاغرپن اور کالی کھانسی بھی اس کے بعد کے اثرات میں سے ہیں۔

مروجہ طریقہ علاج میں چیچک کے مواد سے تیار کردہ دوائی سے چیچک کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ مواد روبصحت مریضوں سے لیا جاتا ہے۔ بہرحال میں نے ایسے بچے دیکھے ہیں جن کو انسدادی ٹیکے لگا کر ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ ان ٹیکوں کے بارے میں ہر ماہ رپورٹ محکمہ صحت کے میڈیکل آفیسر کو بھیجنا چاہیے۔ جدید میڈیکل کا شعبہ ہانی من کے اصولوں کی پیروی میں بہت سست رو ہے۔ حالانکہ ان اصولوں کی دریافت کو ڈیڑھ صدی گزر چکی ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ مروجہ طریقہ علاج میں دوائی کی مقدار کافی زیادہ ہے۔ جس سے مرض میں شدت پیدا ہوتی ہے اور علاج کے خطوط بدل جاتے ہیں۔

ہومیو علاج میں چیچک کا نوسوڈ ماربی لائینم استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال میں پچاس سال ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر برنٹ نے ان کو اس سے بھی پہلے استعمال کیا۔ انہوں نے تو اس سے رسولیوں کا بھی علاج کیا۔ یہ رسولیاں چیچک کے شدید کیسوں کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں کہ رسولیاں ختم ہو گئیں۔

ماربی لائینم ہر دوسری ہومیو دوا کی طرح تیار کی جاتی ہے۔ ایک اور سو کے تناسب سے

اس کی تقلیل کی جاتی ہے۔ اصول کے مطابق یہ کافی اونچی طاقت میں استعمال کی جاتی ہے تاکہ بیماری میں شدت نہ ہو۔ احتیاطاً کوئی نوسوڈ تیس طاقت سے کم استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ بعض ہومیو پیتھ نوسوڈ کے استعمال کی مخالفت کرتے ہیں لیکن وہ بھی علامات کی مطابقت پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کا نقطہ نظر ٹھیک ہے۔

میں نے گذشتہ سال میں بہت سے بچے دیکھے جن کو چیچک کے بعد کمزوری، کمی خون و وزن اور بعض کو آنکھ کی سوزش لاحق ہوئی۔ ان پر میں نے ماربی لائینم کے خوش گوار اثرات دیکھے ہیں۔ میرے لئے یہ اثرات حیران کن تھے۔

1

پیٹر بعمر دو سال، ۹ جنوری ۴۱ء کو دیکھا۔ اسے دسمبر ۴۰ کو چیچک ہوئی۔ ہسپتال میں دو ہفتے رہا۔ چیچک معمولی نوعیت کی تھی۔ وہ غصیلا، رونی صورت، کھانے سے انکاری، اٹھائے رکھنے پر مصر، ۱۶ دانت نکال چکا ہے۔ حلق کی سوزش، ٹانسلز اور کمی خون میں مبتلا ہے۔ لڑکھڑاتا ہے۔ اسے مچھلی کے تیل اور مالٹ کے سوا کچھ نہ دیا گیا۔ ایک مہینے بعد دیکھا تو اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ گلے کے غدود پہلے کی طرح دکھتے اور پھولے ہوئے تھے۔ گلے کی حالت بھی خراب تھی۔ بالکل چل نہیں سکتا تھا۔ وزن ۴۸ پونڈ، رنگ نیلا، جسم ڈھیلا، نارمل وزن میں ۴ پونڈ کی کمی، اسے ماربی لائنم۔100 دی گئی۔

3-3-41

معائنہ کیا۔ دو پونڈ وزن میں اضافہ، ایک دانت نیا نکلا، رنگ بہتر ہوا، ہنستا ہے۔ ماربی لائنم 100 دہرائی گئی۔

24-3-41

وزن میں کمی۔ کھانسی ہوگئی۔ وجہ شاید یہ تھی کہ وہ ٹھنڈے فرش پر سویا، پھیپھڑے بلغم سے بھرے ہوئے۔ اٹھایا جانا چاہتا ہے۔ دانت نکال رہا ہے۔ ماربی لائنم 100 اور پلسا ٹیلا۔6 دن میں تین بار فوری تکلیف کے لئے۔

2-4-41

چار پونڈ وزن بہتر ہوا۔ پھیپھڑا بھی بہتر ہوا، چیچک کے بعد سے بستر پر پیشاب خطا ہونے لگا۔ اس ہفتے میں یہ تکلیف نہ ہوئی۔ ماربی لائنم 100

28-4-41

تین ہفتوں میں دو پونڈ کا اضافہ ہوا، سابقہ دوائی کا اعادہ کیا گیا۔

8-5-41 دانت بیس ہو گئے، وزن نارمل ہو گیا۔

2

۲۳ جنوری ۱۹۴۱ء

ایک لڑکی بعمر چار سال، وزن پانچ پونڈ، بہت نازک اور رونے والا مزاج، دیکھنے پر چیختی ہے، اس کا بایاں پاؤں اس کے لئے باعث آزار ہے، لنگڑاتا ہے، وہ پاؤں زمین پر آسانی سے نہیں رکھ سکتی، عضلاتی کمزوری کے سوا کوئی خاص تکلیف معلوم نہیں ہوتی، البتہ پاؤں کافی موٹے ہیں، گلے کے غدود بڑھے ہوئے ہیں اور دکھتے ہیں، کمی خون، زرد رخسار، دو بار چیچک ہو چکی ہے، دوسری بار چیچک کی وجہ سے نو ہفتے ہسپتال میں رہی، دو ہفتے پہلے ہسپتال سے فارغ ہو کر آئی ہے۔ پلساٹیلا-30 عام حالت کے پیش نظر دی گئی۔ پاؤں کی فربہی کے لئے ورزش بتائی گئی۔

۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء

چار اونس وزن کا اضافہ، ٹانگیں اور پاؤں پہلے سے زیادہ مضبوط، بائیں پاؤں میں درد قریباً ختم، یہ پاؤں اب زیادہ جان دار محسوس ہوتا ہے۔ ماربی لائم-100 مریضہ کی والدہ بہت بے چین تھی، اس نے اس بہتری پر ہی علاج سے فراغت کا مطالبہ کر دیا۔ وہ لندن چھوڑنا چاہتی تھی۔

۸ مئی ۱۹۴۱ء

بارہ ہفتے کی صحت کے بعد۔ وزن میں دو پونڈ کا اضافہ، یہ اضافہ تبدیلی آب وہوا کی وجہ سے تھا یا ماربی لائم کی وجہ سے، اس بارے میں کوئی بات تعین سے نہیں کہی جا سکتی۔ دوسرے کیسوں کے لحاظ سے اگر اس کا باقاعدہ علاج لندن میں رہ کر کیا جاتا تو بہت بہتر ہوتا۔ بہر حال لندن چھوڑنے سے پہلے افاقہ شروع ہو چکا تھا۔ اب اسے خارش کی پرانی تکلیف نے اعادہ کیا۔ سلفر 30-

3

۳۰ دسمبر ۱۹۴۰ء

لڑکا بعمر ساڑھے چار سال، نومبر میں اسے چیچک ہوئی، اس کے بائیں جنگاسے، ٹخنوں اور دائیں ہاتھ پر سڑے ہوئے زخم، گاڑھا نزلہ۔ جسم حجم میں کم، پلپلا اور پتلا۔ وزن ۲۹ پونڈ اور چار اونس جس میں سردیوں کا بھاری لباس شامل۔ سلفر-30

اس نے دو ماہ تک سلفر کی ہفتہ وار خوراکوں سے وزن میں مسلسل اضافہ کیا۔ ۲۷ فروری ۱۹۴۱ء تک اس کا وزن ۳۱ پونڈ اور دو اونس ہو چکا تھا۔ اس کے بائیں جنگاسے میں زخم اور دائیں گھٹنے

پرمسہ باقی تھا- چیچک کے پس منظر کا لحاظ رکھتے ہوئے ماربیلائنم -100 دی گئی-

۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء

جنگاسے کے زخم ختم ہو گئے- یہ چیچک کے بعد سے چلے آرہے تھے-

۱۰- اپریل ۱۹۴۱ء

وزن ۳۲ پونڈ اور ۸ اونس، بھوک خوب- گھٹنے کا مسہ غائب ہو گیا- ماربی لائنم -100 ہر ہفتے ایک خوراک،- جون کے شروع میں وزن ۳۳ پونڈ- اگرچہ ابھی نارمل وزن سے کافی پیچھے ہے مگر اس کا جسم اور ہڈیاں پتلی ہیں- اس کے والد اور والدہ بھی دبلے جسم کے ہیں- وہ کافی تندرست ہے- علاج شروع کرنے کے بعد چار پونڈ وزن میں اضافہ ہوا، مسے اور خارش ختم ہو گئی-

4

۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء تک اس بچے کو باقاعدہ کلینک پر دیکھا جاتا رہا- اس وقت اس کی عمر چودہ ماہ تھی اور وزن بیس پونڈ تھا- اسے کوئی عارضہ نہیں تھا- اس کا جسم کافی توانا تھا- اس کے عضلات مضبوط، دانتوں کے لحاظ سے بہت آگے- آٹھ کے بجائے سولہ دانت نکال چکا تھا- اس مرحلہ پر اس کی والدہ کیمبرج شائرک یلئے نقل مکانی کر گئی- وہاں اسے چیچک ہو گئی- ہم نے اسے ۶ فروری ۱۹۴۱ء سے پہلے نہ دیکھا- اس وقت اس کا وزن ڈیڑھ پونڈ کم ہو چکا تھا- پلپلا اور زرد، اسے سانس کی نالیوں کی سوزش بھی تھی-

13-2-41

ایک ہفتہ بعد وزن اٹھارہ پونڈ پندرہ اونس، کھانسی ختم ہو گئی، بارہ اونس وزن میں اضافہ ہوا، ماربی لائنم -100

20-2-41

وزن بیس پونڈ دو اونس، پندرہ دن میں دو پونڈ کا اضافہ، ماربی لائنم -100

20-3-41

وزن اکیس پونڈ، ماربی لائنم

اسے اپریل ۱۷،۱، ۲۴، یکم، ۲۲ مئی اور ۱۲ جون کو ماربی لائنم کی خوراکیں دی گئیں- اس کا وزن ۲۲ پونڈ اور ۹ اونس تھا- اس کے مزید چار دانت نکل آئے- وزن میں چار ماہ میں ساڑھے چار پونڈ کا اضافہ، میرا خیال تھا کہ وہ اب بالکل ٹھیک ہے اور وزن بڑھتا رہیگا-

5

10-2-41

آئرش بچہ، ساڑھے دس ماہ، وزن، سولہ پونڈ پانچ اونس، چھ دانت- ابھی تک بیٹھ نہیں

سکتا- جب ماں کی گود میں بٹھایا جاتا ہے تو طرفین کو گر جاتا ہے، عضلات پلپلے اور نرم، چیچک کے بعد سے اچھا نہیں- اسے نومبر میں چیچک ہوئی- پاخانے کبھی نرم اور کبھی سخت، گاڑھا نزلہ- مار بی لائیم-100

10-3-41

ایک ماہ بعد وزن اٹھارہ پونڈ اور بارہ اونس- اب بیٹھ سکتا ہے بلکہ کرسیوں کے سہارے کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے- اپنے آپ کو اوپر کھینچنے کی کوشش کرتا ہے- نزلہ ختم ہو گیا- کسی شربت، یا مچھلی کے تیل کے بغیر ہی محض دوائی سے وزن میں اضافہ ہوا-

17-3-41

مزید دو دانت بغیر کسی تکلیف کے نکل آئے- وزن انیس پونڈ اور دو اونس، پاخانہ نارمل، اپنے آپ کھڑا ہو جاتا ہے- تین پونڈ وزن کا اضافہ، یہ سب کچھ ایک ماہ میں مار بی لائم کی دو خوراکوں کے نتیجہ میں ہوا-

6

9-1-41

جین بعمر ساڑھے پانچ سال، وزن چالیس پونڈ اور آٹھ اونس، تقریباً چار پونڈ وزن میں کم، دسمبر میں چیچک کے بعد سے تندرست نہیں، زرد دکھائی دیتا ہے، پتلا اور پلپلا، مار بی لائم-100

23-1-41

وزن ۴۱ پونڈ، بہتر نظر آتی ہے، مار بی لائم-100

6-2-41

وزن ۴۱ پونڈ ۱۰ اونس، بھوک بہتر-

27-2-41

وزن ۴۲ پونڈ ۸ اونس، مار بی لائم-100

10-3-41

۴۲ پونڈ ۱۵ اونس، علاج شروع کرنے کے بعد دو ماہ میں اڑھائی پونڈ اضافہ، مار بی لائم -100 مریض بہت اچھا اور توانا ہے-

عام طور پر اس عمر کے بچوں میں وزن میں اضافہ تین ماہ میں ایک پونڈ ہوتا ہے-

7

13-2-41

ارنیسٹ، بعمر پندرہ ماہ، وزن ۲۲ پونڈ ۵ اونس، جنوری کے شروع میں چیچک ہوئی، ایک

ہفتہ پہلے ہسپتال سے گھر آیا، نزلہ، پھیپھڑے نزلاتی آوازوں سے بھرے ہوئے، ماربی لائنم-100

24-2-41

وزن ۲۳ پونڈ ۴ اونس، گیارہ دن میں ایک پونڈ کا اضافہ، دوا خوب کام کر رہی ہے۔ ماربی لائنم-100

13-3-41

وزن ۲۳ پونڈ ۱۵ اونس، خوب نظر آتی ہے۔

24-3-41

وزن ۲۴ پونڈ ۶ اونس، ماربی لائنم - 100

چھ ہفتوں میں چیچک کی نوسوڈ کی دو خوراکوں سے دو پونڈ وزن میں اضافہ ہوا، نزلہ علاج کے پہلے ہفتے میں ہی غائب ہو گیا۔

8

25-2-41

لڑکا بعمر ساڑھے پانچ سال، وزن ۳۹ پونڈ ۶ اونس، دسمبر میں چیچک کے بعد تندرست نہیں، ہر دو ہفتے بعد قے کا حملہ ہو جاتا ہے، اسے یہ شکایت پندرہ ماہ کی عمر سے ہے۔ گردن کے غدود بڑھے ہوئے ہیں اور ہاتھ لگانے سے دکھتے ہیں، ماربی لائنم-100

4-3-41

وزن میں چوتھائی پونڈ کا اضافہ، مریض پر رونق نظر آتا ہے، ماربی لائنم-100

11-3-41

غدود تقریباً ختم ہو گئے، رنگ بھی بہتر، اب اتنا سفید نہیں، ماربی لائنم-100

18-3-41

علاج شروع کرنے سے قے کی کوئی شکایت نہ ہوئی، ماربی لائنم-30

1-4-41

کافی بہتر ، ماربی لائنم-30

29-4-41

وزن ۴۰ پونڈ ۶ اونس، دو ماہ میں ایک پونڈ وزن بڑھایا، ماربی لائنم-30

13-5-41

ٹانسلز صاف ہو گئے، گذشتہ سال بچے کی وفات سے مدقوق ہے۔ اگنیشیا-30 صبح،

شام-

10-6-41

چند روز میں ٹانسلز صاف ہو گئے ، غدود بھی ختم ہو گئے ، وزن بدستور ، مزاجی دوائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، متعینہ وقفوں کے بعد تے چیچک سے بھی پہلے سے ہوتی تھی، مگر اب وہ بالکل ٹھیک لگتی ہے ، اس کی جلد صاف ، گلابی ، سرخ رخسار ، روشن آنکھیں ، بہت توانا اور مستعد-

9

اب ہم چیچک کے بعد آشوب چشم کے کیسوں کا ذکر کریں گے-

5-9-40

پانچ چھ سال کی عمر میں چیچک ہوئی ، جس کے بعد سے آشوب چشم ، دو سال تک سوانلے ہسپتال میں رہی ، اپنے والدین کے پاس اگست ۳۹ میں آئی- پچھلے سال آنکھوں کے قریبی ہسپتال گئی- آنکھوں کی اس وقت کی صورت یہ ہے کہ دائیں آنکھ کے قرنیہ میں جالا ، بائیں آنکھ کی نچلی پلک پر گوہانجنی ، زرد ، نظر دھندلی ، وزن ۸۶ پونڈ ، آنکھوں میں ڈالنے کے لئے یوفریزیا لوشن اور کھانے کے لئے ماربی لائینم -30

12-9-40

آنکھ کافی بہتر ، وزن میں تین اونس کا اضافہ ، پلک پر گوہانجنی پیپ دار ، یوفریزیا ڈراپس اور ماربی لائینم -30

24-9-40

گوہانجنی ختم ہو گئی ، قرنیہ کا دھندلا پن بھی کافی کم ، عام شکل وصورت بہتر ، ماربی لائینم -30

بچہ تین ہفتہ کے علاج سے بالکل مختلف تھا-

10

17-12-40

جان ڈبلیو ، بعمر ساڑھے پانچ سال- ہسپتال سے تین ماہ کے بعد فارغ کیا گیا- اسے سرخ بخار اور چیچک رہی تھی- دو ہفتے سے گھر پر تھی- دایاں کان بہہ رہا تھا- کان میں سوراخ تھا ، بہنے والا مواد سخت بدبو دار- دونوں آنکھیں آشوب زدہ ، سفید حصے اور پلکوں کی سوزش ، بھینگے پن کے لئے عینک لگاتا ہے- دور نظری میں مبتلا- یوفریزیا لوشن آنکھوں میں ڈالنے کے لئے اور کھانے

کے لئے مار بی لائنم-30-

31-12-40

دایاں کان کا سوراخ درست ہو گیا، بہنا بھی بند ہو گیا، پلکوں اور سفید حصے کی سوزش قریباً دور ہو گئی، دائیں کان کے باہر کے حصہ میں خراش پیدا ہو گئی-

آنکھوں میں ڈالنے کے لئے یوفریزیا لوشن بدستور، کیلنڈولا کان پر لگانے کے لئے اور کھانے کے لئے مار بی لائنم-30

7-1-41

سایہ میں ٹھنڈے پتھریلے بنچ پر لیٹنے سے نزلہ، مار بی لائنم-30-

14-1-41

دائیں کان کا سوراخ اب مکمل طور پر درست ہو گیا- کان کی خراش بھی ٹھیک ہو گئی- بھینگا پن محسوس نہیں ہوتا-

21-1-41

دایاں کان دوبارہ بہنے لگا کان میں خارش- پتھر کے فرش پر سوتا ہے- قرنیہ کی سوزش، ٹانسلز- مار بی لائنم-30

28-1-41

دائیں کان کے گرد دکھن، بہنا بند ہو گیا، آنکھیں تقریباً ٹھیک-

4-2-41

دائیں کان کا سوراخ دوبارہ درست ہو گیا- آنکھیں بالکل ٹھیک، مار بی لائنم-30- مریض اب بہت اچھا محسوس کرتا ہے- اس کی پریشان نظری ختم ہو گئی- بہت خوش باش ہے-

13-5-41

تین ماہ کے بعد دوبارہ دیکھا- بچہ بہت اچھا تھا- آنکھ اور کان کی کوئی تکلیف دوبارہ نہ ہوئی- رنگ بہت اچھا ہو گیا- بچے کے کان کا بہنا دو ہفتے کے علاج سے ہی درست ہو گیا- اس کی والدہ نے بتایا تھا کہ اسے کان کے علاج کے لئے کئی ہفتے تک ہسپتال میں رکھا گیا تھا- گلے کی سوزش کی وجہ سے کان میں دوبارہ معمولی سی خرابی ہوئی جو جلد ہی درست ہو گئی- اس کی تیز رفتار صحت یابی علاقہ میں موضوع بحث رہی-

11

28-1-41

چارلس بعمر تیرہ سال، قرنیہ اور آنکھ کے سفید حصے کی سوزش، کئی سال سے ہے- چار

سال سے ہسپتال میں زیر علاج رہ چکا-یوفریزیا لوشن ڈالنے کے لئے اور سلفر-30

11-2-41

آنکھیں بہتر، چہرے اور کندھوں میں کھجاؤ، فاسفورس-30، اعصابی کیفیت کے لئے، طوفان اور گرج چمک اور تاریکی سے بے چینی - آنکھوں کے لئے یوفریزیا لوشن-

18-2-41

کھجاؤ بہتر، آنکھوں میں صبح کے وقت بندش، فاسفورس اور یوفریزیا بدستور-

25-2-41

بچپنے میں چیچک کا پس منظر، ماربی لائنم-30

4-3-41

دائیں آنکھ کے قرنیہ پر زخم، (دوائیہ ردعمل) یوفریزیا اور ماربی لائنم روزانہ-

11-3-41

دائیں آنکھ کا زخم صاف ہو گیا- سوزش اور کھجاؤ دوبارہ نہیں ہوا-

مئی کے شروع میں گلی میں نظر آیا، بہت اچھا لگا- آنکھوں کی تکلیف ماربی لائنم دینے کے دو ہفتے بعد درست ہو گئی-

12

3-9-40

لڑکا بعمر ۱۱ سال، چیچک کے بعد آنکھوں کے قرنیہ اور سفید حصہ کی شدید سوزش، چیچک پانچ سال پہلے ہوئی تھی- دو سال پہلے سوا نلے کے آنکھوں کے ہسپتال میں تین مہینے زیر علاج رہ چکا تھا- ماربی لائنم اور یوفریزیا لوشن-

24-9-40

آنکھیں تین ہفتے کے بعد درست ہو گئیں-

13

28-1-41

ایک لڑکی، تیرہ سال، آنکھوں کی سوزش اور بائیں آنکھ کی نچلی پلک پر پھنسی، یوفریزیا اور سلفر-

25-2-41

تین ہفتے تک سلفر کی ہفتہ وار خوراکیں دی گئیں- کافی بہتر- چند سال پہلے چیچک ہوئی-

ماربی لائم 30 اور یوفریزیا لوشن۔

1-4-41

دو ہفتے میں آنکھیں کافی درست ہو گئیں۔ اس کے بعد اس کے چہرے پر پھنسیاں نکل آئیں۔ ماربی لائم۔ پھنسیاں بھی تھوڑے عرصہ بعد ختم ہو گئیں۔

14

27-5-41

پیٹریشیا، بعمر چھ سال، کرسمس سے ذرا پہلے اسے چیچک ہوئی۔ آنکھوں کا آشوب اور جلد زرد۔ ماربی لائم اور یوفریزیا۔

10-6-41

دو ہفتے بعد آنکھیں درست ہو گئیں۔ غدود ٹھیک ہو گئے۔ دیکھنے میں ٹھیک، ماربی لائم 30

15

29-5-41

پانچ سالہ مِنی، تین سال پہلے چیچک میں مبتلا ہوئی، اس وقت سے آنکھوں کی سوزش میں مبتلا ہے۔ بائیں آنکھ کے نیچے اور اوپر کی پلک پر بہت سے مسے۔ ماربی لائم-30

10-6-41

آنکھوں کی سوزش درست ہو گئی۔ مسے سکڑنے لگے۔ ماربی لائم تین دن تک روزانہ۔ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

یہ کیسوں کا ایک مختصر سا سلسلہ ہے۔ میں نے ماربی لائم کا استعمال گذشتہ سال ہی شروع کیا۔ کاش مجھے اس کے بارے میں کافی پہلے علم ہوتا۔ میں نے آشوب چشم کے سینکڑوں کیس کئے۔ قریباً دس سال میں مقامی علاج کرتی رہی۔ یقیناً مروجہ علاج کی قابل رحم ناکامی کا یہ کھلا ثبوت تھا۔ مقامی علاج سے گرد اور غلاظت تو صاف ہو جاتی مگر آنکھوں کی مزمن حالت اگر چیچک کے اثرات کے تحت ہوتی تو اسے کوئی فرق نہ پڑتا۔ یقیناً غذا کی کمی اور ناقص غذا امراض کے علاج میں بہت اہم ہے مگر پھر بھی ایسے مریض مہینوں ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ جہاں غذا کو خصوصی اہمیت دی جاتی۔ مارمائیٹ، مچھلی کا تیل، پنیر، انڈے، سنگترے اور اضافی وٹامنز فراہم کئے جاتے مگر اس کے باوجود ہسپتال میں تین سے چھ ماہ تک لگ جاتے۔ جب کہ ماربی لائم کی چند خوراکیں جنگی حالات میں بھی خراب اور مزمن ترین آشوبی حالت کو دو تین ہفتوں میں درست کر دیتی۔

ایک اور کیس،

ایک ۵۵ سالہ خاتون کئی سال سے ہومیو علاج کی مداح تھی۔ اسے سرکاری طور پر شہر

سے ترک سکونت پر مجبور کر دیا گیا- وہ دیہات میں آئی تو چیچک میں مبتلا ہو گئی- اس نے مجھ سے مشورہ کیا- میں نے اسے ماربی لائم -200 تجویز کی- دو خوراکیں مہینے مہینے کے وقفے کے ساتھ- وہ چیچک کی نوسوڈ سے خائف تھی- چنانچہ ملاقات تک اس نے دوا نہ لی- ایک ماہ بعد جب دوبارہ آئی تو اس کی حالت میں بہت تبدیلی آچکی تھی- وہ ہمیشہ آشوب انف میں مبتلا ہو جاتی تھی- جسے چھپانے کے لئے وہ کریم اور پاؤڈر کا استعمال کرتی مگر اسے زیادہ کامیابی نہ ہوتی- اس بار جب اس نے کلینک کے دروازے پر قدم رکھا ہی تھا تو میری نظر پڑ گئی- اس کا ناک سفید اور معمول کے رنگ میں کریم اور مرہم کے بغیر تھا- میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا کہ آیا اس بار اس نے خصوصی وارنش استعمال کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کے لئے کوئی چیز استعمال نہیں کی- ناک کی سرخی پچھلے مہینے ختم ہو گئی- اس کو کئی سال سے تکلیف تھی- اس نے بتایا کہ اسے توقع تھی کہ ہومیو علاج سے اس کے ناک کو فائدہ ہو گا- مگر یہ چلتا رہا- البتہ اب یہ ختم ہو گیا ہے- اس نے بتایا کہ اس کو پانچ سال کی عمر میں چیچک کا شدید حملہ ہوا- جس سے اس کی نظر بہت کم ہو گئی- اسے بہت موٹے موٹے شیشوں والی عینک لگانا پڑتی تھا- اس زمانے سے اس کی ناک بھی سرخ رہنے لگی- ماربی لائم -200 نے اس کی بدصورتی کو ختم کر دیا- بعض لوگ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے- مگر یہ امر دلچسپ ہے کہ چیچک کے بعد اگر ناک اور رخساروں کی رگیں بڑھ جائیں تو نصف صدی کے بعد بھی ماربی لائم سے ٹھیک ہو جائیں گی- ایک مہینے کے علاج سے معاملہ درست ہو گیا- دیکھنا یہ ہے نظر کی خرابی بھی درست ہو گی یا نہیں- اصولی بات تو یہ ہے کہ زیادہ گہری ہونے کی وجہ سے یہ تکلیف باقی رہے گی مگر اس میں بہتری بہرحال ہو گی- اگرچہ مدت زیادہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئی مشکل ہے مگر نظر کی بحالی کا امکان بہرحال موجود رہے گا-

ایک پانچ ماہ کا بچہ، بہت المناک کیس-

اس کی آنکھیں بالکل درست تھیں- اسے چیچک ہو گئی- سات ہفتے تک وہ ہسپتال میں رہا- بائیں آنکھ کی سوزش کے ساتھ ہسپتال سے فارغ کیا گیا- بہت سخت اور سرخ تھیں- بائیں ابرو بہت چھوٹی تھی- جب کہ دائیں بڑی تھی، ستارے کی شکل کی تھی- روشنی ڈالنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا تھا- پردے کی سوزش تشخیص کی گئی-

بائیں آنکھ کی اوپر والی ابرو گر چکی تھی اور آنکھ قریب قریب بند تھی- بہت خطرناک صورت تھی- آنکھوں کے امراض کے ماہر نے کہہ دیا تھا کہ نظر بالکل ختم ہو گئی ہے- اس کی ماں قدرتی طور پر پریشان تھی- بچے کو لیوٹیکم -30 کی ایک خوراک دی گئی- تین دن بعد اس کی خوراک دہرائی گئی- تب مجھے ہسپتال سے رپورٹ ملی کہ بچے کو چیچک تھی- چنانچہ میں نے دوا بدل کر ماربی لائم -100 تجویز کر دی- لیوٹیکم کی دو خوراکوں نے آنکھ کی سرخی ٹھیک کر دی- ابرو کی بدشکلی بھی کم

ہو گئی- البتہ روشنی کا کوئی اثر نہیں تھا- اگرچہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس میں کچھ نظر باقی ہے-

ماں کو یقین دلایا گیا کہ ماربی لائنم سے آنکھ کی سوزش اور ابرو کا گرنا درست ہو جائے گا چونکہ یہ تکلیف چیچک کی وجہ سے تھی لہذا ماربی لائنم سے لازماً درست ہو جائے گی بشرطیکہ دوا جاری رکھی جائے-

اصول بالمثل یقینی ہے- اگر مشابہہ دوا تلاش کر لی جائے تو شفا یقینی ہے- پورے اعتماد سے پیش گوئی کی جا سکتی ہے-

چیچک کے بعد کی لاغری کے چند مزید کیس-

لندن کی مزدوروں کی آبادی میں آمد و رفت اتنی تیزی سے ہوتی ہے کہ مشاہدہ کا تواتر، تسلسل نہیں رہ سکتا-

مثال کے طور پر ایک خاتون کے دو بچے ہیں- وہ ان کو لے کر ملکوں ملکوں گھومتی پھرتی ہے- اپنے خاوند سے ملنے کے لئے جنوبی لندن ایک فلیٹ میں مقیم ہے- ان میں سے ایک بچے کو جلدی خارش کی شکایت ہوئی- میڈیکل آفیسر نے اسے سوزشی تکلیف تشخیص کیا اور کہا کہ اس تکلیف کے لئے ہسپتال کا علاج ضروری ہے- میں نے اس سے اتفاق نہ کیا- اس مشکل کا قدرت نے خود ہی حل کر دیا- دسمبر ۱۹۴۰ء کے شروع میں اسے چیچک کی بنا پر ہسپتال داخل ہونا پڑا- ایک ماہ بعد بڑے لڑکے جس کی عمر تین سال تھی، اس کا وزن ۳۰ پونڈ کو ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا- اس کے باوجود کے اس کے ٹانگوں کے نچلے حصوں پر سوزشی خارش تھی- اس کی گردن کے غدود بڑھے ہوئے تھے- سانس کی نالیوں کی سوزش بھی تھی- ۹ فروری تک اس کے وزن میں ایک پونڈ کی ہو چکی تھی- دکھتے ہوئے غدود، چپکنے والے ابرو، بلغمی کھانسی، عام حالت قابل رحم- ماربی لائنم-100 دی گئی- پانچ ماہ تک ان کی ماں غائب رہی- جولائی کے پہلے ہفتے میں واپس آئی- اس عرصہ میں بچے کے وزن میں تین پونڈ اضافہ ہو چکا تھا- ماں نے بتایا کہ بچے کی حالت بہت بہتر ہے-

اس کی ماں نے بتایا کہ وہ بالکل ٹھیک تھا- البتہ کالی کھانسی سے معاملہ خراب ہوا ہے- چپکنے والی آنکھیں درست ہو گئیں- کالی کھانسی کے لئے میں نے اسے پرٹوسین دی- مجھے یقین ہے کہ چند دن تک یہ بھی ٹھیک ہو جائے گی- اس بچے نے آٹھ ماہ کے ہسپتال کے علاج میں دو پونڈ وزن حاصل کیا- حالانکہ وہ زیادہ وقت دیہات میں رہا- ماربی لائنم نے اس کے وزن میں پانچ ماہ میں تین پونڈ کا اضافہ کیا حالانکہ اس دوران کالی کھانسی کا حملہ بھی ہوا- یہ حملہ بہر حال بچوں کی بڑھوتری کو متاثر کرتا ہے-

اس کا بھائی اب پورے دو سال کا ہو گیا- اس کا وزن اگست ۱۹۴۰ء سے نومبر ۱۹۴۰ تک ایک ہی رہا- اس کے باوجود کہ وہ دیہات میں رہا- اگلے مہینے اسے ٹیوبرکولینم-30 کی دو خوراکیں

دی گئیں- اس کا وزن ڈیڑھ پونڈ اضافہ ہوا- پھر اس پر چیچک کا حملہ ہوا- دو ماہ بعد دیکھا گیا تو اس کا وزن کم ہوا- آنکھیں چپکنے لگیں، زکام، بلغم- اسے ماربی لائنم -100 کی ایک خوراک دی گئی-

پانچ ماہ بعد اس کے وزن میں پانچ پونڈ کا اضافہ ہو چکا تھا- چار دانت نکلے تھے، اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی- پچھلے دو دانت کھانسی اور نزلہ کی وجہ سے کافی مشکل سے نکلے تھے- وہ پہلے وزن کے لحاظ سے ایک پونڈ زیادہ تھا- ماربی لائنم کی خوراک سے کتنا فرق پڑا- اس کا مقابلہ پچھلے آٹھ ماہ کے ہسپتال میں علاج سے کیا جا سکتا ہے- حالانکہ اس دوران وہ دیہات میں رہا- غذا میں بھی کوئی فرق نہیں تھا- حقیقت یہ ہے کہ صحیح ہومیو دوائی پورے جسم کی ساخت اور نظام کو بدل دیتی ہے- کس طرح ایک کمزور بچہ ایک خوش باش، صحت مند بچے میں تبدیل کر دیا ہے حالانکہ ہسپتالوں میں غذا کا خاصا اہتمام کیا جاتا ہے-

۱۶ دسمبر ۴۰ء

تھامس بعمر ۳ سال، وزن ۲۸ پونڈ، اس کا وزن جولائی تک کمی بیشی کا شکار رہا- اس کی حالت قابل رحم تھی- نزلہ، زکام اور کھانسی، بڑھے ہوئے، ٹانسلز- دو دن بعد اسے چیچک ہوئی- تین ہفتے ہسپتال میں رہا- اس کا چہرہ ابھی متورم تھا کہ ہسپتال سے فارغ کیا گیا- اس کی زبان پر موٹی سفید تہ، مزاج بے حد چڑچڑا- انٹم کروڈ -30 کی ایک خوراک دی گئی جس سے علامات صاف ہوگئیں- البتہ اس کا وزن کم ہونے لگا- اسے سلفر -30 دی گئی- جس سے اس کے وزن میں اضافہ بحال ہونا شروع ہوا- مارچ تک اس نے تین پونڈ وزن حاصل کیا- تین ہفتے بعد پھر وزن میں کمی آنے لگی- ماربی لائنم -100 دی گئی- ایک مہینے میں وزن بحال ہوا- ایسے غریب گھرانوں میں جہاں غذا مشکل ہو وہاں وزن میں اضافہ بہت اہم ہے- اس کے گھر میں بم گرا مگر اس کے باوجود صحت میں بہتری برقرار رہی-

جین بعمر ۱۳ ماہ، اسے سیلیکا دی گئی- اس دوائی نے بہت اچھا کام کیا- اسے چیچک ہو گئی- اس کی حالت دوبارہ خراب ہوگئی- وہ خاموش، پژمردہ، اور قابل رحم- وزن میں تیزی سے کمی- ماربی لائنم -100 دی گئی- اگلے ہفتے وہ بالکل ٹھیک اور خوش باش تھا- وزن بھی بہتر ہونے لگا- تین ہفتوں میں پانچ پونڈ وزن بڑھا- اب وہ ہشاش بشاش تھا-

ایک بار پھر کہہ دوں کہ چیچک کے مواد سے تیار کردہ دوائی ماربی لائنم، چیچک سے روبصحت مریض کے لئے اونچی طاقت میں بے حد مفید ہے- مریض کو ساحل پر بھیجنے کی ضرورت ہو گی اور نہ ہی مچھلی کا تیل اور مہنگی غذائیں- یہ علاج بہت سادہ، سستا اور موثر ہے-

اگر مریض بڑا ہے، اسے چیچک کے ایک دو حملے ہو چکے ہیں اور ماربی لائنم صحیح کام نہیں کر رہی تو پھر کوئی دوسری دوائی تجویز کرنا چاہیے- وہ تیزی کے ساتھ شفا دے گی-

(XXV)

سرخ بخار کا انجکشن

(SCARLATINUM)

پہلی جنگ عظیم میں جب انگلستان کی خواتین نے اپنے وطن کی خدمت کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے اپنے گھروں اور پیاروں کو چھوڑا- بڑے بوڑھوں کے ذمہ بچوں کی نگہداشت آ گئی- اگر بڑے بوڑھے یہ ذمہ داری نہ سنبھالتے تو بچے تباہ ہو جاتے- ان بوڑھوں میں سے ایک دو جڑواں بچوں کو ایک ویلفیئر سنٹر لائے- یہ بچے ۱۹۱۶ء میں عجوبہ ہی تھے- تین ہفتے کی عمر سے ان کے بارے میں دی گئی ہدایات کی خلوص سے پابندی کی جا رہی تھی-

1 (میرے لئے اس بوڑھے کی اپنی تکلیف دلچسپی کا باعث تھی- وجہ اس کی آنکھ کی تکلیف تھی- وہ اس تکلیف کو چالیس سال سے بہادری کے ساتھ برداشت کر رہا تھا- اس کی نچلی ابرو بالکل لٹک چکی تھی- سرخ اور پر درد تھی- اس طرح جیسے کچا گوشت کا سوزش زدہ ٹکڑا ہو- آنکھ کے گرد کی تمام جلد نمدار تھی- اس نے تسلیم کیا کہ وہ کئی ہسپتالوں میں علاج کے لئے جا چکا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا- یہاں تک کہ عارضی افاقہ کے لئے دی جانے والی دواؤں کو بھی وہ کافی عرصہ سے چھوڑ چکا تھا-

میں نے اسے سلفر دی- اس نے شوق سے ان پڑیوں کو کھایا- وہ فربہ، غیر شادی شدہ لا پرواہ شخص تھا- اسے اپنے لباس اور وضع قطع کا کوئی خیال نہیں تھا- وہ گندہ تھا- سلفر کے بعد اسے سورائنم دی کیونکہ اس کے جسم سے بدبو آتی تھی- اس کے بعد پلساٹیلا اور گریفائٹس مختلف طاقتوں میں دی- مگر یہ سب کچھ بیکار ثابت ہوئیں- مزید تجسس پر علم ہوا کہ اسے یہ تکلیف سرخ بخار کے بعد شروع ہوئی تھی- لیکن مجھے اس الجھن کا سرا نہ ملا- کئی سال گزر گئے جب وہ بچے سترہ سال کے ہو گئے- وہ اپنے اچھے مستقبل کی راہ پر ہیں- وہ خوشی سے بتا رہی تھی مگر مجھے افسوس تھا کہ میں اس کا علاج نہ کر سکی-

2 (قریباً دس سال گزر گئے- ایک اور خاتون سے واسطہ پڑا- وہ بھی فربہ، غلیظ، جھوم جھوم کر بالکل بطخ کی طرح چلتی- اس کی یہ حالت متعدد بچے جننے کی وجہ سے ہو گئی تھی- اس کی نچلی پلک ڈھیلی اور لٹکی اور رخسار پر گری ہوئی، وہ چھچھوروں کی طرح، قریباً بہری، اس کو ایک لفظ سمجھانے کے لئے چلانا پڑتا، وہ اپنے ساتھ دس سال سے چھوٹی عمر کا لڑکا لائی۔ وہ خون کی شدید کمی اور آشوب

چشم میں مبتلا تھا- میں اپنی پچھلی ناکامیوں کی وجہ سے مایوس تھی- مگر پھر بھی میں نے اس کی عام حالت کے پیش نظر سلفر-30 دی- یہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء کا دن تھا- اگلے ہفتے اس کی آنکھوں کی سرخی بہتر ہوگئی- وہ آنکھوں کے ہسپتال نہ گئی- سلفر کی ایک خوراک اور دے دی گئی- مگر اگلی ملاقات کے وقت دیکھا تو اس کی حالت بہت خراب تھی- اس کو آنکھوں میں سبز رنگ کا لوشن لگایا گیا جسے اس نے سخت ناپسند کیا اور مزید مقامی علاج سے انکار کر دیا- انکوائری پر پتہ چلا کہ دس سال پہلے اسے سرخ بخار ہوا جس کے بعد اس کی آنکھوں کی یہ صورت ہوئی- آنکھوں کی حالت بگڑتی رہی اور بہرے پن پر منتج ہوئی- اس سے اس کے مزاج پر بھی اثر پڑا اور وہ ہر وقت ہر ایک سے برہم رہتی- کوئی اس کی مدد کو نہ پہنچتا- یقیناً آنکھوں کی حالت مزمن تھی- آنکھ کا خانہ بہت موٹا اور سخت تھا- سرخ بخار کے حملہ کے ذکر سے مجھ پر بہت کچھ واضح ہوا- میں پر امید تھا- ۲۱ اپریل کو میں نے سکارلیٹی نم-200 کی ایک خوراک دی- مقامی طور پر کوئی چیز لگانے سے منع کر دیا- ایک ہفتہ بعد مزید ایک خوراک-

۱۷ جون ۱۹۴۱ء کو اس کی ماں دوبارہ آئی- ہوائی حملہ کے دوران پھسل جانے کی وجہ سے وہ اتنا عرصہ نہ آ سکی- اس کی آنکھیں بہت بہتر تھیں- بہرہ پن بھی قریباً ختم ہو گیا- سکارلیٹینم-200- تین ہفتے بعد وہ پھر آئی- اب وہ پہچان میں نہیں آتی تھی، بالکل بدل چکی تھی- صاف ستھری، روشن، رخساروں کے ساتھ، صاف سفید اور ریشم کی طرح نرم، ابرو بالکل ٹھیک، وہ بالکل گول مٹول ہو گئی- تمام سرخ گوشت ختم ہو گیا- آنکھ کا خانہ نرم اور پتلا ہو گیا کسی طرح کی سرخی باقی نہ رہی، یقیناً ایک معجزہ ہو گیا- وہ بالکل نئی صورت میں تھی- دس سال کی بدصورتی کے بعد وہ چند ہفتوں کے علاج سے ٹھیک ہو گئی-

سرخ بخار سے بچاؤ کے ٹیکے ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتے- مجھے بعض ایسے کیسوں سے واسطہ پڑا جن میں یہ ٹیکے ناکام ہوئے-

(3) ایک معروف فزیشن کے دو جوان لڑکے سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں رہتے تھے- سرخ بخار کی وبا پھیل گئی- سکول میں تمام طلبہ کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے والدین سے اجازت بھی نہ لی گئی- ایسے مظالم اور ہٹلرازم کے خلاف انگلینڈ اور پورے خطہ میں مقابلہ کرنا پڑے گا- ان بچوں پر ٹیکے کے متوقع اثرات کا پیشگی اندازہ نہ لگایا گیا- چنانچہ تعلیم اور صحت کا زبردست نقصان ہوا- دونوں بچوں کو اونچا بخار اور پورے جسم پر موٹے موٹے سرخ دانے نکل آئے جس سے وہ دن رات جسم کو کھرچتے رہتے اور مسلسل بیدار رہتے- لوشن گیلنوں کے حساب سے لگانا پڑا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- ٹمپریچر ہفتوں تک اونچا رہا- بہترین امداد و نگہداشت کے باوجود ان کی حالت خراب سے

خراب ہوتی رہی - وہ سوکھ کر کانٹا بن گئے - آخر کار آرام اور مزید مشورہ کے لئے گھر بھیج دیے گئے۔ وہ سولہ ہفتوں سے بستر میں مقیدرہ کر شدید اذیت سے دوچار تھے -

سرخ بخار سے بچاؤ کا ٹیکہ طویل عرصہ کے لئے جسم پر شدید خارش کا محرک ہو سکتا ہے۔ اس کے انسداد کے لیے اس کی اونچی طاقت موثر شفا کا ذریعہ ہو سکتی ہے -

اس طرح سرخ بخار کے باقی ماندہ بداثرات دور کرنے کے لئے بھی اس کی ہومیو طاقت بہت موثر ہے - ان اثرات میں گردے کے عوارض، پیشاب میں چربی، کان کی بیماریاں وغیرہ شامل ہیں - ان کا میں پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکی ہوں - ان بداثرات کو دور کرنے کے لئے سکارلٹ لائنم کی چند خوراکیں کافی ہیں -

ڈاکٹر جے ایچ کلارک سرخ بخار روکنے کے لئے اس بخار کے مواد سے تیار کردہ نوسوڈ کی اونچی طاقت کی سفارش کرتے ہیں - میں نے کبھی اس کا تجربہ نہیں کیا تھا - بلکہ ہمیشہ ہانی من کی ہدایت پر عمل کیا کہ بیلاڈونا سرخ بخار کے خلاف بہترین تحفظ ہے - میں نے اس کو ہمیشہ درست پایا -

ایک نوجوان لڑکی، سولہ سال عمر، سرخ بخار - میں نے اسے بیلاڈونا-200 ہر دو گھنٹے بعد دی - بخار اور گلے کی خرابی اڑتالیس گھنٹے میں دور ہو گئی اور چند دن میں وہ بالکل درست ہو گئی۔ گھر میں دیگر چھوٹے افراد خانہ کو بیلاڈونا-30 دن میں تین بار دی گئیں - گھر کے کسی دیگر فرد کو یہ بخار نہیں ہوا -

چھ سال کے عرصہ میں سرخ بخار کی وبا کئی بار پھیلی - میں نے ہر بار ایسے مریضوں کو سرخ بخار سے بچانے کے لئے بیلاڈونا-30 صبح شام ایک ہفتہ تک استعمال کرائی - اس طرح یہ دوسروں تک نہ پھیلا - خاندان کے ابتدائی مریض تک ہی محدود رہا -

سرخ بخار کے انسدادی ٹیکے کے نتیجہ میں بچے ہفتوں تک لنگڑاتے رہتے ہیں - اس سے بہتر نہیں کہ ہومیو علاج سے بخار کی روک تھام کی جائے؟

مجھے ایک اور کیس یاد ہے - اس میں لال بخار کے بعد کان بہتا تھا - یہ بچہ تیرہ ہفتے تک ہسپتال میں رہا - کان سے سخت بدبودار مواد بہتا اور یہ مسلسل بافراط بہتا تھا - سکارلیٹینم-200 سے دو ہفتے میں ٹھیک ہو گیا - جب کہ میں اس طرح بہتے کانوں کے کیسوں کو جانتی ہوں جو مہینوں بلکہ سالوں تک بھی جاری رہے -

ایک اور دس سالہ لڑکی جو بستر میں پیشاب کر دیتی تھی اور سرخ بخار کے نتیجہ میں اس کا کان بہتا تھا - کان کا مواد بہت بدبودار تھا - اسے سکارلیٹینم-200 کی ہفتہ وار خوراک دی گئی

ایک مہینہ کے اندر وہ درست ہو گئی - اسے ایک سال سے تکلیف تھی- کان بہنے اور پیشاب خطا ہونے کی دونوں تکالیف دور ہو گئیں- حالانکہ پانچ سال سے وہ خطائے پیشاب سے پریشان تھی- تین ہفتے میں وہ ٹھیک ہو گئی-

ایک چودہ سالہ لڑکی کو سرخ بخار کے بعد پیشاب میں چربی کی شکایت تھی- اس کی ٹانگیں گھٹنوں تک متورم تھیں- سکارلیٹنم-200 کی ہفتہ وار خوراکوں سے وہ جلد ہی درست ہو گئی-

یہ چند کیس ہیں جو میرے ذہن میں ہیں- جب میں ان مریضوں سے تقابل کرتی ہوں جن کا میں نے اپنے ایلوپیتھی کے زمانہ علاج میں علاج کیا تو ہومیو علاج کی برتری میں میں اور پختہ یقین ہو جاتی ہوں- ہم مچھلی کا تیل، ایسڈ ٹانک، فولاد کے شربت استعمال کرا کرا کے تھک جاتے تھے- مگر یہاں سکارلیٹنم کی چند خوراکوں سے علاج مکمل ہو جاتا- حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کا کوئی تقابل ہی نہیں-

کسی مرض کے مواد سے تیار کئے جانے والی نوسوڈ بہت اچھی دوائیں ہیں اور ان کو کبھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا-

(XXVI)

ذہنی امراض اور ہومیو پیتھی

ایک دوست میٹیریا میڈیکا کی ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ اس نے اچانک پکارا،

آپ کی دواؤں میں کتنی مخصوص علامات پائی جاتی ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو ان کی مدد سے شفا دیتے ہیں۔

میں نے کتاب پر نگاہ ڈالی تو وہ تھوجا کی تفصیلات دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارا جواب واضح ہے۔ اس کی صراحت کے لئے ایک کہانی بیان کر دینا کافی ہے۔

''مجھے کئی بار ذہنی طور پر کمزور اور بیمار لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ لوگ بہت دلچسپ ثابت ہوئے ہیں۔ وہ بچوں کی طرح اپنے اندرونی خیالات تک صحیح صحیح بیان کر دیتے ہیں۔ وہ بالکل بے تکلف، اپنی پسند اور ناپسند میں بہت ہی بے تکلف ہیں۔ ان کی ذرا تحسین کریں، حوصلہ بڑھائیں، تنگ خول سے نکالیں وہ آسانی سے آپ کی ہر بات مانیں گے اور آخر کار اپنے منفی خیالات کو ترک کر دیں گے۔

میں اپنے حافظہ میں بعض ایسے مریضوں کے حالات ترتیب دیتا ہوں۔ ان کے خصوصی کوائف اور مضحکہ خیز خیالات اور وسوسوں کا ذکر کروں گا۔ ان کے علاج کے لئے مجھے اجازت نہیں دی گئی تھی حالانکہ میں اس کے لئے بے چین تھی۔ میں ان کے حالات کا بغور مطالعہ کرتی ہوں اور میٹیریا میڈیکا کی اپنی کتابوں میں ان کے حالات کے حوالے کے طور پر اے اور بی کے نام درج کرتی ہوں تا کہ علامات کے لحاظ سے وہ میرے ذہن میں رہ سکیں۔

1

ایک نوجوان، اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا،

افسوس وہ اپنی گلی میں سے گھوڑا گزارنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ آخر کار مایوس ہو جاتا اور اپنے گھٹنوں کے بل جھک کر اس کی دم کے پیچھے دست بدعا ہو جاتا۔ وہ مذہبی جنوں میں مبتلا تھا،

''ایک گھوڑے کے پیچھے وہ کیوں جھکتا تھا''

میں نہیں جانتی۔ بہرحال اس کے ساتھ چلنا بہت پریشان کن تھا۔ اس طرح اسے ڈانٹنا پڑتا۔ وہ کونوں میں جھکے ہوئے دعا میں مصروف نظر آتا۔ ان دنوں گھوڑا ریس کلبوں میں عام تھا۔

ایک روز وہ ایک ادارے کی بلند و بالا فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ وہاں اپنا

گھر بنانا چاہتا تھا- مگر جلد ہی پکڑا گیا- اس روز بھی وہ گھوڑے کو داخل نہ کر سکا اور جھکے ہوئے دعا کرتا ہوا گرفتار ہو گیا- کینٹ ریپرٹی میں ''جھکے ہوئے دعا کرنا'' کے عنوان کے تحت بہت سی دوائیں درج ہیں- تفصیل یہ ہے،

آرسینک، نیٹرم سلف، سٹرامونیم، وراٹینم-

حیرانی کی بات یہ ہے کہ ایک علامت اس طرح بھی درج ہے،

''گھوڑے کی دم پر دعا کرنے کے لئے مصر ہے''

اس علامت کے لئے یوفوربیم لکھی گئی دوا ہے-

سٹرامونیم، یوفوربیم کے ساتھ ہائیوسائمس ہمارے پچھتر فی صد مریضوں کے لئے کافی ہوں گی- اس طرح ہمارے ہسپتال ایسے مریضوں سے خالی ہو جائیں گے- یہ شرمناک اور تکلیف دہ بات ہے کہ ذہنی امراض کے لئے ہومیو ہسپتال موجود نہیں ہیں جب کہ امریکہ میں ایسے بڑے بڑے ہسپتال موجود ہیں اور ان میں مریضوں کو انتہائی کامیابی سے ٹھیک کیا جاتا ہے- وہاں بحالی کی شرح موجودہ طریقہ علاج کے مقابلے پر بہت اونچی ہے-

میری خواہش تھی کہ میں مذہبی جنونیت میں مبتلا مریض کا ہومیو علاج کرتی- مگر اس زمانے میں میں صرف ایلوپیتھک ادویہ ہی دینے کی مجاز تھی- وہ مریض ایلوپیتھک ادویہ سے ٹھیک ہو گیا مگر چھ ماہ بعد جب میں نے ہسپتال چھوڑا تو وہ مریض وہیں پر موجود تھا- آج اگر مجھے دوبارہ موقعہ ملے تو سٹرامونیم، وراٹینم یا جو دوا بھی علامات کے لحاظ سے صحیح ہو گی دینا چاہوں گی- اس کی صحتیابی کا پورا امکان موجود ہے- اس زمانے میں میں نے صرف مزاج اور مخصوص علامات ہی مطالعہ کی تھیں-

اس ہسپتال میں ایک اور درمیانی عمر کا مریض تھا- اس کا والد ایک معروف پروفیسر تھا- مجھے یاد نہیں کہ وہ مریض کس طرح پٹڑی سے اتر گیا- دیکھنے میں وہ بالکل ٹھیک لگتا تھا- البتہ جب بھی اس کے سامنے پولیس کا ذکر کیا جائے تو وہ جذباتی ہو جاتا تھا- پولیس کے ذکر پر اسے یہ وہم ہو جاتا کہ پولیس والا اس کے گھر آ رہا ہے- اس کیفیت پر اس کی دوائی ہائیوسائمس یا کالی برومائیڈ بنتی تھی- لیکن یہ دوا اونچی طاقت میں دینا چاہیے تھی- یہ بھی عجیب بات ہے کہ انہوں نے یہ دوائی مادی مقداروں میں استعمال کرائی- ہائیوسائین ہائیڈروبروم 1/100 گرین مقدار میں دی گئی- یہ دوا نیند لانے کے لئے بئیر میں ملا کر دی جاتی ہے- اس سے اسے نیند آ جاتی ہے مگر یہ دوا فزیولاجیکل عمل کے طور پر دی جاتی ہے- وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں- اگر یہی دوائی قلیل مقداروں میں دی جاتی تو مریض صحت یاب ہو جاتے-

بدقسمتی یہ ہے کہ ذہنی مریضوں کو گھروں میں علاج نہیں کیا جا سکتا- گھروں میں اتنی احتیاط ممکن نہیں- پھر انہیں انتہائی دوستانہ نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے- یہ کام صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو ذہنی امراض سے آگاہ ہوں- اس کا مطلب ایسا تربیت یافتہ سٹاف ہے جو اپنے رویہ میں پختہ ہو- اشتعال دلایا جائے تو وہ مشتعل نہ ہو- تازہ ہوا اور کھلی فضا میں سونا بہت ضروری ہے- ادارے کے اپنے باغ اور جنگل میں گھمانے اور کمروں سے باہر کام کاج کے مواقع علاج کے لئے بہت ضروری ہیں-

مجھے ایک پرانا قصہ یاد آ رہا ہے- میرے ایک دوست میں یہ منفرد اور مضحکہ خیز علامت پائی گئی-

"وہ سوچتا ہے کہ وہ شیشے کی بنی ہوئی ہے"

یہ علامت تھوجا میں پائی جاتی ہے- میرا ذہن پھر پاگل خانے کی جانب منتقل ہوا، جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے- مجھے ایک درمیانی عمر کا ایک شخص یاد آ رہا ہے- وہ کبھی کسی سے بات کرتے نہیں دیکھا گیا- وہ اس طرح کھڑا نظر آتا جیسے کسی کی تلاش میں ہو- جب کوئی اس کے قریب آتا تو وہ اپنی راہ اختیار کر لیتا- تاکہ اسے کوئی مل ہی نہ سکے- وہ کئی سال تک ذہنی امراض کے ادارے میں مقیم رہا- اس کی مخصوص بات اس کا غیر معمولی طور پر فربہ ہونا تھا- میں نے میڈیکل سپرینٹنڈنٹ سے اس مریض کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا،

"اگلی دفعہ اس کے قریب جاؤ، سب کچھ خود ہی محسوس ہو جائے گا- میں نے ارادتاً اسے قریب جا کر غور سے دیکھا، میرے لئے انتہائی حیرانی کی بات تھی کہ اس کے جسم پر بے شمار اخبارات اور رسائل بندھے ہوئے تھے- اس سے کوئی اخبار محفوظ نہیں تھا- وہ جہاں کہیں کوئی اخبار دیکھتا، فوراً اسے اٹھا کر اپنے جسم پر لپیٹ لیتا- اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ سردی محسوس کرتا تھا اور اس سے بچاؤ کے لئے اخبارات کا سہارا لیتا بلکہ وہ اپنے آپ کو کانچ کا بنا ہوا خیال کرتا اور اخبارات لپیٹ کر تصوراتی طور پر اپنے بلوری جسم کو ٹوٹنے سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کر رہا تھا- اسی وجہ سے وہ لوگوں کے لمس سے فرار اور گریز اختیار کرتا- بہر حال یہ علامت کم ہونے کے باوجود کسی نہ کسی کیس میں پائی جاتی ہے- میں نے اس قسم کا کیس خود مشاہدہ کیا- پورا ہسپتال اس مریض سے واقف تھا- اس کے لئے کچھ نہ کیا گیا- وہ اخبارات و رسائل اپنے جسم کے ارد گرد لپیٹنے کے سوا کچھ نہ کر سکتا تھا- میں نے سوچا کہ اسے تھوجا دے سکتی ہوں تا کہ میں ایسے ذہنی مریضوں کے قابل علاج ہونے کا ثبوت دے سکوں-

اس طرح کی علامات، میں نے ایک تین سال کی عمر کی بچی میں دیکھیں- میں نے اس کا

مکمل طور پر کامیاب علاج کیا- یہ لڑکی جنوبی لندن کی رہنے والی تھی- تین سال کی عمر میں اس کا وزن ۲۱ پونڈ تھا- اسے بھوک بالکل نہیں لگتی تھی- اسے ہر قسم کے ٹانک دیئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- وہ کسی دوسرے کی جانب لمس سے نفرت کرتی، حتیٰ کہ اس کی ماں بھی اسے چھونے کی جسارت نہیں کر سکتی تھی- وہ اٹھائے جانے کی اجازت نہیں دیتی- صبح وشام اس کے کپڑوں کی تبدیلی کا منظر بہت خوف ناک ہوتا- وہ اپنی ماں کی گود میں بھی نہیں بیٹھتی تھی- اگر اسے تنہا چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے آپ کے ساتھ ہی کھیلنے میں خوش رہتی- اس کی ماں نے بتایا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو اس کا جسم ٹوٹ جائے گا- میں نے اسے تھوجا کی خوراکیں بار بار دیں- پہلے 6 اور پھر 30- اس کے وزن میں تیزی سے اضافہ ہوا- اس کی بھوک بہتر ہوئی- اب اس نے لباس کی تبدیلی کی اجازت دینا شروع کر دی- وہ ہمیشہ خود پسند رہی- ایک سال تک وہ میرے زیر علاج رہی- اس کا مزاج خود پسندی کا ہی رہا- وہ ایسی بلی کو پسند کرتی جو اس کے ساتھ ساتھ چلے- علاج کے آخر پر وہ یہ بھول گئی کہ اس کو چھوا گیا تو وہ ٹوٹ جائے گی- مشکل بچے جس کا میں نے کامیاب علاج کیا ان میں سے ایک یہ بچی تھی-

مجھے یقین ہے کہ اگر پاگل خانہ میں موجود شخص کو تھوجا دی جائے تو اس کا اپنے بارے میں شیشے کی ساخت کا واہمہ دور ہو جاتا اور وہ اپنے گھر آنے میں ایک خوشگوار کردار کے طور پر پسند کیا جاتا- وہ ذہنی طور پر بالکل صحت مند ہوتا- وجہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں صرف یہی ایک غیر صحت مند بات تھی جس نے پورے مزاج کو تباہ کر دیا تھا- صرف اس واہمے کو دور کر دیں صحت مند جسم میں صحت مند ذہن بحال ہو جائے گا-

یہ خیال نہ کریں کہ میں بغیر ٹھوس ثبوت کے ایک بیان دے رہی ہوں- ہمارا قانون کہتا ہے کہ بیماری کو مشابہہ دوا شفا دیتی ہے- ایک طرف یہ ایک علامت ہے جو صحت مند پروورز میں پائی جاتی ہے اور دوسری طرف یہ علامت ایک بیمار میں پائی گئی ہے- اس کے ساتھ ساتھ بے شمار کلینیکل تجربات سے ثابت ہوا کہ ایسی کیفیت میں تھوجا دی جائے تو شفا ہوگی- یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے- یہ پازیٹو تھراپی ہے- اسی وجہ سے فرانس میں بعض حلقے اس کا نام بدل کر اسے ہومیو پیتھی کے بجائے پازیٹو تھراپی کہنے پر مصر ہیں- کیونکہ ہم جانتے ہوئے شفا کی پیش گوئی کر سکتے ہیں- شرط صرف یہ ہے کہ صحیح دوا منتخب کر لی جائے-

ایک معمر خاتون، سرجری وارڈ میں آئی- اس کے ساتھ تین ہفتوں کا بچہ اور اس بچے کی والدہ تھی- نوجوان والدہ خاموش و ساکت، کونے میں بیٹھ گئی- بڑھیا نے بتایا کہ زچگی سے ہی اس کی یہ حالت ہے- وہ بچے یا خاوند کی طرف دیکھتی تک نہیں، غمگین بیٹھی رہے گی، کسی سوال کا جواب

نہیں دیتی، جنبش بھی نہیں کرتی، اپنے مخاطب کی جانب سر اٹھا کر دیکھتی رہے گی- یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ جو کچھ سن رہی ہے سمجھتی ہے- اس کے خاوند نے ہر کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- یہاں تک کہ فہمائش کے بعد پٹائی بھی بیکار ثابت ہوئی- وہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی- وہ ایک جامد وسکت شخصیت تھی- اسے کیا کرنا چاہیے وہ جانتی ہی نہ تھی- دادی کو بچے کی نگہداشت کرنا پڑی- میں نے اسے اگلے روز آنے کے لئے کہا- مگر اگلے روز کوئی نہ آیا- مجھے یقین تھا کہ اسے مقامی معذوروں کے ادارے میں مشاہدہ کے لئے داخل کر لیا ہو گا- مقصود یہ تھا کہ اسے باقاعدہ معذور قرار دیا جائے- میں نے زچگی کی بنا پر ذہنی معذوری تشخیص کی- ایسے واقعات عام ہیں- ان کے علاج کے لئے چھ سے نو ماہ تک لگتے ہیں- مجھے بہت افسوس تھا کیونکہ میں اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے کے بارے میں پرامید تھی-

ایک ہفتہ بعد پھر وہی منظر سامنے تھا- بچہ اس کی دادی کے ساتھ، بچے کی ماں غنودگی کے غلبہ میں خاموش وساکت کونے میں بیٹھی ہوئی ہے- دادی نے بتایا کہ وہ اسے خاندانی معالج کے پاس لے گئی تھی- اس نے ذہنی معذوروں کے ادارے سے گھر لے آنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کا مزید کچھ نہیں ہو سکتا- اسے معذور کے طور پر تصدیق کرنا پڑے گا- دادی اس پر آمادہ نہیں تھی- اسے میری پیش کش یاد آئی تو وہ اسے میرے پاس پھر سے لے آئی- میں نے مریضہ کو سلفر-10m کی ایک خوراک دی اور گھر لے جانے کی ہدایت کی- البتہ تکلیف کی زیادتی کی صورت میں ادارے میں آنے کی ہدایت کی- میں قدرتی طور پر متجسس تھی- ایسے مریض بعض اوقات بچے کو قتل کر دیتے ہیں- ان کے خیال میں تمام آزار کا سبب بچہ ہی ہوتا ہے- لہذا اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی جاتی ہے-

ایک ہفتے بعد وہ تینوں آئے- مگر فرق یہ تھا کہ ماں نے بیٹے کو اٹھایا ہوا تھا اور دادی پیچھے پیچھے چلتی آ رہی تھی- ماں نے بچے کو معائنہ کے لئے پیش کر دیا- بڑھیا نے بتایا کہ پچھلی ملاقات کے اگلے روز سے ہی بچے میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی- اور اس نے اس کی نگہداشت کی اجازت مانگی- دادی اس پیش رفت پر کافی خوش تھی- ایک ہفتہ بعد ماں اور بچہ بغیر دادی کے آئے- وہ اب اپنے بچے، خاوند اور گھر کی تمام ذمہ داریاں پورا کر رہی تھی- اس میں اس کو کسی کی معاونت کی بھی ضرورت نہ تھی- وہ مسلسل بہتر ہو رہی تھی- اب اس کا بیمار چہرہ بدل گیا- کمی خون دور ہو گئی اور اس کی اصلی رنگت بحال ہو گئی- اب وہ اپنے آپ اور بچے میں پوری دلچسپی لیتی تھی- اس سے زیادہ خوش اور مسرور کون ہو گا- ولادت کے دوران پیدا ہونے والی ذہنی معذوری، ایک دو دن میں درست ہو گئی- حالانکہ میڈیکل کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ اس طرح کے بیمار کی بحالی

میں چھ سے نو ماہ تک لگنے لازم ہیں۔

یہ مریضہ دوبارہ کبھی بیمار نہ ہوئی۔ اس کو مستقل شفا ہوئی۔ دو سال تک میں نے اسے زیر مشاہدہ رکھا مگر دوبارہ بیماری کی کوئی علامت پیدا نہ ہوئی۔ یہ درست ہے کہ اس کیس میں بیمار کا علاج شروع میں کیا گیا۔ لیکن ایسے مریضوں کو ابتدا ہی میں مروجہ طریقہ علاج کے اداروں میں داخل کرایا جاتا ہے مگر وہاں تو علاج کی امید ہی نہیں دلائی جاتی۔ میں نے اسی وجہ سے ہمیشہ یہ مطالبہ کیا کہ ذہنی مریضوں کے علاج کے لئے ہومیو طریقہ علاج کو موقع دیا جائے۔ ان دواؤں میں دوائیہ مقدار اتنی کم ہوتی ہے کہ ان سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں۔ اگر علم و بصیرت سے کام لیا جائے تو بہت سے مریض جو آج کل ذہنی امراض کے اداروں میں پڑے ہیں وہ صحت یاب ہو جائیں گے۔

(XXVII)

اعصابی تکالیف

دیوانگی کی حاد کیفیت کا بیان بائبل میں اس طرح درج ہے،

نیبو چڈنی زر، بادشاہ نے کہا،

''کیا بابل کی عظیم مملکت کی تعمیر میں نے اپنی بادشاہت کے لئے نہیں کی ہے، کیا یہ میری طاقت اور عزت کی مظہر نہیں؟''

یہ الفاظ ابھی بادشاہ کی زبان پر ہی تھے کہ آسمان سے آواز آئی،

''اے، نیبو چڈنی زر بادشاہ! تم نے یہ کیا کہا ہے، اس کی پاداش میں تم بادشاہت سے محروم کئے جاتے ہو، تم کو انسانوں سے الگ کر کے درندوں کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ تم گھاس کھاؤ گے جیسے بیل اور دوسرے جانور کھاتے ہیں۔ سات زمانے اسی طرح سے گزریں گے۔ جس کے بعد تمہیں تمہاری بادشاہت واپس کر دی جائے گی۔''

اسی وقت اس آسمانی پکار پر عمل شروع ہو گیا۔ شاہ نیبو چڈنی زر کو آدمیوں سے نکال دیا گیا اور وہ بیلوں کی طرح گھاس کھانے لگا۔ اس کا جسم آسمان سے گرنے والی برف سے بھیگ گیا، اس کے بال عقاب کی طرح کے ہو گئے، اور ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح کے۔

دن کے خاتمے پر شاہ نیبو چڈنی زر نے اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور دانش کی واپسی کی دعا کی۔

دعا منظور ہوئی، وہ اپنی کیفیت بیان کرتا ہے،

''میرا عقل و استدلال اور اقتدار واپس کر دیا گیا- اب میں آسمانی اقتدار، قوت اور عزت کا اعتراف کرتا ہوں اور مانتا ہوں کہ جو کوئی تکبر کرتا ہے وہ رسوا ہوتا ہے-''

پرانے زمانے کے اس بادشاہ کو سر کے پھیلنے کا مرض لاحق ہوا تھا- اس کا دماغ ہل گیا- وہ حیوانوں کی طرح ہو گیا، ان کے ساتھ ہی وہ کھلی فضا میں سات سال تک رہا، ان کی طرح ہی کھایا پیا، پھر اسے اعلیٰ ذات کا شعور حاصل ہوا- اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا- وہ ایک بار پھر معقولیت پر آ گیا-

اس طرح کی ٹوٹ پھوٹ کے بہت سے اسباب ہیں- اگر شروع میں علاج کیا جائے جب کہ ابھی ذہن زیادہ دھندلایا نہ ہو، اس طرح کے مریضوں کا علاج فہم و بصیرت رکھنے والوں سے کرایا جائے تو نتائج کہیں بہتر ہوں گے- مگر مشکل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ ایسے مریضوں سے علاج میں بھاگتے ہیں-

اگلے روز اسی طرح کے ایک مریض سے مجھے واسطہ پڑا- یہ حاد قسم کا ذہنی عارضہ تھا- مقامی ڈاکٹر نے سہمی ہوئی والدہ کو بہت غلط مشورہ دیا- اس کی بیٹی جو تیس سال سے کم و بیش لاعلاج ہے- اس کا دماغ مکمل طور پر شل ہو گیا- والدہ نے اس پر یقین کر لیا مگر خوش قسمتی سے ایک مقامی فزیشن نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اسے میونسپل ہسپتال میں مزید تشخیص کے لئے بھیج دیا- جہاں اس کے معائینہ کی ذمہ داری میرے سپرد ہوئی-

مریضہ کی ہسٹری کافی خراب تھی- اسے کئی سال سے مرگی کا عارضہ لاحق تھا- اس کے دورے لومینال سے قابو میں نہ آئے- اسے ہفتے میں تین چار دفعہ یہ دورے رات کے وقت ہوتے- گذشتہ ہفتے یہ دورے زیادہ ہو گئے- دورے قریبا رات بھر جاری رہتے- ایک ختم ہوتا تو دوسرا شروع ہو جاتا- دن کے وقت وہ کند ذہن ہو جاتی- وہ ہر سوال کے جواب سے انکار کر دیتی، وہ بولتی ہی نہ تھی، کھانے کو چھونے سے بھی انکار کر دیتی، اگر اسے کچھ کھلایا جائے تو قے کر دیتی- اس کے ساتھ وہ خود پسند بھی تھی- کئی دن سے اس کی کیفیت بد سے بدتر ہو رہی تھی- وہ آبادی سے میلوں دور دیہات میں رہتی تھی- اسے شہر میں ایمبولینس میں لایا گیا- جہاں وہ قابل صحت کیسوں کو کافی فیس کے بعد لیتے ہیں-

اسے ہائیوسائمس کی قلیل مقداریں دی گئیں- یہ دوا مرگی کی دواؤں میں ایک ہے- جب سے اسے ہائیوسائمس دی گئی اسے کوئی دورہ نہیں ہوا- وہ بیزار، شکی، خاموش، اگر کبھی بولتی تو صرف ''ہاں، ہوں'' کہہ کر خاموش ہو جاتی- یہ بھی علاج میں پیش رفت تھی- ہائیوسائمس نے فورا

ہی تبدیلی لانا شروع کر دی- اس کی نگرانی کے لئے شفیق قسم کی نرسیں متعین کی گئیں- اسے زمینی منزل کے ایک ایسے کمرے میں رکھا گیا جہاں وہ اپنے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے- پہلے چھتیس گھنٹے کی رپورٹ بڑی مایوس کن تھی- دوائی کے بعد پہلی رات وہ بہت متشدد ہو گئی- اس نے اتنی چیخ و پکار کی کہ چھ افراد اسے کنٹرول کرنے کے لئے لگائے گئے- اسے ہائیوسائمس 2x سے خاموش کرایا جا سکا- اگلی رات بھی یہی صورت حال رہی-

دوسری صبح وہ ابھی کچھ معقول ہی تھی، وقفے وقفے سے وہ چیختی چلاتی رہی- وہ کہتی ''میں چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں'' کیا چاہتی ہے؟ یہ نہیں بتاتی تھی- پھر وہ فرش پر گر جاتی- رینگنا شروع کر دیتی- کمرے کے چاروں طرف رینگتی- تمام فرنیچر ہٹا دیا گیا- اسے کمرے میں رینگنے کی پوری آزادی دی گئی- ہائیوسائمس دن میں چار بار دی جاتی رہی-

تیسرے روز وہ بیدار ہوئی اور پوچھا، ''میں کتنی بڑی ہوں'' جب اسے بتایا گیا کہ وہ تیس سال کی ہے، اس کے بعد وہ بستر میں خاموشی سے ٹھہر گئی- رینگنے اور شور شرابے کا اعادہ نہ کیا- اسے کھانے لئے جو کچھ بھی دیا گیا اس نے کھایا- اگرچہ اس کے طرز عمل میں تھکاوٹ کے آثار تھے مگر اس کے ساتھ وہ کافی معقولیت پر آ گئی- دن اور رات میں کافی وقت وہ سونے لگی- یقیناً وہ ہفتہ بھر کے دوروں اور تشدد اور ہنگامہ آرائی سے تھکی ہو گی- اسی دوران اسے ماہواری شروع ہوئی- اس سے تشدد کے سبب کا اندازہ ہوا- ذہنی مریضوں میں ماہواری سے قبل تشدد کے مظاہر عام بات ہے-

اب ہر بات ٹھیک ہو گئی تھی- اس کا کھانا پینا، ایک عام شخص کی طرح ہو گیا، وہ کھانے سے لطف اٹھاتی - اس کے تمام افعال ٹھیک ہو گئے- اب وہ معقولیت سے جواب بھی دینے لگی- وہ اپنے گردوپیش میں دلچسپی لینے لگی- مزید دورے بند تھے- تشدد والی کوئی بات نہ تھی-

علاج سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے-

حاد حملہ اگر ایک بار صحیح طور پر قابو کیا جائے، ایک بار اگر صحیح دوائی چند روز دے دی جائے تو نتائج واضح ہوں گے- ہائیوسائمس کی پہلی خوراک کے بعد دورے بند رہے- مرگی کے شدید دورے چھ دن تک جاری رہے- دوائی کے بعد اڑتالیس گھنٹے تک دوائی اور مرض کی باہم کشمکش رہی- ہائیوسائمس کی چھوٹی اور بڑی طاقت سے صورت حال قابو میں آ گئی-

نرسیں حیران تھیں کہ مریضہ کتنی تیزی سے معقولیت اختیار کر گئی اور حملہ کتنی جلدی ختم ہو گیا- ایسے مریض کو کئی ہفتے ہسپتال میں نگہداشت میں رکھنا پڑتا، گوشت سے پاک غذا اور ہومیو دوا دوبارہ ذہنی طوفانوں کی کامیابی سے روک تھام کرتی ہے-

مرگی کے حملوں کی صورت میں صحیح مزاجی دوائی سے موثر کنٹرول کیا جا سکے گا مگر اس کے

لئے مہینوں علاج کرنا پڑے گا- ہومیو علاج مزاج کی تعمیر نو میں وقت لیتا ہے- اس میں صبر و ہمت کا پیمانہ چھلکنا نہیں چاہیے- معائینہ کرنے والے اولین ڈاکٹر کی مایوس کن رائے غلط ثابت ہوگئی- اگر مریض کی والدہ اس کی رائے کو قبول کر کے بچے کو ذہنی وارڈ میں لے جاتی تو کتنا بڑا نقصان ہو جاتا- ضرورت ایسے اداروں کی ہے جہاں ہومیو علاج کے اصولوں کو صحیح طور پر اختیار کیا جائے اور اس طرح علاج کے نام پر خواب آور ادویہ استعمال کرا کے دماغ کے خلیوں کو برباد نہ کیا جائے-

بائبل کے مطابق نیبو چڈنی زر بادشاہ صحت یاب ہو گیا- اس کی عقل واستدلال کی صلاحیت بحال ہوگئی تھی- اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی جبلت کی پیروی کی- وہ کھلی فضا میں رہا- اس نے گوشت سے پاک غذا استعمال کی- اس نے کوئی دوائی نہ لی- میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ اگر وہ آج کے جدید اداروں میں رکھا جاتا، جہاں اسے ہر وقت بند رہنا پڑتا، کنجیوں اور تالوں کی جنکار اسے ہر وقت سنائی دیتی، اور وہ دواؤں کے اثر کے تحت غنودگی میں رہتا تو اس کی عقل کبھی بحال نہ ہوتی- مجھے جدید طریق علاج بہت عجیب لگتا ہے- ایک صحیح الدماغ بچہ بھی نظم و ضبط کا پابند نہیں بنایا جا سکتا- اسے کسی صورت دبایا نہیں جا سکتا- اسے اپنی راہ اختیار کرنے کا موقع دینا چاہیے- جب بڑا ہو کر وہ غیر متوازن ہو جاتا ہے تو اسے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے- اسے بڑی مقدار میں دوائیں دی جاتی ہیں اور وہ ان دواؤں کا عادی بنا دیا جاتا ہے- ذہنی امراض کے اداروں میں مریضوں کا رکھا جانا عمر بھر کی قید کے برابر ہے- ابتدائی دنوں میں نظم و ضبط کیوں نہ عائد کیا جائے اور سکھایا جائے، اس پر غیر معاشرتی رویوں کے خلاف ذہن کو ہموار کیا جائے-

چند باتیں میں اپنے مریضہ کی بابت بھی بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں- وہ چار سال سے رات کی مرگی میں مبتلا تھی- آئیر لینڈ اور لندن کے بہت سے ڈاکٹر اسے دیکھ چکے تھے- بعض نے ذہن پر دباؤ تشخیص کیا، بعض نے دماغ کی رسولی کا اندیشہ ظاہر کیا- اس کے بے شمار ٹیسٹ لئے گئے مگر کسی بیماری کے آثار نہ ملے-

اس دوران باربی ٹیوریٹ سلسلے کی دواؤں کی بھاری مقدار استعمال کرائی گئیں-

مگر دوا سے دورے کنٹرول نہ ہوئے- اس کی احمقانہ طبیعت میں شدت پیدا ہوئی- بھول جانے کی عادت میں بھی اضافہ ہوا- نیند بھی غائب ہوگئی-

اسے پہلی ملاقات میں تھوجا- 200 دی گئی- اس کے بعد لائیکو پوڈیم-6 دن میں تین بار- اس کی غذا میں سے گوشت بند کر دیا گیا- اسے سبزیاتی غذا کا پابند بنایا گیا- وہ بہت اچھی ہو گئی- وہ اب گاف کھیلتی، رات کو خوب گہری نیند کا لطف اٹھاتی، - وہ اب ہر طرح کے دورے کے اندیشے سے آزاد ہو گئی- وہ دو ماہ کے پر سکون عرصے کے بعد ایک بار پھر تشدد کی کیفیت ظاہر

ہوئی-

دیہات میں ڈاکٹر نے ایک انجیکشن لگا دیا- وہ زبردست تشدد کی کیفیت میں تھی- انجیکشن کے بعد ہوش آیا تو اس کا تمام جسم خراشوں سے بھرا ہوا تھا-

تین مہینے کوئی تکلیف نہ ہوئی- کوئی دورہ تو دور کی بات ہے دورہ کا خوف بھی ختم ہو گیا- کافی پہلے سے وہ اپنے کام پر باقاعدگی سے جارہی تھی- وہ پہلے سے زیادہ محنت سے کام کر رہی تھی- کام میں دل وجان سے لگی رہتی-

وہ سبزیاتی غذا پر گذارہ کر رہی تھی- اس کی نیند کسی دوائی کی محتاج نہیں رہی- اس کی والدہ نے لکھا کہ،

''وہ اپنی عمر سے کم معلوم ہوتی ہے- صحت میں شاندار پیش رفت کو سامنے رکھیں- مریضہ کو دیکھیں تو پہچان میں نہ آئے- ہومیوپیتھی کتنے کمال کی چیز ہے''

ہاں اب یہ ثابت ہو چکا کہ ذہنی امراض میں ہومیوپیتھی کام کرتی ہے- علاج میں سال ہا سال کی مدت نہیں لگتی جس طرح کہ بادشاہ کے علاج میں لگی-

ایک رپورٹ سے واضح ہوا کہ چار سال سے لڑکی ٹھیک چلی آ رہی ہے-

اعصابی تکالیف

لوگ ڈاکٹر کے پاس کس وقت جاتے ہیں؟

عام طور پر درد کی وجہ سے وہ ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ درد فوری طور پر ختم ہو جائے- مگر بدقسمتی یہ ہے کہ کئی سال سے خود علاجی کا روگ بہت پھیل گیا ہے- امیر و غریب میں یہ مزاج بن گیا ہے- کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ درد سے تنگ آ کر کوئی فزیشن کے پاس نہیں جاتا- وجہ یہ ہے کہ ہر کوئی مقبول عام دوائی یا ایسیٹو سلی سائلک ایسڈ یا اس کا کوئی مرکب درد کے خاتمے کے لئے لینے کا عادی ہوتا ہے- اس طرح درد کا سبب معلوم نہیں ہوتا، درد کو دبایا جاتا ہے اور حقیقی بیماری جو درد کا سبب ہے بغیر روک ٹوک پرورش پاتی رہتی ہے- سال ہا سال کی دواؤں کے ذریعے درد دبانے کے بعد جب صورت حال قابو سے باہر ہو جاتی ہے تو مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے- اس وقت تک مرض جڑ پکڑ لیتا ہے-

ڈاکٹر کے پاس جانے کی دوسری وجہ گرانی اور کمزوری کا احساس ہے- ایسے وقت میں اسے ٹانک کی بوتل چاہیے- ٹانک کی عادت ختم کرنا مشکل ہے- عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ کچھ زیادہ

آرام کرلیا جائے، مزید تازہ ہوا، سادہ، مناسب پکی ہوئی اور مقدار میں کم غذا بہتری کے لئے کافی ہے۔

ایسے لوگ جو مسلسل درد ختم کرنے والی سکون آور ادویہ اور ٹانکس استعمال کرتے ہیں وہ اس مقصد کے لئے ڈاکٹروں یا ڈسپنسریوں سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود ان میں سے کچھ لوگ بیمار نظر آتے ہیں۔ بظاہر ان کو علاج کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ ان کے جسم مضبوط ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا کیا ہونا چاہیے؟ ان کا بغور اور محتاط مشاہدہ ضروری ہے۔ لوگوں کی اکثریت صحت نا آشنا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کو کیا چیز تکلیف دیتی ہے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے حالات کا گہرا مشاہدہ کیا جائے۔ ان کے ساتھ زندگی گزاری جائے، پھر آپ شفا کے کرشمے انجام دے سکتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی ہو سکتے ہیں کہ مریض اپنی تکلیف سے آگاہ ہی نہ ہو۔

بہت سے لوگ نفسیاتی طور پر بیمار ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن بیمار ہوتے ہیں۔ ان کے اعصاب غیر متوازن ہیں۔ مگر ان کو علم نہیں ہوتا۔

1

اس قسم کا ایک کیس میں نے اپنے محلّہ میں دیکھا۔

ایک گھریلو خادمہ میرے پاس بہت سے دوستوں کی سفارش لے کر آئی۔

مجھے کہا گیا کہ اسے توجہ اور شفقت کے ساتھ رکھا جائے۔ وہ ڈانٹ ڈپٹ کو پسند نہیں کرتی۔ وہ کبھی شکایت نہیں کرے گی، اگر اسے کوئی بات پسند نہ آئی تو چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔

اچھے ملازم زبردست اثاثہ ہوتے ہیں۔ ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اگر مل جائیں تو ان کی ناز برداری بھی کرنا پڑتی ہے۔ یہ خاتون درمیانی عمر کی تھی۔ اس کا رنگ بہت سفید تھا۔ اس طرح خون کی کمی بہت واضح تھی۔ مگر وہ کہتی کہ اس کا رنگ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بالکل ٹھیک سمجھتی تھی۔

ہمارا گھر بہت ہوادار اور کچھ زیادہ ہی ٹھنڈا ہے، تمام کھڑکیاں کھلی رہتی ہیں، اس طرح اس نے چھینکنا شروع کر دیا۔ ناک بہنے لگی اور کھانسی شروع ہوگئی۔ میں نے اسے پلساٹیلا-6 دن میں تین بار لینے کی ہدایت دے کر آرام کے لئے رخصت پر گھر بھیج دیا۔ اسے بخار اور زکام سے دو دن میں افاقہ ہوگیا مگر اس کا رنگ سفید ہی رہا۔ اب وہ تھکاوٹ محسوس کرنے لگی۔ میں نے اسے چند ہفتے تک زیر مشاہدہ رکھا۔ اس کی کیفیت کے اشارات یہ ہیں۔

اس کا سر حجم کے لحاظ سے درمیانہ، وہ پریشان اور یکسوئی سے محروم، ہر وقت جلدی میں رہتی مگر اس کے باوجود اس کا کام کبھی مکمل نہیں ہوتا تھا- شام کو دیر تک وہ صفائی میں لگی رہتی- کمرے میں کہیں نہ کہیں بے ترتیبی موجود ہوگی- کسی کمرے میں کہیں ٹین کا ڈبہ پڑا ہوگا اور کسی کمرے میں فرنیچر کا پالش اور کسی میں جھاڑن، اسی طرح سیڑھیوں پر صابن- گندے برتن رات دیر تک مختلف مقامات پر پڑے رہتے- کسی روز وہ پلیٹ کو پالش نہیں کرے گی اور کبھی دروازہ یا باورچی خانہ گندہ ہی چھوڑ دے گی- کوئی نہ کوئی ضروری کام وہ بھول کر چھوڑ دے گی- حالانکہ وہ ہر وقت کام میں لگی رہے گی- وہ اپنے کپڑے سوموار کی صبح کو دھونا شروع کرے گی مگر ہفتہ کے دن تک وہ بغیر استری کے پڑے رہیں گے- وجہ اس کی معصومیت تھی-

بدقسمتی سے ہمیں ایک شام کی دعوت کا اہتمام کرنا پڑا- وہ بہت جلدی اور تیزی میں تھی- ایک سے دوسری جگہ وہ مسلسل پھدک رہی تھی- ایک چیز ایک جگہ سے اٹھاتی اور دوسری جگہ رکھ دیتی- وہ آلو دھو کر سبزیوں کی جانب لگ جاتی، انہیں ادھورا چھوڑ کر پھر آلوؤں کی طرف آ جاتی اور پھر گوشت- اس طرح وہ ابتری سے کام کرتی- نتیجہ پریشان کن ہوتا- سوپ کچا رہ گیا- آلو بھی پورے نہ ابلے، سبزیاں بھی صحیح نہ بنیں- گوشت زیادہ پک گیا- کافی ٹھنڈی- اس کے باوجود کھانے میں نصف گھنٹہ میں تاخیر ہوئی-

وہ جھینگر کی طرح تھی- رجائیت پسند، بہت مصروف، الفاظ سے بھرپور مگر کچھ کہہ نہ سکتی- اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اسے نفسیات کے ماہر کے پاس بھیجا جائے- تاکہ اس کی ذہنی ابتری کے اسباب معلوم ہو سکیں- اس کا علاج کیسے کیا جائے- یقیناً یہ ایک نفسیاتی مریضہ تھی- وہ ہر لحاظ سے کام کے لائق تھی- کام میں منہمک بھی رہتی- مثلاً وہ دروازے کے سٹیپس پر صاف کرنے میں تین گھنٹے لگا دے گی-

میں نہیں کہہ سکتی کہ نفسیات کا ماہر کیا مشورہ دے گا- وہ ذہن کے عدم تسلسل، کام کی خواہش اور الجھاؤ اور پریشانی کا کیا تدارک تجویز کرے گا- وہ کام کرنے والی خاتون تھی- اس میں مال کمانے کا امکان نہیں- نفسیات کے لوگ زیادہ وقت اور پیسہ وصول کرتے ہیں- ان حالات میں ہومیوپیتھی کو آزمانا مجبوری سی بن گئی- میں نے میٹیریا میڈیکا کی مختلف کتابوں کو خوب کھنگالا- ایک غیر معروف سی دوائی سینچوریا ٹیکنا سامنے آئی- اس دوائی کے ایک پروور میں عقل عام کا فقدان، کام میں سست روی، ایک کام ادھورا چھوڑ کر دوسرا شروع کر دینے کا رجحان، عملاً کسی کام کی تکمیل کے بغیر ہی تھکاوٹ کی علامات پائی گئیں-

اپنے گرد و پیش کے حالات میں اکثر لوگوں کو سنچوریا کی چند خوراکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ برطانوری مزدور اور پینٹرز کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ان میں سے بعض کو آپ اپنے گھر میں کام پر لگا لیں تو اندازہ ہوگا۔ وہ تمام گھر کو ابتری کا شکار کر دیں گے۔ ہفتوں تک وہ ہر چیز کو منتشر رکھیں گے۔ قالین ہر طرف لپٹے ہوئے، دیواریں آدھی پینٹ شدہ، چھت ادھوری، غرض یہ سلسلہ اسی طرح چلے گا۔

سنچوریا مدر ٹنکچر اور 30 طاقت میں دی گئی۔ اس دوا کی تجویز کی وجہ یہ تھی کہ اسے تھوڑی سی پسلیوں میں خراش دار کھانسی تھی۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت تھی۔ میرے کام کرنے کے اپنے انداز ہیں۔ دوا کے بعد ہم اسے دیکھتے رہے۔ آہستہ آہستہ تبدیلی آنے لگی۔ حرکات و سکنات کچھ تیز ہونے لگیں۔ مقابلتاً اب وہ تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے لگی۔ پہلے کی طرح جلد بازی میں بھی کمی شروع ہوئی۔ حرکت میں خاموشی اور سکون بڑھ گیا۔ تھکاوٹ میں کمی ہوئی۔ وہ ڈرتی بھی نہیں تھی۔ اس کو دیکھنے والے بھی تبدیلی محسوس کرتے۔ آپ نے میری پچھلی ملاقات کے بعد دوسری ملازمہ رکھ لی ہے؟ وہ مشکل ہی سے مانتے تھے کہ یہ پرانی لڑکی ہے۔ اب اس کا رنگ بھی بہتر ہونے لگا۔ سنچوریا کی خوراک مہینے مہینے بعد دہرائی گئی۔ جنگ کے دوران وہ لندن سے فرار ہو گئی۔ ۱۹۴۶ء میں واپس آئی تو اس نے اپنے اچھے ہونے کی رپورٹ دی۔

ایک شخص کا پورا مزاج صحیح دوائی سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ہومیو علاج نفسیات کو مات دے سکتی ہے۔ مگر اس میں بہت سی مشکلات ہیں۔ پہلی مشکل تو مریض کی ذات ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو جانتے ہیں۔ ایک یونانی فلاسفر اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے،

''آدمی اپنے آپ کو جانتا ہے''

اپنے آپ کا علم حاصل کرنے کے بعد اسے درست کریں، اس کے ساتھ رہیں، اپنے آپ کو تبدیل کریں، تربیت کریں اور عقل و بصیرت میں بہتری اختیار کریں۔ اگر ایک شخص اپنے آپ کو نہیں جانتا، مزاج کو نہیں سمجھتا، اپنی پسند و ناپسند کو محسوس نہیں کرتا، وہ بعض کام خاص طریقے سے کیوں کرتا ہے۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو کیسے تبدیل کر سکتا ہے، مکمل کیسے کر سکتا ہے؟ نفسیات کے لوگ صحیح خطوط پر سوچتے ہیں۔ لوگوں کو سوچنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ اس طرح ذہنی عارضے کا سبب معلوم ہوتا ہے مگر وہ بہت زیادہ آگے نہیں جاتے۔ وہ صرف الفاظ اور وضاحتوں تک محدود رہتے ہیں۔ میرے خیال میں ہومیو پیتھ زیادہ گہرائی میں جاتا ہے۔ وہ تکلیف کا سبب معلوم کرتا ہے بشرطیکہ مریض مدد کرے۔ اس کے بعد سینکڑوں ہومیو دوائیں قلیل مقداروں کی شکل میں ہیں۔ یہ دوائیں پہلے صحت مند اشخاص پر آزمائی گئیں۔ ان پر جو ردعمل ہوئے وہ واضح ہیں۔ وہ

اشخاص اس وقت صحت کی حالت میں تھے- ہومیو معالج بخوبی جانتا ہے کہ دوا جو علامات پیدا کرتی ہے کسی مریض میں وہ علامات موجود ہوں تو وہی دوائی ان علامات کو دور کرسکتی ہے- وہ اپنی بنیاد پر اتنا یقین رکھتا ہے کہ وہ علامات کے بعض مجموعوں کو پہچانتا ہے اور ان کو سامنے رکھ کر شفا کی پیش گوئی کرسکتا ہے- اس میں وقت لگ سکتا ہے خاص طور پر وہ لوگ جو سال ہا سال سے بیمار ہوں اور اپنے آپ کو ٹھیک بھی سمجھتے ہوں-

دوسری مشکل یہ ہے کہ مریض سے تمام علامات لینے کے بعد ان کو کسی واحد دوائی میں تلاش کرنا ہوتا ہے- تا کہ ایک دوائی مریض کے لئے موزوں ثابت ہو سکے- معالج کے علم و مطالعہ کی وسعت پر منحصر ہے کیونکہ سینکڑوں دواؤں میں سے دوا منتخب کرنا ہوتی ہے- بعض دوائیں مشابہہ ہوتی ہیں، بعض زیادہ مشابہہ- مشابہہ ترین دوائی کا انتخاب قریبا ناممکن ہے- عام طور پر مشابہہ تر دوائی پر گزارا کرنا ہوتا ہے- بعض اوقات ملتی جلتی ایک سے زیادہ دوائیں کام دیتی ہیں- ان کو ادل بدل کر استعمال کرایا جاتا ہے- انگلینڈ اور بیرونی ممالک میں یہ طریقہ کامیابی سے چل رہا ہے- ان سے شاندار معجزے سرانجام دیئے جا رہے ہیں-

آج یہ مسئلہ بھی بہت اہم ہے کہ ویلسی نیشنز، ٹیکے اتنے زیادہ ہیں اور مزمن امراض اتنے ملے جلے ہوتے ہیں اور وہ نسل در نسل منتقل ہو رہے ہیں پھر حاد اور سوزشی امراض کو غلط علاج سے خراب کر دیا جاتا ہے- ہومیو معالج کو ان تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا پڑتا ہے-

لیکن ہومیو معالج دوسرے طریقہ علاج کے مقابلے پر ایسی صورت حال پر قابو پانے کے لئے بہتر پوزیشن میں ہے- وہ ایک قانون شفا کی پیروی کرتا ہے- جسے علاج بالمثل کہتے ہیں یہ دوائیں ایسی ہیں جو تجربہ گاہ میں کیمیائی ردعمل سے آزمائی نہیں گئیں نہ ہی ان کا ٹیسٹ شیشے کی امتحانی نالیوں میں ہوا ہمہ زندہ صحتمند انسانوں پر آزمائی گئی ہیں- اگر صحیح دوا تجویز کرلی جائے تو اس کے اثرات محسوس کئے جا سکتے ہیں- اس میں کوئی شک نہیں ہوتا- یہ دوائیں مقویات کی بوتلوں اور ٹنوں کے حساب سے درد کش، سکون آور دواؤں اور ٹیکوں سے کہیں بہتر ہیں-

نفسیاتی مریض کا ایک اور کیس،

یہ چالیس پینتالیس سال کی خاتون تھی- پیشہ کے لحاظ سے نرس، بیس سال قبل ایک مزمن مریض کے کیس میں اس نے میری معاونت کی تھی- درمیانی عرصہ میں وہ وطن سے باہر رہی- حال ہی میں واپس لندن آئی- ۱۹۲۹ء میں اسے رحم کی رسولی اور اپینڈیسائٹس کی تکلیف ہوئی- دونوں کے آپریشن ہوئے- اس کے بعد اسے کبھی بھی پیٹ درد سے نجات نہ ملی- درد کی

نوعیت مخصوص تھی- یہ درد ماہواری کے ایام میں شروع ہوتا- ماہواری کے بعد یا پہلے کوئی تکلیف نہ ہوتی- تعطیل میں افاقہ رہتا- اسے اعصابی تکلیف کہا جاتا تھا- بدقسمتی سے اسے نرس کے طور پر اپنی روزی کمانا پڑتی- اسے مریضوں کو اٹھانا اور لیجانا پڑتا تھا- اس وجہ سے اس کی تکلیف کو فرق نہیں پڑتا تھا- اسے مشورہ یہی دیا گیا کہ یا تو وہ درد برداشت کرے یا سرجن کے پاس جائے تا کہ وہ تکلیف کا سبب معلوم کرے- یہ تکلیف پچھلے آپریشن کے بعد ہی سے شروع ہوئی- گذشتہ آپریشن میں اس کا کافی زیادہ خرچ ہوا تھا- اس وجہ سے اب وہ سرجن کے پاس جانے کی ہمت نہیں رکھتی تھی- سابقہ آپریشن سے ایک سال تک وہ بیکار رہی- وہ چونکہ ایک معقول ملازمت پر تھی لہذا اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی- چونکہ اسے بار بار تکلیف ہوتی جس سے اس کی صحت اور اعصاب بری طرح متاثر تھے- وہ بوڑھی معلوم ہوتی ، بہت دبلی اور کمزور- اس کا رنگ بھی غیر صحت مندانہ اور خاکستری تھا-

بیس سال بعد اسے میں نے مشکل ہی سے پہچانا- وہ ہشاش بشاش، خوش و خرم آرٹش لڑکی تھی ، مگر اب وہ قابل رحم ادھیڑ عمر کی خاتون تھی- اب اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ چلتے ہوئے مثانے پر دباؤ محسوس کرتی، پیشاب کے دوران درد ہوتا ، لہذا وہ روز کے سفر سے خائف رہتی-

پیشاب کے دوران درد میں شدت ہو جاتی ،درد پیٹ سے دونوں جانب چوتڑوں تک جاتی پیشاب کی حاجت کے وقت بھی درد میں شدت ہوتی- دو بار ویکسی نیشن ہو چکی تھی- رسولی کا آپریشن بھی ہو چکا- تین قطعی علامات تھوجا کی جانب راہنمائی کرتی تھیں- لہذا تھوجا تجویز کی گئی-

ایک ماہ بعد دیکھا گیا- ماہواری پندرہ روز دیر سے ہوئی- اس کی نیند بہتر ہوگئی، وہ بہتر محسوس کرتی تھی- تھکاوٹ میں بھی کمی ہوئی- گذشتہ روز اسے طویل مسافت پیدل کرنا پڑی- مگر کوئی تکلیف نہ ہوئی- پیٹ میں درد بھی نہ ہوا- تھوجا دوبارہ دی گئی اور اس کے بعد پلساٹیلا تجویز کر دی گئی-

تین ہفتے بعد دیکھا- ڈیوٹی کے دوران ایک بھاری بھرکم مریض کو اٹھانے سے درد دوبارہ ہو گیا- میں نے پشت پر مالش کے ساتھ پٹھوں کی تقویت کے لئے ورزش تجویز کی- ماہواری میں زیادتی ختم ہوگئی- رحم کی کیفیت بھی ٹھیک تھی- آرنیکا-30 پٹھوں پر دباؤ کیلئے تجویز کی گئی- دو ہفتے بعد اس کی حالت بالکل ٹھیک تھی- پلساٹیلا-12 تین بار دن میں جاری رکھی گئی- چونکہ وہ دلجوئی اور دلاسے کو پسند کرتی تھی ، چکنائی سے کھانسی ہوتی ، جلد ہی رونے لگ جاتی ، رونا تو اس کے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا- پیٹ میں درد ختم ہو گیا- یہ درد نو سال پہلے آپریشن سے شروع ہوا-

چار ہفتے بعد دیکھا، اب وہ اپنے آپ کو بالکل مختلف محسوس کرتی، کرسمس کے موقعہ پر رقص کے لئے گئی حالانکہ دس سال تک وہ کسی رقص میں شریک نہ ہو سکی۔ وہ اب بہت پتلی ہے۔ پانچ فٹ دس انچ قد اور وزن صرف ۴۴ پونڈ۔ وزن بڑھانے کے لئے غذا تجویز کی گئی جس میں روزانہ، تین پاؤ دودھ، دو یا تین انڈے، قبض کے رجحان کے لئے چھان، بواسیر کے لئے ہمامیلس۔

دو مہینے تک مریضہ نہ آئی، وہ بہت بہتر تھی۔ وہ محسوس کرتی کہ ہوا میں چل رہی ہے۔ وہ ہر موقعہ پر موجود رہتی، رقص کی پارٹیوں میں شریک ہوتی۔ ماہواری میں باقاعدگی، کمر درد ختم ہو گیا، پیٹ درد بھی ختم، تمام عوارض قصہ ماضی بن گئے۔ پہلے وہ اتنے شدید دباؤ کا شکار تھی، وہ محسوس کرتی تھی کہ وہ لوگوں کو قتل کر رہی ہے۔ اتنی مایوس کہ خودکشی کر لینے کے سوا اسے کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ مستقل کمزوری اور درد۔ کوئی ڈاکٹر مدد نہیں کرتا تھا۔ اسے ماہر نفسیات کے پاس جانے کا مشورہ دیا گیا چونکہ اسے اعصاب اور جنس کی تکلیف تھی۔

اس کا چہرہ اب پہلے جتنا برہم نہیں تھا۔ آنکھوں میں چمک واپس آ گئی۔ وہ صاف تھی۔ سلفر-30 بواسیر کے لئے دی گئی کیونکہ ماہواری کے دوران اس میں شدت ہو جاتی تھی۔

ایک ہفتہ بعد اس کا خون بند، وہ سخت پریشان تھی، بیضہ دانی میں درد، بے آرامی، مثانے میں درد اور تھکاوٹ، کمزوری، گویا کہ تمام پرانی علامات واپس آ گئیں۔ حالانکہ پانچ ماہ سے وہ ان علامات سے محفوظ تھی۔ میں نے اسے دوبارہ یقین دلایا کہ سلفر کی وجہ سے یہ علامات واپس آئی ہیں اور جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گی۔ میں نے پلساٹیلا-12 سلفر کے توڑ کے لئے دی۔ یہ دوا مریضہ کی خاص دوا تھی۔

اس وقت سے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی علامت دوبارہ نہیں ہوئی۔ درد، بے آرامی ختم ہو گئی۔ وزن بھی بڑھ رہا ہے۔ وہ آئی سرجن کے پاس بھی گئی۔ وہ دیکھ کر بے حد حیران ہوا کہ اس کی نظر بہتر ہو گئی ہے۔ چار پانچ سال پرانا نمبر بحال ہو گیا۔ نظر کی یہ بہتری پچاس فی صد ہے۔

اس خاتون کے رحم کی پچھلی جانب ہٹ جانے کی وجہ سے اعصاب متاثر تھے۔ اندرونی قدیمی درد نے اس کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ علاج کے طور پر مقامی تکلیف کو سامنے رکھ کر آپریشن کیا گیا۔ تکلیف کو نو سال ہو گئے۔ اتنا عرصہ درد میں مبتلا رہی، نفسیاتی طور پر اضطراب، خرابی صحت کی وجہ سے روزگار چھن جانے کا خوف۔ یہ خاص اعصاب کا کیس تھا۔ وہ سال ہا سال تک کسی ڈاکٹر کے قریب نہ گئی۔ کسی نے اسے تعمیری مشورہ نہ دیا۔ یہاں تک کہ اسے ہومیوپیتھی کا

خیال آیا- تب تیزی کے ساتھ افاقہ ہوا- وہ ہر جانب سے مایوس و مجبور ہو کر ادھر آئی- اپنی تکالیف اور علامات کے بارے میں دیانتدارانہ اظہار کرتی-

نتیجہ آرام، سکون، آپریشن ٹیبل سے بچاؤ- ایسا آپریشن جو بے نتیجہ رہتا- اعصاب کا کیس ٹھیک ہو گیا- شفا، اعتقاد سے نہیں بلکہ مطلوبہ دوا سے ہوئی- درد ختم ہوئی، رحم اپنے مقام پر آ گیا- صحت اور توانائی بحال ہوئی- ایک شخص کا نفسیاتی مزاج معلوم کریں دوسرے لفظوں میں جیسے ہانی من نے کہا کہ ذہنی علامات کو ممتاز رکھیں تو آپ کو شفا حاصل کرنے میں کامیابی ہو گی-

(XXVIII)

دواؤں میں کیا چیز شفا دیتی ہے؟

مروجہ طرز علاج کے لوگ ہومیو علاج کو عطائیت قرار دیتے ہیں- ان میں سے بعض صرف اتنا تسلیم کرتے ہیں کہ ہومیو علاج اگر کوئی فائدہ نہ دے تو نقصان بھی نہیں دیتا- وجہ یہ ہے کہ دوائی کی مقدار بہت کم ہے- در اصل اس طرح وہ ہومیو دواؤں کے اثرات سے لاعلمی کا مظاہرہ کرتے ہیں-

اس کی ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں- امریکہ کی ایک بہت مشہور یونیورسٹی یالے یونیورسٹی ہے- اس کے پروفیسر ھیگارڈ لکھتے ہیں،

''ہومیوپیتھی کی کامیابی کا راز اس کی دواؤں کی تاثیر میں نہیں بلکہ ان کی قلیل مقداروں میں ہے- واقعتاً تو وہ کوئی دوائی ہی نہیں ہوتی- ہانی من نے اس اصول کو پیش کیا ہے کہ جتنی مقدار کم ہو گی دوا اتنی ہی زیادہ طاقتور ہو گی-''

ہانی من کے زمانہ میں زیادہ بڑی مقداریں انتہائی تیز بلکہ اکثر و بیشتر زہریلی ادویات دی جاتی تھیں جو کہ مریضوں میں نقصانات پیدا کرتی تھیں جب کہ ہومیو معالج مریضوں کو آرام کے مشورہ کے ساتھ خدا کی جانب سے شفا کا یقین بھی دلاتے تھے- دوسرے لفظوں میں ایلوپیتھی کے مریض علاج کی موت مرتے ہیں اور ہومیو مریض مرض کی موت مرتے ہیں-

ڈاکٹر ہیگارڈ نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے- ان کے نزدیک جدید سائنسی دواؤں کے شفائیہ اثرات معلوم کرنا آسان ہے، مگر اس نقطہ نظر سے اختلاف کی پوری پوری گنجائش ہے- بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آج بھی متعدی مریض علاج کی موت مرتے ہیں- ۱۹۱۹ کی

انفلوئنزا کی وبا میں ایلوپیتھک علاج میں چالیس مریض موت کے منہ میں گئے۔ یہ جدید سائنسی طریق علاج کی کارکردگی ہے۔ اس کے برعکس ہومیو علاج میں موت کی شرح ایک فی صد رہی۔ دونوں طریقہ ہائے علاج میں شرح موت کا فرق ۳۹ فی صد کا ہے۔ یہ فرق ہومیو علاج کے حق میں ہے۔ اگرچہ اس طریقہ علاج کو حقیر جانا جاتا ہے۔ یقیناً ڈاکٹر ہیگارڈ کا خیال بھی یہی ہوگا۔ اس عام تعصب کے باوجود ہومیو پیتھی مضبوط ہو رہی ہے اور ایلوپیتھی اسے پچھاڑنے میں ناکام ہے۔ حالانکہ ایلوپیتھی کی بنیاد ادویہ کے مخصوص ایکشن پر ہے۔ ہر مرض کے لئے مخصوص دوائی۔ مخصوص دواؤں کو ہسپتالوں میں مریضوں پر وسیع پیمانے پر آزمایا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق یہ کافی نہیں کہ ایک مریض ایک خاص دوائی یا دوا کے بغیر بھی شفا پا جائے۔ اس طرح سائنسی طریقہ یہ ہے کہ کوئی مخصوص دوا ایک مرض میں مبتلا پچاس یا سو مریضوں کو دی جائے۔ اس طرح اس مرض میں مریضوں کو جو دوا کے بغیر رہیں ان کو قدرت کے سپرد کریں اور ان کا بھی ریکارڈ رکھا جائے۔ پھر نتائج کا تقابل کیا جائے۔ اگر دوا کافی مریضوں کو شفا دینے میں کامیاب ہو جائے تو اسے اس مرض کی مخصوص دوا قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح کثرت مشاہدہ کے اس طریقہ سے مرکری (پارے) کو سفلس کی مخصوص دوا خیال کیا جاتا ہے۔ پھر پروفیسر اہرلچ نے مرکری کے بجائے سالورسان کو اس کی جگہ دے دی۔ سالورسان کی قلت کی وجہ سے دوسرے کیمیکلز کا تجربہ کیا گیا۔ اسطرح بیماریوں سے بہت سے معذور افراد مزید کمزور ہو چکے تھے۔ ان طاقت ور دواؤں کے شفائیہ اثرات کا تعین کرنے کا طریقہ بالکل غلط ہے۔ ہر دوا کو صحت مند افراد پر آزمایا جانا چاہیے۔

ہومیو معالجین نے ہانی من کی پیروی کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ مخصوص امراض کے لئے مخصوص دوائیں نہیں ہو سکتیں۔ مخصوص دوائی مخصوص مریض کیلئے ہوگی۔ وہ مریض جو آپ کے سامنے علاج کے لئے موجود ہے۔ دوا کا اثر پہلے پہل صحت مند افراد پر متعین کیا گیا ہے۔ یہ سادہ سا اصول ہے۔ مریضوں پر کثرت تجربہ کی مدد سے دوا کا اثر معلوم کرنا جب کہ دوا کے اثرات کا دائرہ غیر معلوم ہو اس کے برعکس مریض کو ایسی دوا کا دینا جس کے اثرات پہلے سے متعین ہوں، مطالعہ میں آ چکے ہوں۔ یہ دو مختلف طریقے ہیں۔ پہلے طریقے کو سائنسی کہا جاتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس میں مریض دوا سے حساس ہو سکتا ہے، یا دوا سے بالکل ہی کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ کوئی نہیں جانتا جب تک دوا نہ لی جائے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دوا کی گہرائی اور گیرائی کس قدر ہوگی۔ اس سے ابتدائی اور ثانوی اثرات کیا ہوں گے۔ اس سے کیا پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ کوئی ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

مثال کے طور پر سلفونامائڈز سے نمونیا کے کیسوں میں شرح موت میں کمی ہوتی مگر ایسی امراض کی فہرست بڑھتی جا رہی ہے۔ جن میں مریض ان دواؤں سے حساس ہے۔ پنسلین کے

ساتھ بھی یہی معاملہ ہے- فوج میں ان دواؤں کو وسیع طور پر تجربہ کیا جاتا ہے- یہ تجربہ انسانوں اور پرندوں تک پھیلا ہوا ہے- طویل عرصہ تک دوا کو استعمال کرنے کے بعد اسے مضر قرار دے کر بند کر دیا جاتا ہے- میں مریض کے طور پر دوا کو اپنے اوپر تجربہ کرنے کی اجازت نہیں دوں گی- اس کے برعکس میں ہومیو پیتھی طریقہ کو ترجیح دوں گی- جس کے کوئی مضر اثرات ہیں اور نہ ہی یہ پیچیدگیاں پیدا کرتا ہے-

دوا میں شفا بخش چیز کیا ہے؟

دراصل دوا میں شفا بخشی اس اصول شفا کی وجہ سے ہے- یہ اصول علاج کا پہلو ہے- پروفیسر ہیگارڈ کسی کلینک میں علاج سے دوا کے اثرات کو تسلیم نہیں کریں گے مگر میں ان سے بھرپور اختلاف کرتی ہوں- وہ شفا جو مختلف کیسوں میں ایک خاص اصول کے تحت کئے گئے علاج کے تحت سامنے آتی ہے اس کو تسلیم کیا جانا چاہیے- آپ کو علاج کے اس ثمر سے آگاہ ہونا چاہیے-

میں یہاں بات واضح کرنے کے لئے ان کیسوں کا ذکر کروں گی جن میں ایلوپیتھی ناکام ہوئی اور ہومیو علاج کے اصولی علاج سے مریض صحت یاب ہوئے-

1

مقامی ڈاکٹر نے دل کے ایک دیرینہ مریض کو ہومیو علاج کے لئے بھیجا- بھیجنے کی وجہ تشخیص میں شک ہونے کے علاوہ اسے چھ ماہ کیلئے مکمل آرام کا مشورہ تھا- آرام کا یہ مشورہ مریض کے لئے کسی صورت قابل عمل نہیں تھا- چنانچہ مریض کی درخواست پر اسے ہومیو علاج کے لئے بھیج دیا گیا-

یہ مریض تیس سالہ نوجوان تھا، گیارہ سال کی عمر سے وہ سکول نہ جا سکا- اس نے یہ عرصہ زیادہ تر بستر میں گزارا- گرنے سے اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹیڑھی ہو گئی تھی- سترہ سال کی عمر میں اسے جوڑوں کا بخار ہوا- پندرہ ہفتے بستر میں رہنے کے بعد وہ عارضہ قلب میں مبتلا ہو گیا- جس سے وہ کبھی نجات حاصل نہ کر سکا- اس نے ہلکے پھلکے کام کئے مگر ان کو بھی وہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رکھ سکا- اکثر اوقات اسے رخصت لینا پڑتی یا کام کے لئے چلنے کے بجائے رینگنا پڑتا-

وہ ہمیشہ غنودگی میں رہتا- جب رات کو کام سے واپس آتا تو کرسی میں تھکن سے نڈھال ہو کر گر پڑتا- جوڑوں سے متعلقہ علامات ابھی تک نمایاں تھیں- تبدیلی موسم میں تکلیف میں شدت، بارش سے پہلے ہمیشہ شدت، پھنسیاں بار بار نکلتیں، پشت اور سینے پر گہرے داغ- پیپ آلود پھنسیاں پورے جسم پر موجود تھیں- کان کی لو کے پیچھے خراشیں اور کھرنڈ جس سے مواد خارج ہوتا رہتا- ایک مدت سے اس کی دائیں کان کی سماعت ختم تھی- گھڑی کی آواز قریب سے بھی سن نہیں سکتا تھا- سانس کی تنگی، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سانس پھول جاتا اور سانس کے درست ہونے میں

کئی منٹ لگ جاتے - وہ ذرا سا وزن بھی نہیں اٹھا سکتا تھا - جب کوئی چیز اٹھاتا تو اس کا دم گھٹنے لگتا، کمزوری، پیٹ میں چبھن، افاقہ کے لئے پیٹی باندھنا پڑتی - دل پھیلا ہوا اور نپل سے ساتویں پسلی تک دھڑکنیں انتہائی تیز - بلڈ پریشر ۵۰-۱۰۰، اس کے باوجود نبض نرم اور کافی باقاعدہ، نبض کی رفتار ۷۲، ہونٹ اور کان ہلکے ہلکے نیلے، جلد چکنی اور کھرنڈ دار، عام طور پر مرطوب موسم میں بے زار، تبدیلی موسم گرم موسم میں شدت، پیاز سے شدت، بھاری غذا سے شدت، گرنے کے خواب جو بیداری کا سبب بنتے، بچپن میں ایک بار ویکسی نیشن کروائی -

ان علامات پر میں کیا دوائی تجویز کروں؟ پہلے تو جوڑوں کے بخار کی ہسٹری ہے - یہ بخار عام طور پر سٹرپٹوکوکل کے زہریلے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے - میں نے سوچا کہ سب سے پہلے اس کے بد اثرات کو دور کیا جائے - چنانچہ سٹرپٹوکوکس -200 کی آٹھ خوراکیں دیں - ہر خوراک دس دن بعد لینا تھی - اگر فرق پڑ جائے تو دوا کی خوراکوں کا درمیانی وقفہ بڑھا لیا جائے - دوا کے درمیانی وقفہ میں تھوجا-6 دن میں تین بار - وجہ یہ تھی کہ تھوجا کی علامات بھی واضح تھیں - پیاز سے شدت، چکنی جلد، گرنے کے خواب، دلاسہ دینے سے شدت وغیرہ - تین ماہ کے علاج کے بعد تھوجا -200 - اسے ہدایت کی گئی کہ دو ماہ کے بعد آئے - البتہ درمیان میں کسی غیر معمولی تکلیف کے لیے ضرورت کے مطابق رابطہ کر سکتی ہے -

چھ ماہ کے دوران مریض کو آنے کی ضرورت نہ ہوئی - چھ ماہ کے علاج کے بعد اس کے وزن میں چودہ پونڈ اضافہ ہوا - وہ انفلوئنزا کے حملہ کے باوجود بہت بہتر محسوس کر رہا تھا - سانس کی تنگی ختم ہو گئی - سیڑھیاں چڑھنے پر بھی سانس نہیں پھولتا تھا - اب وہ اپنی چار سالہ بچی کو اٹھا سکتا تھا - دائیں کان کا بہرہ پن کافی بہتر تھا - فاصلے پر سے لوگوں کی گفتگو ان کی جانب رخ کیے بغیر سن سکتا - گھڑی کی ٹک ٹک دو انچ کے فاصلہ پر سن سکتا تھا - جوڑوں کی تکالیف بھی کافی بہتر تھیں - کمزوری اور پیٹ میں چبھن بھی ٹھیک تھی - نیند بہت اچھی رہی - نیند میں تکلیف نہیں تھی - کانوں کے کھرنڈ ختم ہو گئے - جلد جو ایک مدت سے کام نہیں کر رہی تھی اب ٹھیک ہو گئی - جلد میں سے بہت سی غلاظتیں خارج ہو چکی تھیں -

وہ تین ماہ سے کام پر باقاعدگی سے جا رہا تھا - اس دوران اسے ایک دن کی رخصت بھی نہ لینا پڑی - کام سے واپسی پر وہ خود کو نڈھال محسوس نہیں کرتا تھا - اب واپسی پر کرسی میں سونے والا معمول جاتا رہا - اب وہ مزاج کے لحاظ سے چڑچڑا بھی نہیں رہا - دل کی دھڑکنیں بھی معمول کے مطابق - جسم کے تمام معمولات نارمل - دل کے متعلق؟ وہ پہلے سے حجم میں کافی کم تھا - نبض مضبوط اور باقاعدہ - دل کے سکڑاو اور پھیلاؤ سے پیدا ہونے والی آواز ختم ہو گئی - بلڈ پریشر ۷۰-۱۱۵، صرف کان کے علاقہ میں تھوڑی سی خرابی باقی تھی - یہ شاندار نتیجہ تھا -

سترہ سال پرانی دل کی تکلیف جوڑوں کے بخار کے بعد شروع ہوئی ، اس کے پینل ڈاکٹروں نے اسے بتایا کہ وہ کبھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو سکتا- معمولی کام کے لائق بھی ہونے کے لئے اسے چھ ماہ سے زیادہ آرام چاہیے مگر وہ مریض تین ماہ بعد ہی اپنے کام پر باقاعدہ ہو گیا- وہ ہمیشہ سے سخت کام کر سکتا تھا- میں خود بھی اس نتیجہ پر حیران تھی- دل کے کواڑ کی خرابی ہومیو علاج سے کتنی تیزی کے ساتھ ٹھیک ہو گئی- جس نے اس شخص کو کئی سال سے معذور کر رکھا تھا- ڈیجی ٹیلیس اور دل کی دوسری دواؤں نے اس کی کوئی مدد نہ کی-

ہومیو علاج دل کے مرض کو اہمیت دیئے بغیر شروع کیا گیا- مریض کی مجموعی اور انفرادی علامات کو لیا گیا- زہریلے اثرات دور کرنے کے لئے سٹر پٹوکوکس چند ہفتوں کے لئے دی گئی- نوسوڈ بالعموم زہریلے اثرات ختم کر کے مطلوبہ دوا کا راستہ صاف کر دیتی ہے- تھوجا کے شفا دینے کا جو اصول کارفرما تھا اس کے تحت یہ شخص صحت یاب ہوا-

مروجہ طریقہ علاج جسے سائنسی کہا جاتا ہے کے مقابلے پر ہانی من کا اصول بالمثل موثر ثابت ہوا- تھوجا صحت مند شخص پر کئی علامات پیدا کرتی ہے- اگر یہ دوائی مادی مقدار میں دی جائے یہی علامات پیدا ہوتی ہیں- تبدیلی موسم سے وہ شخص موجود علامات میں شدت محسوس کرے گا، پیاز سے شدت، ہمدردی کو ناپسند کرتا ہے- تھوجا کے اثرات دیکھنے کے لئے اسے کبھی کسی حیوان پر آزمایا نہیں جاتا- نہ ہی اسے بیماروں پر آزما کر اس کے اثرات معلوم کیے جاتے ہیں- جدید دواؤں کی آزمائش اسی طرح ہی ہوتی ہے- پہلے پہل ٹیسٹ ٹیوب میں بیکٹیریا اور پھر لیبارٹری میں مختلف جانوروں پر اسے آزمایا جاتا ہے اور آخر کار اسے بیماروں پر آزمایا جاتا ہے جو پہلے ہی کمزور ہو چکے ہوتے ہیں-

تھوجا کبھی کسی حیوان کو دل کے عارضہ میں نہیں دی گئی- لہٰذا ہم علم الامراض کے اصولوں کے مطابق دل کے مرض میں بھی نہیں دی جاتی- بلاشبہ تھوجا دل کی دوا نہیں مگر اس شخص کے دل کو یہ دوا درست کرنے کا ذریعہ بنی- یہاں تک کہ مریض ٹھیک ہو کر اپنے کام پر جانے لگا- اب اس کا کام میں دل خوب لگتا تھا- وجہ یہ تھی کہ تھوجا کی علامات مریض میں پائی جاتی تھیں- مرضیاتی کیفیات میں کوئی مماثلت نہیں- علامات میں مماثلت ہے، سانس کی تنگی ، تیز دھڑکن ، وزن اٹھانے کے ناقابل ہونا، مگر عجیب وغریب اور مخصوص علامات جو اس دوائی کے لئے خاص ہیں، وہ ہیں پیاز سے تکالیف میں شدت ، گرنے کے خواب- اس مریض کے لئے اس دوا میں شفا کا اصول دوا اور مریض کی علامات کی مماثلت ہی تو تھا- اس اصول نے خوب خوب کام کیا-

ہومیو معالج کو ہر نئے مریض پر صفر سے کام شروع کرنا پڑتا ہے- اسے مریض سے آگاہی کی ضرورت ہوتی ہے- اس کی تمام خصوصیات ، عادات ، بیسیوں چیزوں کی ضرورت ہوتی

ہے- جس کی بنیاد پر اسے دوسروں سے ممتاز کیا جا سکے- تین سال بعد اس کا دل مکمل طور پر بحال ہو گیا- وہ بغیر وقفہ کے ہر کام کر سکتا تھا- اسے مزید دوائی کی بھی ضرورت نہ تھی-

ایک دوسری مثال جس سے شفا کے اصول کی وضاحت ہو سکے- اس مثال سے دوا کے انتخاب کا اصول بھی واضح ہوتا ہے-

یہ ۶۳ سالہ شخص، اپنی عمر سے زیادہ بوڑھا نظر آتا، پست قامت، خاکستری رنگ کے بال، زرد، گندی اور پیلی جلد، آنکھوں میں پیلاہٹ، زبان پر تہ، سانس بدبودار، پائیوریا موجود، رگیں موٹی اور پھیلی ہوئی، اسی طرح شریانیں بھی موٹی اور پیچدار-

اس کو بڑی شکایت یہ تھی کہ وہ اچانک نیند میں گر جاتا تھا- نارکولیپسی اس مرض کا نام ہے- پہلا حملہ ایک ہفتہ قبل ہوا- وہ دس منٹ تک بے ہوش رہا اور بعد میں ایک گھنٹہ تک نیند میں محسوس کرتا رہا- یہ حملہ ایک اقتصادی کانفرنس کے بعد ہوا- وہ کانفرنس میں بہت دلچسپی رکھتا تھا- اس کا بلڈ پریشر ۱۲۰-۱۹۰ تھا- عمر کے لحاظ سے بہت زیادہ تھا- شاید کانفرنس کے بعد ذہنی دباؤ کی بنا پر اونچا بلڈ پریشر ہی تکلیف کا باعث تھا- وہ قبض کا مریض تھا- نباتاتی مسہل، جگر کے لئے گولیاں اور سالٹس لینے کا عادی تھا- اس نے ۱۸-۱۹۱۴ کی جنگ عظیم میں خدمات انجام دیں- اس کے سر پر اس زمانے کی چوٹ تھی- پھر اسے مالٹا بخار ہوا مگر یہ بخار ملیریا نہیں تھا- پھر اسے نزلے زکام کا بخار ہوا- یہ کئی سال تک رہا- اسے آرام ناک ہلانے سے ہوتا- تین ہفتے پہلے اسے ناک سے معمولی خون جاری ہوا- جس سے اس کے اونچے بلڈ پریشر کی نشاندہی ہوئی- ابھی تک کی تفصیلات میں تجویز دوا کے لئے کوئی چیز معاون نہیں- پاؤں کے دائیں انگوٹھے پر سوجن کا رجحان تھا- اس میں درد اور جلن رہتی- اس کے بائیں ہاتھ کی درمیانی گانٹھ نرم، گوشت میں انگلی کی حرکت میں رکاوٹ تھی- یہ تمام علامات مرضیاتی نوعیت کی ہیں اور دوا کے انتخاب میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں-

مزید وضاحت اور دوا کے انتخاب کے مقصد سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے چار مرتبہ ویکسی نیشن کروائی- یہ ہر بار کامیاب نہیں رہی تھی- وہ کلاسٹروفوبیا میں مبتلا تھا- کمرے کے اندر شدت، گرمی اور سردی دونوں سے تکلیف میں اضافہ ہوتا، چینی پسند کرتا، نمک کا بہت دلدادہ، اندر بند ہونے کا خوف، کھڑکیاں بند کرنا برداشت نہیں کر سکتا، اس کو آسانی سے غصہ آ جاتا ہے- دوسروں پر ظلم اور ناانصافی پر حساس، تمباکو اور شراب سے مجتنب- اس میں سلفر اور نکس وامیکا کی ملی جلی علامات پائی جاتی ہیں- اس نے کئی سال قبض کے لئے دوائیں لی ہیں- ان دواؤں کے اثرات زائل کرنے اور اس کی نشستانہ عادات جس میں انتہائی شوق مطالعہ بھی شامل تھا کے لئے
دن میں تین بار- ایک ہفتہ کے لئے میں نے اس کی تمام دوائیں بند کر دیں- کافی کا بہت شوقین

تھا- وہ بھی منع کر دی- مختلف ویکسی نیشنز، ٹائفائیڈ، ہیضہ وغیرہ کے لئے ٹیکوں کے توڑ کے لئے تھوجا-30 سے شروع کیا- اس دوران نکس وامیکا کا عمل شروع ہو چکا تھا-

چھ ہفتوں بعد دیکھا تو عام حالت کافی بہتر تھی- جلد، آنکھوں کی زردی میں کمی تھی- نیند کے لئے گر جانے کی کیفیت بھی بہتر تھی- البتہ بلڈ پریشر ۷۰-۱۲۰ تھا- دائیں انگوٹھے کی سوجن کم ہو رہی تھی- درد اور جلن بھی کم تھی- اس نے بتایا کہ وہ کریوزوٹ مکسچر اپنے گلے اور نزلہ کے لئے استعمال کرتی ہے- کیونکہ وہ گائیک ہے- مجھے پہلے اس کا علم نہیں تھا- میں نے یہ مکسچر بند کر دیا اور تھوجا 200 ہر روز دس دن تک لینے کی ہدایت کی- نکس وامیکا-30 دن میں تین بار قبض کے لئے جاری رکھنے کو کہا- اس کا سانس بہت بہتر تھا-

دس ہفتے بعد، نیند کے دو معمولی حملے ہوئے، وگرنہ طبیعت کافی بہتر تھی- آنکھیں صاف تھیں، اتنی زرد نہیں تھیں- میں اس کی ایک بڑھوتری کا ذکر بھول گیا ہوں- یہ آنکھ کی نچلی ابرو پر تھی اور اس کی شکل گوبھی کے پھول جیسی تھی- اس نے اسے کئی سال سے پریشان کر رکھا تھا- تھوجا تجویز کرنے میں یہ بڑھوتری بھی ایک اہم وجہ تھی- یہ بھی کافی نرم اور چھوٹی ہو گئی تھی- وہ اپنے پاؤں بڑے محسوس کرتا تھا مگر اب یہ احساس بھی نہیں تھا کہ پاؤں ہیں بھی یا نہیں- بلڈ پریشر ۸۰-۱۶۰، تھوجا- 1m ہر دس روز بعد ایک خوراک- نکس وامیکا-30 بدستور- بائیں ٹانسلز میں بہت پیپ تھی-

تین ماہ بعد دیکھا- اس دوران ایک ہلکا سا حملہ نیند کا ہوا- دو تین ہفتے پہلے نزلے کی معمولی سی شکایت، سامنے کی شریانیں اب نمایاں نہیں تھیں- حیض ختم ہوا، البتہ سردی اب بھی جلد ہی لگ جاتی تھی- انگوٹھا ٹھیک ہو گیا- نظر بہتر ہو رہی تھی- بائیں ہاتھ کی انگلی اب اتنی سخت نہیں تھی، آنکھیں اور جلد صاف، یرقان ختم ہو گیا- انگلیوں کا کھچاؤ ختم ہو گیا، بلڈ پریشر ۷۰-۱۲۰ | تھوجا 10m- صرف ایک خوراک-

مزید تین ماہ بعد دیکھا- کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی- درمیانی انگلی کی حرکت بند ہو جاتی تھی، اب اسے آسانی سے حرکت دی جا سکتی تھی- گانٹھ کا بڑھاؤ ختم ہو گیا- انگلیوں کا کھچاؤ دو سال سے بڑھتا جا رہا تھا بالکل ختم ہو گیا- بلڈ پریشر ۱۰۰-۱۶۰- اب وہ پہلے سے زیادہ جوان نظر آتا تھا- یرقان ختم ہو گیا- بال مضبوط ہو گئے اور ان کا رنگ بھی کم خاکستری تھا- بائیں آنکھ کی بڑھوتری کم ہو رہی تھی- خون کی وریدوں کی موٹائی بھی ٹھیک تھی- تھوجا 10m

اس شخص کا دس ماہ علاج ہوا- نارکولیپسی، ہائی بلڈ پریشر، پاؤں کے انگوٹھے کی سوزش، انگلیوں کا کھچاؤ اور جڑاؤ، پرانا نزلہ، غرض وہ مجموعہ تھا امراض کا- اس کے علاج میں کسی علامت کو مقامی طور پر نہیں لیا گیا- نہ ہی کسی مرض کو مرض کے طور پر علاج کیا گیا- اس کی مجموعی علامات پر سب سے پہلے نکس وامیکا کے ذریعے پچھلی ادویات کے اثرات زائل کئے- تھوجا ویکسی نیشن کے

بداثرات دور کرنے کے لئے دی گئی- جونہی یہ اثرات دور ہو گئے تمام تکالیف خود بخود ایک خاص ترتیب سے دور ہو گئیں-

نکس وامیکا اور تھوجا آزمائی ہوئی دوائیں ہیں- ان کی آزمائش صحت مند افراد پر ہوئی ہے- ان دواؤں کی متعدد علامات موجودہ مریض سے متشابہ تھیں- سب سے سنجیدہ تکلیف بلڈ پریشر اور خون کی نالیوں کی موٹائی تھی-

ایک لڑکا ساڑھے تین سال کا، جون ۱۹۴۳ء میں مقامی میڈیکل سکول میں علاج کیا گیا- اسے ہفتے میں تین بار ناک سے خون جاری ہو جاتا- اس سے وہ نڈھال ہو جاتا- اس کے خون میں سرخ ذرات کم ہو جاتے- اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی- اس وجہ سے اس کے والدین بہت پریشان تھے- اس کی والدہ کو یاد آیا کہ وہ خود اپنے بچپن میں کمی خون میں مبتلا ہوئی تھی- جس کے لئے ایک فری ڈسپنسری کی ایک خاتون ڈاکٹر سے علاج کروایا تھا- لہذا وہ اسی کلینک میں پہنچ گئی- اسے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا-

معلوم ہوا کہ لڑکے کو خناق سے بچاؤ کی ویکسی نیشن جنوری میں دی گئی- تین ہفتے بعد ناک سے خون جاری ہوا- کسی نے ان دونوں واقعات میں باہم تعلق نہ جوڑا- اسے ڈفتھیریم 30- دی گئی- یہ ۲۹ جون ۱۹۴۳ء کی بات ہے- ۲۶ جولائی تک ہفتہ وار چار خوراکیں دی گئیں- اس کا وزن ۲۹ پونڈ تھا- سات ہفتے بعد ۱۷ اگست کو اس کا وزن میں ڈیڑھ پونڈ کا اضافہ ہو چکا تھا- اس عمر میں اوسط اضافہ تین ماہ میں ایک پونڈ ہے- اسے ناک سے خون نہ آیا- اس کی بھوک خوب رہی- وہ توانا اور خوش باش تھا، نیند خوب رہی، اس کا رنگ بھی بہتر ہوا، کمی خون درست ہو گئی- ہومیو پیتھی نے سات ہفتوں میں وہ نتائج حاصل کر لئے جو ایلوپیتھی کے معروف سپشلسٹ لندن کے وسط میں رہتے ہوئے پانچ ماہ میں بھی حاصل نہ کر سکے- 4

آیئے ہم اب پیٹ کے علاج میں دونوں طریق ہائے علاج کا مقابلہ کریں- چھوٹے بچوں میں چکنائی ہضم نہ کرنے کی وجہ سے بچے شدید کمزوری کا شکار ہوتے ہیں- اس کے نتیجہ میں ہیضے کے شدید حملے ہوئے- میں چھ ایسے کیسوں کو جانتی ہوں- چار کیس تازہ اور دو کافی پرانے ہیں- چار میں مروجہ علاج میں مریض موت کا شکار ہوئے- جب کہ چھٹا بچہ بیس ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد میرے پاس آیا- وہ اس وقت قریب المرگ تھا- ہومیو علاج کے ذریعے یہ بچہ ایک ہفتہ میں بہتری کے آثار دینے لگا- تین ماہ کے علاج سے اس نے ۸ پونڈ وزن حاصل کیا- وہ معمول کی غذا بشمول چکنائی ہضم کرنے لگا-

جب اسے تین ہفتے بعد دیکھا تو اسے پیٹ کے عارضے کے کوئی آثار نہ تھے- اس کے باوجود اسے اس دوران بخار بھی ہوا لیکن ہمارا کلینک بند تھا، اس وجہ سے بخار

میں اس کا علاج ہسپتال میں کیا گیا- چلڈرن وارڈ کے لوگ اس بچے کی بہتر صحت کی وجہ سے پہچان ہی نہ سکے- حالانکہ وہ ان کے ہاں بیس ماہ تک زیر علاج رہ چکا تھا-

کیا دو طریقہ ہائے علاج کے نتائج میں فرق نہیں ہے؟ ہومیو علاج سے بچہ تیزی سے صحت یاب ہوتا ہے- بغیر تکلیف کے شفا ہوئی ہے- چند ہفتوں میں صحت ہو جاتی ہے- والدین کی کوشش بھی اس میں شامل نہیں تھی- خرچ بھی برائے نام ہوا- کیلوں کے کریڈ بھی لانے نہیں پڑے- مروجہ علاج میں ایسے مریضوں کے لئے کیلوں کی بھرمار کے سوا کوئی اور مداوا نہیں- اس سے مہینوں علاج کرنا پڑتا ہے اور نتائج پھر بھی غیر یقینی ہوتے ہیں-

ہومیو پیتھی دلکش نہیں؟ یا کم از کم دوائیں دلکش نہیں؟ وہ اتنی چھوٹی چھوٹی گولیوں میں ڈالے جانے والے بے ذائقہ قطروں میں عام آدمی دوائی اثرات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا- لیکن جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ سال ہا سال سے وہ بیمار ہے، اسے پروفیسر آف میڈیسن نے تامرگ لا علاج قرار دے دیا اور اس کے بعد اسے شفا ہوگئی ہے تو اسے ہومیو پیتھی کے جادو کو تسلیم کرنا پڑتا ہے-

یہ فسوں یا جادو نہیں مگر یہ میجک ہے- یہ لفظ کے حقیقی معنوں میں درست ہے- یہ اعلیٰ تر عقل ہے- یہ عقل مند اور دانشمند شخص کا علم ہے- جس کے ذریعے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ دوا میں کون سی چیز شفا بخش ہے- جادو جو اس کو ودیعت ہوا ہے اور طاقت ور لہریں کس طرح بیماری کو فرو کرتی ہیں- یہ پہلی بار ہانی من نے دریافت کیا- عظیم سائنسدان، علم کیمیا کا ماہر اور بیماری کا مشاہدہ کرنے والا- اس نے یہ تعلیم دی کہ بیمار کا مشاہدہ دوائیہ علاج کے لئے ضروری ہے- مرض کا سبب اور بیماری کا علاج مریض کو صحت اور بیماری کی دونوں حالتوں میں مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے- اس کے لئے دوا کا صحت مند شخص پر اثرات کا نوٹ کیا جانا بہت ضروری ہے- اس طرح بیمار کو تیزی کے ساتھ صحت کی جانب لایا جاسکتا ہے-

ڈیلفک آریکل نے اپنا فیصلہ دیا،

"آدمی اپنے آپ کو جانتا ہے"

اور پوپ نے اس کی ان الفاظ میں تائید کی،

"انسان کا بیماری اور صحت کی حالت میں مطالعہ ہی علاج کی کلید ہے"

میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گی کہ

مطالعہ صحت و مرض، دونوں حالتوں میں ضروری ہے- اس طرح اعلیٰ تر دانش پر مشتمل ان اصولوں کی تمام میڈیکل کی تعلیم کے اداروں میں تعلیم دی جانی چاہیے اور انہیں ہسپتالوں او یونیورسٹیوں کے مین دروازوں، معالجوں کے ڈیسکوں پر بطور راہنما اصول لکھے جانے چاہئیں- یہ الفاظ مستقل طور پر یاد رکھنے چاہئیں-

یونیورسل

ہیریامیڈیکا

اینڈ

فارماکوپیا

ڈاکٹر داس بھاٹیہ

سیل پوائنٹ

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز

ناشران وتاجران کتب

اردو بازار لاہور